اولیائے کرام و صوفیائے عظام کے آٹھ سو سالہ مسلسل مشن کا مکمل خاکہ

تذکرہ

اولیائے پاک و ہند

جس میں اولیائے کرام و صوفیائے عظام کے حالاتِ زندگی نہایت تحقیق و جستجو کے بعد مستند تاریخ کی روشنی میں تحریر کیے گئے ہیں، اور ان قابلِ احترام حضرات کے روحانی کمالات اور علمی و عملی خصوصیات کو اُجاگر کیا گیا ہے نیز یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ ان حضرات کے وجودِ گرامایہ نے عالمِ انسانیت اور خصوصاً برِ اعظم پاکستان و ہندوستان کے رہنے والوں کو کیا فیض پہنچایا اور مختلف حیثیتوں سے کیسی اہم و جلیل القدر خدمات انجام دی ہیں۔ اولیائے کرام کے حالات ایک ولی کے قلم سے!

حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی علیہ الرحمۃ

پبلشرز • بک سیلرز
ایکسپورٹرز
إدارۂ اسلامیات

دینا ناتھ مینشن، مال روڈ، لاہور
فون: ۷۳۲۴۴۱۲ - فیکس: ۷۳۲۴۷۸۵ - ۴۲ - ۹۲

۱۹۰، انارکلی، لاہور، پاکستان
فون: ۷۳۳۴۹۹۱ - ۷۳۵۳۲۵۵

موہن روڈ، چوک اردو بازار، کراچی - فون: ۷۷۲۲۴۰۱

نام کتاب ——— تذکرہ اولیائے ہند و پاکستان۔
مُصنف ——— مفتی ولی حسن ٹونکی
ناشر ——— اشرف برادران سلمہم الرحمٰن
کتابت ——— محمد انور چک ۴۲ ج بھلوال ضلع سرگودھا
بار اوّل ——— رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ دسمبر ۱۹۹۹ء
تعداد ——— ۱۱۰۰
قیمت ——— ۷۵/- روپے

ادارۂ اسلامیات
۱۹۰۔ انارکلی لاہور فون نمبر ۷۲۴۳۹۹۱ ، ۷۳۵۳۲۵۵
۱۴۔ دینا ناتھ مینشن مال روڈ لاہور فون نمبر ۷۳۲۴۷۸۵ / ۷۳۲۴۴۱۲
موہن روڈ، چوک اردو بازار، کراچی ——— فون نمبر: ۷۷۲۲۴۰۱

ملنے کے پتے
ادارۃ المعارف ——— کورنگی کراچی
دارالاشاعت اردو بازار کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت العلوم پرانی انارکلی لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اولیائے کرام و صوفیائے عظام کے آٹھ سو سالہ تبلیغی مشن کا مکمل خاکہ

تذکرہ

اولیائے ہند و پاکستان

جس میں مقدس اولیائے کرام و صوفیائے عظام کے حالاتِ زندگی نہایت تحقیق و جستجو کے بعد مستند تاریخ کی روشنی میں تحریر کیے گئے ہیں اور ان قابلِ احترام حضرات کے روحانی کمالات اور علمی و عملی خصوصیات کو اجاگر کیا گیا ہے۔ نیز یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ ان حضرات کے وجودِ گرامی نے عالمِ انسانیت اور خصوصاً برِ عظیم ہند و پاکستان کے رہنے والوں کو کیا فیض پہنچایا اور مختلف حیثیتوں سے کیسی اہم و جلیل القدر خدمات سرانجام دی ہیں۔

فہرست مضامین

خواجہ عثمان ہارونیؒ

(ہندوستان میں متعدد رُوحانی سلاسل جاری ہُوئے اور جاری رہے لیکن ان سلاسل میں سب سے زیادہ مقبولیت سلسلۂ چشتیہ کو حاصل ہُوئی اور اس اہم سلسلہ کی داغ بیل تو شیخ ابو اسحاق شامی (المتوفی ۹۴۰ء نے ڈالی تھی لیکن اس کو پروان چڑھانے اور پھیلانے کا کام حضرت خواجہ معین الدّین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے انجام دیا)

اس سلسلہ مقدسہ کی اہم کڑی حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح ہیں۔ آپ خواجہ اجمیریؒ کے پیر و مرشد ہیں۔ آپ نے اگرچہ ایک ہی مرتبہ اپنے قدم مبارک ہندوستان کی سرزمین کو شرف بخشا ہے لیکن بالواسطہ آپ کا فیض ہندوستان کو پہنچا کیونکہ آپ کے ہی حکم سے خواجہ اجمیری رح ہند تشریف لائے اور رشد و ہدایت کے ذریعہ ہندوستان کے لوگوں کی اصلاح فرمائی اسی لیے آپکے تذکرۂ مبارک سے کتاب کی ابتدا کی جا رہی ہے۔

حضرت عثمان ہارونی کا تقدّس اور بزرگی

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح حضرت علی رضؓ کی اولادِ طیبہّ میں سے ہیں۔ آپ گیارہ واسطوں سے حضرت علی رضؓ سے منسوب ہوتے ہیں۔ آپ کا وطنِ مبارک قصبہ ہرون ہے جو ملک خراسان کا ایک قصبہ ہے۔ آپ کو ابتدائے زندگی سے ہی ریاضت و عبادت کا

شوق تھا۔ ایک قرآن کریم نو دن میں ختم فرماتے تھے اور ایک رات میں۔ ستر برس تک سخت مجاہدے فرماتے اور کبھی شکم سیر ہو کر نہ کھایا اور نہ پانی پیا۔ مجیب الدعوات تھے جو کچھ زبان سے فرماتے وہی ہو جاتا اور پانچ پانچ روز کے طویل روزے رکھتے آپ کی نظرِ مبارک کیمیا اثر تھی جس پر پڑتی وہ سلوک و تصوف کے مدارج کے اعلیٰ مقام تک پہنچ جاتا تھا۔

حاجی شریف زندنی سے بیعت

آپ کے پیر و مرشد خواجہ حاجی شریف زندنی ہیں جو روحانیت و سلوک میں اپنے زمانہ کے مشائخ کبار میں بے نظیر اور عدیم المثال شہرت رکھتے تھے۔ اس عہد کے تمام علماء و فضلا خصوصاً اہلِ حقیقت آپ کی طرف متوجہ تھے۔

حضرت خواجہ عثمان صاحبؒ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے تو آپ نے خواجہ عثمانؒ پر کمال مہربانی فرماتے ہوئے شرفِ بیعت سے مشرف فرمایا اور خرقہ اپنے دستِ مبارک سے زیبِ تن کیا اور نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

"اے عثمان! اب جبکہ تم نے خرقہ درویشی زیب تن کرایا ہے اور تمکو چاہیئے کہ ان چار باتوں پر سختی سے عمل کرو۔ اوّل ترکِ دنیا اور دنیا کے لوازمات سے گریز و پرہیز، دوم ترکِ حرص و طمع۔ سوم خواہشاتِ نفسانی سے گریز چہارم شب بیداری اور ذکر اللہ۔ کیونکہ بزرگوں کا فرمان ہے کہ یہ خرقہ وہ شخص اپنے سر پر رکھ سکتا ہے جو اللہ کے ماسوا دنیا کی ہر چیز کو ترک کر دے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ خرقہ مقدس ملبوس فرمایا تھا زہد و فقر اختیار فرمایا تھا۔ آپ کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ مجھ تک یہ سلسلہ پہنچا تو میں نے اسی پر عمل کیا تم بھی ان ہی کی پیروی کرو۔

دوسری سب سے اہم بات یہ ہے کہ خلقِ خدا کے ساتھ مہربانی و نرمی

سے پیش آؤ۔"

خواجہ عثمان ہارونی نے اپنے پیرو مرشد کی اس نصائح کو حرزِ جان بنایا اور اپنی پوری زندگی عبادتِ الٰہی اور خلقِ خدا کی خدمت میں صرف کر دی اور کمال کے اعلیٰ درجات پر فائز ہوتے۔

خواجہ عثمان ہارونی کی کرامات: سیر الاولیاء میں مرقوم ہے کہ خواجہ معین الدین حسین سنجری فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں خواجہ عثمان ہارونی کے ساتھ سفر میں تھا جب ہم دونوں دجلہ کے کنارے پر پہنچے تو کوئی کشتی موجود نہ تھی۔ خواجہ عثمان ہارونی نے فرمایا کہ تم ذرا اپنی آنکھیں بند کرو تو میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر جو آنکھ کھولتا ہوں تو اپنے آپ کو اور اپنے حضرت خواجہ کو دریا کے اس پار پاتا ہوں۔

میں نے دریافت کیا کہ خواجہ صاحب آپ نے یہ کیا کیا؟ فرمایا پانچ دفعہ سورۃ فاتحہ پڑھی منقول ہے کہ ایک مرتبہ ایک نہایت سن رسیدہ شخص خواجہ عثمان قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا جس کے چہرہ سے حزن و ملال اور انتہا درجہ کی پریشانی برستی تھی۔ خواجہ نے دریافت کیا کیا حال ہے؟

عرض کیا کہ چالیس برس سے بڑا لڑکا غائب ہے معلوم نہیں وہ مر گیا ہے یا زندہ ہے میں آپ کی خدمت میں دعا کے لیے حاضر ہوا ہوں مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ مجیب الدعوات ہیں۔ آپ نے اسی وقت مراقبہ فرمایا اور حاضرینِ مجلس سے کہا کہ چند بار سورۃ فاتحہ پڑھیں اس غرض سے کہ اس غریب کا لڑکا آجائے۔ حاضرین نے سورہ فاتحہ پڑھی۔ آپ نے اس کے بعد اس سن رسیدہ شخص سے فرمایا کہ جاؤ تمہارا لڑکا تمہارے گھر آ گیا۔ ابھی وہ شخص گھر پہنچا بھی نہ تھا کہ راستہ میں ایک شخص نے اطلاع دی کہ تمہارا لڑکا گھر آگیا ہے۔

شیخ الاسلام حضرت معین الدین اجمیری فرماتے ہیں کہ خواجہ عثمان ہارونی کا ایک مرید میرے پڑوس میں آیا اور اس نے وہیں سکونت اختیار کر لی۔ جب اس نے انتقال کیا۔ تو میں بھی اس کے جنازے کے ساتھ گیا اور لوگ تو دفن کے بعد واپس آگئے۔ میں کچھ دیر کے لیے اس کی قبر پر بیٹھ گیا دیکھتا کیا ہوں کہ عذاب کے فرشتے نہایت خوفناک صورت میں آئے ہیں

اسی وقت خواجہ ہارونی رح بھی پہنچ گئے۔

فرشتوں سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ اسے عذاب نہ کرو یہ میرا مرید ہے۔ فرشتوں کو حکم خداوندی ہوا کہ عثمان سے کہہ دو کہ یہ شخص تمہارا سچا مرید نہ تھا بلکہ تمہارے برخلاف تھا خواجہ نے کہا بے شک یہ میرا برخلاف تھا لیکن میں ہمیشہ اس کو اپنے سلسلہ سے وابستہ جانتا تھا فرشتوں کو حکم ہوا کہ اس سے عذاب اٹھالو۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح آخری عمر میں مکہ معظمہ میں گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ اس مقدس شہر میں ۶ شوال ۶۰۷ھ کو آپ وصل اللہ ہو گئے۔ چنانچہ آپ کا مزار مبارک آج بھی مرجع الخلائق ہے۔

○

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ

نام ونسب

ہندوستان و پاکستان کے مسلمانوں کے محسنِ اعظم اور مقتدر رُوحانی پیشوا خواجہ معین الدین چشتی سنجری قدس سرہ العزیز سجستان میں ۵۳۷ھ میں پیدا ہوئے سلسلہ نسب یہ ہے :-

خواجہ معین الحق والدین بن غیاث الدین بن سیّد کمال الدین بن سیّد احمد حسن بن سیّد طاہر ابن سیّد عبدالعزیز بن سیّد ابراہیم بن سیّد محمد مہدی بن امام حسن عسکری بن امام نقی ــــــ بن امام موسیٰ رضا بن امام جعفر بن محمد باقر بن امام علی زین العابدین بن سیّد الکونین امام حسین بن علی المرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

ابتدائی تعلیم

۱۲ سال کی عمر میں والد بزرگوار کا سایہ سر سے اُٹھ گیا ترکہ میں ایک باغ ملا اُس کی نگرانی کرتے رہے۔ اتفاقاً ایک روز ابراہیم قلندر نامی ایک مجذوب باغ میں آئے تو حضرت نے ان کی خدمت میں انگور پیش کیے لیکن انھوں نے انگور نہیں کھائے اور اپنی بغل سے کھلی کا ایک ٹکڑا نکال کر منہ میں رکھ لیا اور چبانے کے بعد اسے منہ سے نکال کر خود حضرت خواجہؒ

کے منہ میں چبائی ہوئی کھلی دے دی۔ کھلی کا کھانا تھا کہ حضرت خواجہ کا دل مبارک انوارِ الٰہی سے روشن ہو گیا اور ایک خاص کیفیت آپ پر طاری ہو گئی۔ دنیا اور دنیا والوں سے آپ کا دل بیزار ہو گیا۔ علائقِ دنیا کو چھوڑ کر طلبِ خدا میں اٹھ کھڑے ہوئے اور سمرقند پہنچے۔ یہاں آپ نے قرآنِ کریم حفظ کیا اور علومِ ظاہری کی تعلیم میں مصروف رہے۔

حضرت عثمان ہارونی سے بیعت

سمرقند سے نکل کر عراق کی طرف روانہ ہوئے۔ قصبہ ہارون میں حضرت شیخ عثمان ہارونی رح قدس سرہٗ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ نے آپ کے باطنی اوصاف کو پہلی ہی نظر میں پرکھنے کے بعد آپ کو اپنے مریدانِ خاص میں شامل کر لیا اور بیعت سے مشرف کیا۔

بیعت کے وقت مرشد نے مرید سے وضو کرایا اور دو رکعت نماز پڑھائی پھر سورۃ بقرہ پڑھنے کو کہا اس کے بعد اکیس مرتبہ درود شریف پڑھوایا۔ درود شریف کے بعد مرشد نے آسمان کی طرف منہ اٹھایا اور مرید کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ میں نے تم کو خداوندکریم تک پہنچا دیا اور اس کی بارگاہ میں مقبول بندہ بنا دیا۔ پھر مرید کے سر کے بال اپنے دستِ مبارک سے تراشے اور اپنا کلاہ چہار ترکی اور کلیم خاص مرحمت فرمایا۔

مرشد نے کچھ اور بھی ہدایات دیں۔ حضرت خواجہ نے ان ہدایات پر شبانہ روز عمل کیا۔ چند ہی روز میں انوارِ الٰہی سے اپنے قلب کو روشن اور منور پایا اس کے علاوہ حضرت خواجہ صاحب شیخ نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں ڈھائی سال تک مقیم رہے۔ آپ نے حضرت شیخ محی الدّین محمد عبدالقادر جیلانی رح سے شرفِ نیاز حاصل کیا اور ان کی معیت میں بغداد آئے جہاں شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی سے اور ان کے پیر شیخ ضیاء الدّین کی صحبت سے مشرف ہوئے اور یہیں خواجہ واحدالدین کرمانی قدس سرہٗ سے فیض یاب ہو کر ان سے بھی خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

خدمتِ مُرشد

سیر الاولیاء میں ہے کہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ العزیز فرماتے تھے کہ میں جب خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت میں پہنچا اور اس مقدس نفس بزرگ کی شرف ارادت سے مشرف و ممتاز ہوا تو کامل بیس سال تک خدمتِ اقدس میں حاضر رہا اور اس درجہ خدمت کی کہ نفس کو کبھی آپ کی خدمت سے راحت نہ دی۔ حالتِ سفر میں خواجہ کا سامان اپنے سر پہ رکھتا تھا اور ہر حالت میں غلاموں کی طرح خدمت کرتا تھا۔ جب خواجہ نے میری خدمت اور عقیدت مندی دیکھی اس وقت مجھے کمالِ نعمت عطا کی۔

سیاحت

حضرت خواجہ صاحب نے اپنے پیر و مرشد کے ساتھ دس سال تک سیاحت کی یہ سفر تعلیمِ روحانی اور عجیب و غریب واقعات و مشاہدات سے پُر ہیں اُن میں سے چند واقعات بیان کیے جاتے ہیں۔

حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم ایک خانقاہ میں پہنچے جس میں شیخ صدرالدین محمد احمد سیوستانی رہتے تھے۔ یادِ حق میں ان کا استغراق بے حد تھا میں کئی روز تک ان کی خدمت میں رہا جو کوئی اُن کے پاس آتا محروم نہ جاتا اس کو کوئی چیز لاکر ضرور دیتے اور فرماتے تھے کہ میرے حق میں دعا کرو کہ اپنا ایمان قبر تک سلامت لے جاؤں۔

جب وہ قبر اور موت کی تکالیف کا حال سنتے تھے تو بید کی طرح کانپتے اور روتے روتے ان کی آنکھوں سے خون بہنے لگتا جیسے کسی چشمے سے پانی جاری ہو یہ گریہ سات سات دن تک بند نہ ہوتا۔ آسمان کو دیکھ دیکھ کر روتے اور ان کے رونے سے رونا آتا تھا۔ جب رونے سے فارغ ہوتے تو میری طرف متوجہ ہوتے اور فرمایا اے عزیز جس کو موت آنے والی ہو اور اس کا حریف فرشتۂ موت ہو۔ اس کو سونے، ہنسنے اور خوش

ہونے سے کیا کام!

اس کے بعد ارشاد فرمایا اے عزیز اگر تمہیں ان لوگوں کا ذرا بھی حال معلوم ہو جو زیر خاک ایسی کوٹھڑی میں ہیں جس میں بچھو بھرے ہوتے ہیں تو اس کو معلوم کرتے ہی تم اس طرح پگھل جاؤ گے جیسے نمک پانی میں پگھل جاتے۔

اس کے بعد فرمایا ایک دن میں ایک بزرگ کے ساتھ بصرہ کے قبرستان میں بیٹھا ہوا تھا پاس ہی قبر میں سے ایک مردہ پر عذاب ہو رہا تھا۔ ان بزرگ کامل کو جب عذاب کا حال معلوم ہوا تو زور سے چیخ مار کر گر پڑے۔ میں نے ان کو اٹھانا چاہا تو ان کی روح قالب سے پرواز کر گئی اور تھوڑی دیر میں ان کا جسم پانی ہو کر بہہ گیا۔ اس دن سے مجھ پر قبر کی بڑی ہیبت طاری ہے اس لیے اے عزیز دنیا میں بندہ کو اس قدر مشغول نہ ہونا چاہیئے کہ حق سے غافل ہو جائے۔

حضرت خواجہ صاحب خود فرماتے ہیں کہ ایک بار ملک کرمان میں شیخ واحدالدین کرمانی کے ساتھ سفر میں تھا ایک بزرگ کو دیکھا بڑے عابد و زاہد تھے میں نے ان کی طرح کسی کو یاد حق میں اس قدر مشغول نہ دیکھا تھا جب ہم ان کے پاس گئے تو دیکھا کہ ان کے بدن میں صرف روح ہی باقی تھی گوشت پوست بالکل نہ تھا وہ باتیں بہت کم کرتے تھے ہم نے ارادہ کیا کہ ان سے دریافت کریں کہ آپ کا حال ایسا کیوں ہے انھوں نے اپنے روشن ضمیر سے ہمارے ارادہ کو معلوم کر لیا اور اپنا حال بیان کرنا شروع کر دیا۔ کہ اے درویش! ایک روز میں اپنے دوست کے ساتھ قبرستان گیا اور ایک قبر کے پاس دونوں ٹھہرے۔ اتفاقاً اس دوست سے کوئی بیہودہ بات سرزد ہو گئی جس پر مجھے ہنسی آ گئی۔ ہنسنے پر میرے کان میں یہ آواز آئی کہ ملک الموت جس کے پیچھے لگا ہوا ہو اور زیر خاک سانپ بچھو کے درمیان اس کا گھر ہو اس کو ہنسی سے کیا تعلق؟ جب میں نے یہ بات سنی آہستہ سے اٹھا اپنے دوست کو رخصت کیا اپنے گھر گیا اور میں اس غار میں آیا اور یہاں رہنے لگا اور اس دن سے مجھ پر ہیبت طاری ہے اور خوف سے میری جان منہ کو آ رہی ہے۔ آج چالیس سال ہو گئے ہیں کہ میں نہ ہنسا ہوں اور نہ میں نے

شرمندگی سے سر اٹھا کر آسمان کو دیکھا ہے کہ کل قیامت کے دن کیا منہ دکھاؤں گا ہر وقت اپنے گناہ پیش نظر رہتے ہیں۔

آپ کو حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے ہمراہ دمشق کے سفر کا اتفاق ہوا وہاں آپ نے درویشوں کی ایک ایسی جماعت دیکھی جو عشق الٰہی میں مست تھی ان درویشوں کی حالت یہ تھی کہ زمانہ دراز سے بالکل مدہوش تھے۔ حضرت خواجہ عثمان نے ان سے بھی فیض حاصل کیا۔ مرشد ہی کے ساتھ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی بھی زیارت کی۔ ایک روز آپ مکہ معظمہ میں تھے اور طواف سے فارغ ہوئے تھے۔ آپ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے حضرت کا ہاتھ پکڑ کر آپ کے حق میں دعا فرمائی اور عالم غیب سے ندا آئی "معین الدین ہمارا دوست ہے اور ہم نے اس کو قبول کیا اور برگزیدہ کیا۔

آپ پر مرشد کی نظر کرم

حضرت خواجہ ہارونی رح کی آپ پر بے حد نظر کرم تھی چنانچہ آپ نے حضرت خواجہ کو سلوک کی انتہائی بلندی تک پہنچا دیا۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے ایک روز آپ کو حکم دیا کہ ہر روز صبح چاشت کے وقت ہمارے پاس آیا کرو تاکہ تم کو فقیری کی تعلیم دی جائے۔ چنانچہ ہر روز صبح چاشت کے وقت حاضر ہوتے اور خواجہ ہارونی جو فرماتے اس کو قلم بند کرتے اٹھائیس دن تک تعلیم کا یہ سلسلہ جاری رہا۔

اس کے بعد پیر و مرشد نے فرمایا کہ اے معین الدین یہ سب تعلیم تمہاری تکمیل کے واسطے تھی تم کو اس تعلیم پہ تا زندگی عمل کرنا ہے تاکہ قیامت کے دن مجھ کو شرمندگی نہ ہو اس کے بعد آپ کو خرقہ خلافت سے سرفراز کیا اس وقت آپ کا سن شریف ۵۲ برس کا تھا۔ خرقہ خلافت دیتے وقت مرشد نے حضرت خواجہ قدس سرہٗ العزیز کے سر پر کلاہ چہار ترکی بھی رکھی اور قیمتی نصائح سے سرفراز فرمایا۔

پیر و مرشد کی محبت اور شفقت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ جب حضرت خواجہ آپ سے رخصت ہونے لگے تو آپ کو عزیز مرید کی فرقت گوارہ نہ ہوئی اور بغداد کے سفر میں بھی

ساتھ رہے اس سفر کی تفصیلات میں بھی عجیب و غریب واقعات ملتے ہیں لیکن ہم طوالت کے خوف سے ترک کرتے ہیں۔

آخر میں حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح کا ایک جملہ درج ہے جو ایک پیر و مرشد کی محبت اور عالی مرتبت کو ظاہر کرتا ہے۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح نے فرمایا معین الدین خدا کے محبوب بندے ہیں اور مجھے ان پر فخر ہے۔

بارگاہِ رسالت سے ہندوستان جانے کا حکم

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح کی تعلیم سے فارغ ہو کر اور سلوک کی منزلیں طے کر کے آپ اپنے وطن تشریف لے گئے۔ وطن میں تھوڑے سے وقت کا قیام کر کے قلبِ مبارک زیارت بیت اللہ اور روضۂ اقدس کے لیے بیتاب ہو گیا آپ نے سفر شروع کیا۔ اس سفر میں اولیا اور مشائخ سے ملاقات و صحبت حاصل کی۔ چند ماہ کے مسلسل سفر کے بعد روضۂ اقدس میں حاضر ہوئے۔ روضۂ اقدس کے سائے میں کئی روز تک عبادتِ الٰہی میں مصروف رہے۔

ایک روز عبادتِ الٰہی میں مصروف تھے کہ روضۂ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے آواز آئی:

"اے معین الدین! تو ہمارے دین کا معین اور مددگار ہے۔ ولایتِ ہندوستان ہم نے تجھے عطا کی ہے جا اور اجمیر میں جا کر اقامت کر وہاں تاریکی پھیلی ہوئی ہے تیرے وہاں کے قیام سے بے دینی دور ہو گی اور اسلام رونق پذیر ہو گا۔"

بارگاہِ رسالت سے اس حکم کو پا کر آپ بیحد مسرور ہوئے مگر یہ معلوم کرنے کے لیے بڑے بے تاب اور پریشان تھے کہ اجمیر کہاں ہے اور ہندوستان میں کس جگہ واقع ہے اس فکر میں آنکھ لگ گئی تو آپ کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہیں۔

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرق سے مغرب تک سیر کرا دی اور کوہِ اجمیر کا بھی

مشاہدہ کرلیا۔

ہندوستان کیلئے حضرت کی روانگی

بارگاہِ رسالت سے حکم ملتے ہی آپ ہندوستان کی طرف روانہ ہو گئے آپ کا یہ سفرِ مبارک ہزاروں برکات اور عجیب و غریب کمالات سے معمور تھا جس شہر سے آپ گزرتے اولیاء اللہ سے ملاقات فرماتے اور قبرستان میں فروکش ہوتے۔ ہر روز دورانِ سفر میں دو قرآن کریم ختم فرماتے۔ جس جگہ آپ پہنچتے عقیدت مندوں کا ایک گروہ جمع ہو جاتا لیکن آپ کسی جگہ قیام نہ فرماتے بلکہ تنہا ہی ایک مقام سے دوسرے مقام کیلئے روانہ ہو جاتے۔

بغداد سے ہمدان آئے اور خواجہ یوسف ہمدانی سے ملاقات ہوئی اور ہمدان سے تبریز پہنچے اور شیخ جلال الدین تبریزی سے ملاقات ہوئی اور ان کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ وہاں سے اصفہان آئے۔ یہاں کے قیام کے زمانہ میں ایک روز اصفہان کے حاکم محمد یادگار کے باغ میں ایک حوض کے کنارے فروکش ہوئے کہ محمد یادگار سیر کے لیے پہنچا اور ایک اجنبی مسافر کو دیکھ کر چیں بجبیں ہوا لیکن حضرت نے اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو مغلوب الحال ہو گیا اور بے ہوش ہو گیا۔

خواجہ صاحب نے حوض کا پانی لے کر اس کے منہ پر چھینٹے دیئے اس کو ہوش آیا تو حضرت کا گرویدا ہو گیا۔ وہ مذہباً شیعہ تھا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو گالیاں دیا کرتا تھا لیکن اپنے اعیان و ارکانِ سلطنت کے ساتھ حضرت خواجہ کا مرید ہو گیا اور اپنی ساری دولت حضرت کی خدمتِ اقدس میں نظر کر دی مگر آپ نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ جو مال ظلم سے وصول کیا گیا ہو وہ اس کے اصل مالکوں کے حوالے کر دیا جائے۔

محمد یادگار نے حکم کی تعمیل کی۔ غلاموں اور لونڈیوں کو بھی آزاد کر دیا اور جب ظاہری و باطنی تعلیم مکمل کر لی تو حضرت نے اس کو خرقہ خلافت بھی عطا کیا۔ سفر کرتے کرتے بلخ پہنچے

اور عرصہ تک شیخ احمد خضرویہ کی خانقاہ میں مقیم رہے۔ یہاں حکیم ضیاء الدین ایک شخص رہتا تھا جس پر فلسفہ و حکمت کا غلبہ تھا۔ اسلام کی بعض تعلیمات کا منکر تھا۔ ایک روز حضرت خواجہ صاحب جنگل میں ایک ہرن کا شکار کر کے اس کے کباب بنا رہے تھے کہ حکیم ضیاء الدین بھی اتفاق سے وہاں پہنچ گیا۔

خواجہ صاحب نے کباب کا ایک ٹکڑا اس کو کھانے کیلئے دیا جس کے بعد اس پر ایک کیفیت طاری ہو گئی اور خواجہ صاحب کے مرید ہو گئے۔ گھر میں آئے تو طب کی تمام کتابیں دریا میں ڈال دیں اور راہ طریقت کو اپنا مقصد بنالیا۔

حضرت بلخ سے غزنی تشریف لے گئے اور وہاں سے ہندوستان کی جانب روانہ ہوئے۔ آپ جس شہر سے بھی گذرتے عوام کو اپنے روحانی فیض سے مستفید فرماتے یہاں تک کہ آپ لاہور پہنچ گئے۔ پھر لاہور سے دہلی کے لیے روانہ ہوئے۔ دہلی میں آپ نے صرف چند روز قیام فرمایا۔ جتنے دن بھی آپ دہلی میں رہے آپ کی قیام گاہ پر ہر وقت خلق خدا کا ہجوم رہتا۔ غرضیکہ آپ دہلی میں چند روز قیام فرمانے کے بعد اپنی منزل مقصود کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرت کی تشریف آوری سے قبل ہندوستان کی حالت

ہم کو خواجہ صاحب قدس سرہ العزیز کے تجدیدی و اصلاحی کارنامے بتانا ہیں اور یہ ظاہر کرنا ہے کہ آپ نے ہندوستان کے مسلمانوں کی کیا خدمت انجام دی ہے اور اس کو معلوم کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ہندوستان کی حالت آپ کی تشریف آوری سے قبل کی لکھی جائے تاکہ آپ کے تجدیدی کارنامے بخوبی سمجھ میں آسکیں۔

آپ نے جس زمانے میں ہندوستان کی سرزمین پر قدم رکھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ حکومت کا آفتاب اقبال غروب ہو چکا تھا۔ شاہان غوری غزنوی حکومت پر قابض ہو چکے تھے۔ ہندوستان میں گذشتہ اسلامی حکومتوں کے نقوش اس قدر مدھم پڑ چکے تھے کہ یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ اس ملک میں آگے چل کر مسلمان کبھی ابھر سکیں گے۔

اس دور میں مسلمان کے ضعف کی وجہ صرف یہ تھی کہ مسلمان بادشاہوں نے تبلیغ اسلام کو کبھی اپنا مقصد نہیں بنایا بلکہ ان کو اسلام کی تبلیغ سے ذرہ برابر بھی لگاؤ نہیں تھا۔ اسکے علاوہ گیارہویں اور بارہویں صدی عیسوی میں ہندوستان کی سماجی حالت حد درجہ تباہ تھی ہر شخص ایک دوسرے سے برسرپیکار تھا۔ اتحاد و فکر عمل کا کہیں دور دور تک نام نہ تھا۔ چھوت چھات نے مدنی زندگی کے سارے سرچشمے مسموم کر دیئے تھے۔ زندگی کی ساری لذتیں اونچی ذات کے لوگوں کے لیے مخصوص تھیں غریب عوام جن مصائب میں مبتلا تھے ان کی دردناک تصویر (ابی الریحان البیرونی) نے اپنی کتاب الہند میں پیش کی ہے زندگی ان کے لیے بوجھ تھی۔ اللہ نے انھیں آدمی بنایا تھا لیکن اس کے بندوں نے انھیں جانوروں کی سی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

صاحب سیر الاولیا نے لکھا ہے کہ ہندوستان کے تمام مشرقی حصّوں میں کفر کی تاریکی چھائی ہوئی تھی اور بت پرستی کی طوفان خیز آندھی مغرب سے مشرق تک بڑے زور و شور سے چل رہی تھی۔ ہندوستان کے ستمرو سرکشوں میں سے ہر ایک "انا ربکم الاعلیٰ" کا مدعی تھا اور شرک و بدعت و بت پرستی کے ڈنکے ہر چہار طرف بج رہے تھے۔ خدائے یکتا واحد کے ساتھ کھلم کھلا شرک کیا جاتا تھا اور پتھر مٹی کے ڈھیلوں گھر درخت گائے گوبر کو برابر سجدے ہو رہے تھے۔ کفر و تاریکی کے مضبوط قفل دلوں پر پڑے ہوئے تھے، تمام لوگ جہل و کفر کے تاریک گڑھوں میں گرے ہوئے تھے۔

ان دنوں اجمیر راجپوت سامراج کا مضبوط مرکز اور ہندوؤں کا مذہبی گڑھ تھا۔ دور دور سے ہندو اپنی مذہبی رسومات پوری کرنے کیلئے وہاں جمع ہوتے تھے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح نے اخبار الاخبار میں اجمیر کی مذہبی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔ ایک ایسے سیاسی اور مذہبی مرکز میں قیام کا فیصلہ نہ صرف خواجہ صاحب قدس سرہ العزیز کے عزائم کی ترجمانی کرتا ہے بلکہ ان کی غیر معمولی خود مختاری کا بھی آئینہ دار ہے۔

اجمیر شریف میں حضرت کی تشریف آوری

دسویں محرم ۵۶۱ھ کو آپ اجمیر میں فروکش ہوتے اور آخر وقت تک

قیام یہیں رہا۔ اس زمانہ میں اجمیر اور دہلی کا حکمران مشہور راجپوت پتھورا تھا اس کے تخت
نے حضرت کے قیام کی بڑی مخالفت اور مزاحمت کی اور جب [illegible] خود ان کے مقابلہ میں بے
بس اور لاچار رہے تو ہندو جوگیوں کو اپنے جادو سے حضرت خواجہ صاحب کو مغلوب کرنے
کیلئے مامور کیا ایک ہندو جوگی (جے پال) سے حضرت خواجہ کے معرکے ہوئے لیکن آپ اپنی
رُوحانی قوت اور کرامت سے اس پر غالب رہے۔

جوگی نے حضرت کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا آپ نے جے پال کا اسلامی نام عبداللہ
رکھا اور خلافت بھی مرحمت فرمائی۔ آپ کے رشد و ہدایت کا سلسلہ برابر جاری رہا تھوڑے ہی
دنوں میں آپ کی تعلیم سے راجہ پتھورا کے ملازمین بھی مشرف بہ اسلام ہونے لگے۔

آپ کی کرامات

۱: اجمیر شریف پہنچنے کے بعد حضرت نے آبادی کے باہر ایک درخت کے نیچے قیام
فرمایا یہ وہ جگہ تھی جہاں راجہ کے اونٹ باندھے جاتے تھے۔ رات کے وقت جب راجہ
کے اونٹ آئے تو ملازمین شاہی نے کہا کہ حضرت! یہ جگہ راجہ کے اونٹوں کے لیے ہے
یہاں آپ کو قیام نہیں کرنا چاہیئے۔

آپ نے فرمایا اچھا بھائی ہم یہاں سے اُٹھ جاتے ہیں تمہارے اونٹ شوق سے یہاں
بیٹھیں یہ فرما کر حضرت وہاں سے اُٹھ کر تالاب اناساگر کے کنارے چلے گئے جہاں بہت سے
مندر تھے اور وہاں قیام فرمایا لیکن صبح کو جب ساربان نے اونٹوں کو اٹھانا چاہا تو وہ یہ دیکھ کر
حیران رہ گیا کہ اونٹوں کے جسم زمین سے چپک گئے ہیں اس کے بعد ان ساربانوں نے آپ
سے معافی مانگی۔

آپ نے فرمایا جاؤ تمہارے اونٹوں کیلئے اٹھنے کا حکم ہوگیا ہے چنانچہ جب ساربان
اونٹوں کے پاس آئے تو دیکھا کہ سب اُونٹ کھڑے ہوتے ہیں۔

۲: اناساگر چونکہ ایک ایسا مقام تھا جہاں بہت سے مندر تھے اس لیے اناگر کے
قریب قیام کرنے کی وجہ سے غیر مسلموں میں ناگواری پیدا ہوگئی اور یہ ناگواری اس لیے اور

بڑھ گئی کہ حضرت کے ساتھیوں نے حوض نیلہ کے کنارے بیٹھ کر وضو کرنا شروع کر دیا تھا کٹر برہمن جن کا عقیدہ تھا کہ مسلمانوں کے ہاتھ لگانے سے حوض کا پانی ناپاک ہو جاتا ہے انھوں نے وضو کے معاملہ میں حضرت کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا۔ خدّام حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور برہمنوں کے ناروا سلوک کا ذکر کیا تو حضرت کو سخت ناگواری ہوئی آپ نے عالمِ غیظ میں حکم دیا کہ اناساگر سے پانی کا ایک پیالہ لاؤ۔ پیالے کا بھرنا تھا کہ اناساگر اور حوض نیلہ دونوں خشک ہو گئے۔

ان تمام کرامات کو دیکھتے ہوئے بھی راجہ اپنی شرارتوں سے باز نہ آیا اور آپ کو اجمیر سے نکال دینے کی دھمکی دی لیکن آپ نے دھمکی پر صرف یہ اشارہ فرمایا۔

"پتھورا کو زندہ مسلمانوں کے حوالے کر دیا" یہ پیشین گوئی درست ثابت ہوئی سلطان شہاب الدین غوری نے پتھورا کے خلاف ۵۸۷ھ میں دو حملے کئے۔ اور آخری حملہ میں پتھورا گرفتار ہو کر مارا گیا۔

شہاب الدین غوری خراسان میں تھا کہ اس نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ فرما رہے ہیں کہ خداوند کریم تم کو ہندوستان عنایت کرنیوالا ہے تم اس ملک کو روانہ ہو جاؤ اسی خواب کے بعد اس نے ہندوستان پر فوج کشی کی۔

آپ کے تجدیدی کارنامے

آپ سے پہلے ہندوستان کی جو حالت تھی اس کا اجمالی تذکرہ اوپر گزر چکا ہے اس سے ناظرین کو بخوبی معلوم ہو گیا ہو گا کہ آپ کی تشریف آوری سے قبل ہندوستان کی کیا حالت تھی لیکن آپ کی تشریف آوری کے بعد آپ کے فیوض و برکات سے ہندوستان اسلام کے نور سے منور ہو گیا۔

آپ کی آمد سے قبل ہندوستان کے مسلمان نہایت قلیل تعداد میں تھے اور ان کی سیاسی حیثیت بھی کچھ نہ تھی لیکن آپ کی تشریف آوری کے بعد مسلمانوں کی تعداد روز بروز بڑھنے لگی اور سلطان غوری کی فوج کشی کے بعد تو مسلمانوں کی حیثیت بھی نمایاں ہو گئی اگرچہ

حضرت خواجہؒ صاحب ہندوستان تشریف نہ لاتے اور اپنے فیوض و برکات سے اسلام کی نورانی شمع فروزاں نہ کرتے تو شاید آج سے کئی سو سال پہلے مسلمانوں کا نام ہندوستان سے مٹ چکا ہوتا اس لیے آپ کے احسانات سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا اور نہ آپ کے تجدیدی کارناموں کو کوئی فراموش کر سکتا ہے۔

اس کے علاوہ آپ نے چھوت چھات کے اس بھیانک ماحول میں اسلام کا نظریہ توحید عملی حیثیت سے پیش کیا اور بتایا کہ یہ صرف ایک تخیل چیز نہیں ہے بلکہ زندگی ایک ایسا اصول ہے جس کو تسلیم کرنے سے ذات پات کی سب تفریق بے معنی ہو جاتی ہے یہ ایک زبردست دینی اور سماجی انقلاب کا اعلان تھا۔

ہندوستان کے بسنے والے ہزاروں مظلوم انسان اس اعلان کو سن کر دوبارہ زندگی کا کیف محسوس کرنے لگے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مقدس صحابہ کرامؓ نے اسلام کی تبلیغ کو اپنا سب سے بڑا مقصدِ حیات بنایا تھا اور اسی وجہ سے نہایت قلیل عرصہ میں اسلام دنیا کے کونے کونے میں پھیل گیا۔

(حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ العزیز نے اسی سنّت نبویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر عمل کرتے ہوئے اپنا مقصد بھی تبلیغِ اسلام بنایا اور آپ اس مقصد میں کامیاب رہے۔ خزینۃ الاصفیہ میں ہے ہزاروں چھوٹے بڑے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ چراغِ اسلام آپ ہی کے طفیل سے روشن ہوا۔)

صاحب سیر الاولیاء کا بیان ہے کہ جو جو شخص ان شہروں میں اسلام کے شرف سے ممتاز و معزز ہوا ان کی اولاد بھی نسل در نسل قیامت کے زمانے تک مسلمان رہے گی اور جن لوگوں کو تبلیغِ اسلام کی بدولت دارالحرب سے نکال کر دارالسلام میں لایا جائے گا ان سب کا ثواب قیامت تک شیخ الاسلام حضرت خواجہ معین الدینؒ کے دفترِ اعمال میں درج ہوگا اور جو لوگ آپ کی متابعت کریں گے وہ اس متابعت کی وجہ سے آپ کے جاہ و جلال میں ہمیشہ آپ سے واصل رہیں گے (ان ہی تجدیدی کارناموں کی وجہ سے ہندوستان

صوفیائے کرام میں خواجہ صاحبؒ کا مرتبہ سب سے بلند ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کی جانب سے آپ کو قطب المشائخین کے لقب کی بشارت ملی۔

خواجہ بختیار کاکی رحمۃ نے آپ کو ملک المشائخ، سلطان السالکین قطب الاولیاء شمس الفقراء کے لقب سے یاد کیا۔ میر خورد نے نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الہند کہا ہے۔

آپ کے اخلاق و عادات

محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تمام عمر عشقِ الٰہی میں وارفتہ رہنے کے ساتھ محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نشے میں بھی ڈوبے رہے۔ اپنے ملفوظات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر بہت ہی والہانہ انداز میں فرماتے تھے اور اکثر احادیث بیان فرما کر رونے لگتے تھے اور آپ کی احادیث پر عمل کرنے کی تاکید فرماتے تھے۔

ایک جگہ ملفوظات میں فرمایا کہ افسوس ہے اس شخص پر جو قیامت کے روز آپؐ سے شرمندہ ہوگا اس کی جگہ کہاں ہوگی جو آپ سے شرمندہ ہوگا یہ فرما چکے تو آپ پر گریہ طاری ہوگئی اور بہت دیر تک رہی۔

مجاہدہ

رات کو بہت کم آرام فرماتے اکثر عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے تھے قرآنِ کریم ایک بار دن میں ایک بار رات میں ختم فرماتے۔ مجاہدہ کے ابتدائی دور میں جب کسی شہر میں وارد ہوتے تو قبرستان میں قیام فرماتے مگر جب لوگوں کو آپ کی خبر ہوجاتی تو چپ چاپ کسی اور شہر کی طرف روانہ ہوجاتے۔

حِلم و عُفو

آپ ہمیشہ بردباری اور درگزر سے کام لیتے۔ ایک بار ایک شخص آپ کو قتل کرنے کے ارادے سے آیا۔ حضرت کو اس کا علم نورِ باطن سے ہوگیا لیکن وہ شخص جب نزدیک آیا تو آپ بہت ہی اخلاق سے پیش آئے اور اپنے پاس بٹھا کر فرمایا کہ جس ارادے سے آئے ہو اس کو پورا کرو۔

یہ سنتے ہی وہ شخص کانپنے لگا اور عاجزی سے بولا مجھے لالچ دے کر آپ کو ہلاک کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا یہ کہہ کر بغل سے چھری نکالی اور سامنے رکھ دی پھر قدم مبارک پر گر کر کہنے لگا کہ آپ مجھ کو اس کی سزا دیجئے بلکہ میرا کام ہی تمام کر دیجئے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا: کہ ہم درویشوں کا شیوہ ہے کہ ہم سے کوئی بدی بھی کرتا ہے تو ہم اس کے ساتھ نیکی سے پیش آتے ہیں اور اس کو بھی اپنا بھائی سمجھتے ہیں تم نے تو میرے ساتھ کوئی برائی نہیں کی۔ یہ کہہ کر اس کے لیے دعائیں کیں وہ شخص بہت متاثر ہوا اور حضرت کی خدمت میں رہنے لگا اور آپ کی دعاؤں کے طفیل سے اس کو ۴۵ بار حج کی سعادت نصیب ہوئی اور اسی مقدس سرزمین میں مدفون ہوا۔

مریدوں سے محبّت

حضرت کو اپنے خلفا و متوسلین سے بے انتہا محبت تھی۔ خانہ کعبہ میں خداوند کریم سے دعا کی تھی کہ قیامت تک سلسلہ چشتیہ قائم رہے چنانچہ یہ سلسلہ اب تک بحمد للہ قائم ہے اور انشاءاللہ قائم رہے گا۔

فیاضی

فقر و درویشی کے باوجود آپ کی خانقاہ میں فیاضیوں کا دور دورہ رہتا تھا۔ مطبخ میں اتنا کھانا روزانہ پکتا کہ تمام غربا و مساکین شکم سیر ہو جاتے۔

۸۲۰۹

حقوقِ ہمسایہ

پڑوسیوں میں کسی کا انتقال ہو جاتا تو جنازہ کے ساتھ ضرور تشریف لے جاتے نمازِ جنازہ اور تدفین کے بعد جب تمام لوگ واپس آجاتے تو تنہا اس کی قبر پر بیٹھے رہتے ایک بار ایک ہمسایہ کا انتقال ہوا تو حسبِ معمول جنازہ کے ساتھ گئے۔ حضرت قطب الدّین بھی ساتھ تھے۔ جب تمام لوگ لوٹ آئے تو آپ ہمسایہ کی قبر پر ٹھہر گئے۔ حضرت قطب الدین فرماتے ہیں کہ مَیں نے دیکھا کہ آپ کے چہرۂ مبارک کا رنگ یکایک متغیّر ہو گیا اور پھر زرد ہو گیا پھر اسی وقت اصل رنگ پہ آگیا اور خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

حضرت خواجہ قطبُ الدّینؒ نے چہرے کے رنگ کے تغیر کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ قبر میں عذاب کے فرشتے آئے تھے لیکن پھر رحمتِ الٰہی نازل ہوئی اور اسے عذابِ قبر سے بچا لیا گیا۔

لباس اور غذا

حضرت کے فقیرانہ لباس میں دوہرا بخیہ ہوتا تھا اگر وہ پھٹ جاتا تو جس رنگ بھی کپڑا ملتا اسی کا پیوند لگا لیتے تھے چنانچہ آپ کے لباس میں ایک ہی وقت میں تیس چالیس مختلف رنگ کے پیوند لگے دیکھے گئے۔ کھانا بہت کم تناول فرماتے۔ ریاضت و مجاہدے کے ابتدائی زمانے میں لگاتار سات سات روزے رکھتے اور صرف ایک چھٹانک آٹے کی ٹکیہ سے روزہ افطار کرتے۔ برابر صائم الدہر رہتے۔ سفر میں تیر کمان، نمک دان اور چقماق ساتھ رکھتے اور شکار کے کباب سے روزہ افطار کرتے۔

حضرت کی ازواجِ عالیہ اور اولاد

حضرت نے اجمیر کے قیام کے زمانے میں دو شادیاں کیں جن میں ایک تو حاکمِ اجمیر کی دختر

نیک اختر عصمت اللہ بی بی تھیں اور دوسری کسی ہندو راجہ کی لڑکی بی بی امۃ اللہ بی بی تھیں جو مشرف بہ اسلام ہوگئیں تھیں۔

حضرت کی اولاد میں تین لڑکے حضرت سیّد فخر الدّین، حضرت سیّد ضیاء الدّین ابوسعید اور حضرت سیّد حسام الدین تھے اور ایک دختر نیک بی بی حافظہ جمال تھیں۔ حضرت خواجہ صاحب نے سیّد فخر الدّین اور بی بی حافظہ جمال کو خلافت بھی دی۔ بی بی حافظہ جمال عورتوں کو روحانی تعلیم بھی دیا کرتی تھیں۔

حضرت ازدواجی زندگی میں کس عمر میں داخل ہوئے اس کے بارے میں تذکرہ نویسوں کا اختلاف ہے بعض تذکرہ نویسوں کے بیان کے مطابق آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کے مطابق ۷۹ سال کی عمر میں شادی کی تھی اور بعض کا کہنا ہے کہ آپ ۸۹ سال کی عمر میں ازدواجی زندگی میں داخل ہوئے۔

حضرت خواجہ بزرگؒ کی وفات

سیر الاقطاب میں ہے کہ وفات کے دن عشا کی نماز پڑھ کر اپنے حجرے کا دروازہ بند کر لیا۔ حجرہ کے باہر خانقاہ کے رہنے والوں کے کانوں میں ایسی آواز آتی تھی جیسے کوئی پاؤں ٹپک رہا ہو ان لوگوں کو خیال ہوا کہ حضرت پہ وجد کا عالم طاری ہے۔ آخری شب میں یہ آواز بند ہوگئی۔ فجر کی نماز کا وقت آیا تو دروازہ پر دستک دی گئی لیکن اندر سے کوئی آواز نہیں آئی۔ جب دروازہ کھولا گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ آپ واصل الحق ہو چکے ہیں۔ تاریخ وفات روز دوشنبہ ۶ رجب المرجب ۶۳۲ھ ہے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر مبارک کیا تھی تذکرہ نویسوں کا اختلاف ہے بعض نے ۹۷، بعض نے ۱۰۰ اور بعض نے ۱۰۴ بتائی ہے۔

سیر الاولیاء میں ہے۔

منقول ہے کہ جس شب کو شیخ الاسلام معین الدین حسن سنجری قدس سرہ العزیز انتقال کرنے والے تھے اس رات کو چند بزرگوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب

میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں خدا کا دوست ـــــــ معین الدین حسن سنجری آنے کو ہے اس لیے ہم اس کے استقبال کے لیے آئے ہیں۔ جب خواجہؒ نے انتقال کیا تو آپکی پیشانی پر لوگوں نے یہ الفاظ لکھے دیکھے۔ "حبیب اللہ مات فی حب اللہ"

"یعنی خداوند کریم کا دوست خداوند کریم کی محبت میں فنا ہو گیا۔

آپ کا روضۂ اقدس اجمیر شریف میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ ہر وقت روضہ مبارک پر میلہ لگا رہتا ہے۔ اس روضۂ مبارک کی سب سے پہلے خواجہ حسین ناگوری نے تعمیر کرائی پھر شاہانِ وقت اور عقیدت مند اس میں مزید عمارتوں کا اضافہ کرتے رہے۔

بادشاہوں کا خراجِ عقیدت

ہر دور میں ہندوستان کے مسلم بادشاہوں کو حضرت سے غیر معمولی عقیدت رہی سلطان التمش کو بزرگانِ چشت سے غیر معمولی عقیدت اور روحانی تعلق تھا۔ اس کی تفصیل آپ کو حضرت زکریا ملتانی اور دیگر حضرات کے تذکروں میں تفصیل سے ملے گی۔ مالوہ کے سلطان محمود خلجی نے راجپوتوں کے خلاف فوج کشی کی تو حضرت کے مزار مبارک پر پہلے حاضری دی اس کے بعد میدانِ جنگ کا رُخ کیا اور جب اس کو فتح ہوئی تو مزار کے قریب ایک خوبصورت مسجد بنوائی جو اب صندل خانہ کے نام سے موسوم ہے اس کے علاوہ مزار کی اور عمارتیں بھی اس نے تعمیر کرائیں۔

اکبر کو بھی حضرت سے بے انتہا محبّت تھی اور جب شہزادہ سلیم پیدا ہوا تو اکبر خوشی میں آگرہ سے اجمیر تک پا پیادہ گیا۔ راستہ میں روپیے اور اشرفیاں لٹاتا ہوا اجمیر شریف پہنچا اور وہاں شاہانہ طریقہ پر خیرات تقسیم کی ایک مسجد بنوائی جہانگیر اپنے آٹھویں سال جلوس میں اجمیر شریف گیا جب روضہ نظر آنے لگا تو ایک میل پہلے ہی سے پا پیادہ ہو گیا تھا اور راستہ کے دونوں طرف معتمدوں کو مقرر کیا کہ فقراء کو اور ضرورت مندوں کو روپے دیتے ہوئے آگے بڑھیں۔

زیارت کرنے کے بعد دوسرے دن اس نے حکم دیا کہ شہر کے ہر چھوٹے بڑے کو

انعام سے کمرخوش کیا جائے۔

اس کے علاوہ جہانگیر نے ۱۳۵۰ء میں ایک لاکھ دس ہزار روپے خرچ کر کے روضۂ مبارک کے گرد ایک طلائی احاطہ تیار کرایا تھا جو اب نہیں ہے جہانگیر کو اس قدر عقیدت تھی کہ وہ اس متبرک مقام میں تین سال تک مقیم رہا۔ اپنی تزک میں اجمیر اور روضۂ اقدس کے واقعات نہایت والہانہ بیان کرتا ہے

شاہجہاں نے بھی حضرت خواجہ کے آستانۂ عالیہ پر کئی بار حاضری دی۔ روضہ کے پاس سنگِ مرمر کی مسجد بنوائی۔ عالمگیر بھی کئی بار روضہ کی زیارت کیلئے گیا وہ اپنے مستقر سے روضہ اقدس تک پاپیادہ جاتا تھا۔ ایک بار پانچ ہزار روپے بھی بطور نذر پیش کئے۔

ان واقعات سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ان بوریا نشین درویشوں نے جو اپنے روحانی اثرات چھوڑے وہ خواص و عام کے دل و دماغ پر یکساں غالب رہے

حضرت خواجہؒ کے ملفوظات

آپ نے فرمایا کہ نماز اور شریعت کے فرائض کا منکر کافر ہے۔ صدقہ دینا ہزار رکعت پڑھنے سے بہتر ہے۔ مومن کو گالی دینا اپنی ماں بہن سے زنا کرنا ہے ایسے شخص کی دعا سو دن تک قبول نہیں ہوتی۔ پیشہ کرنے والا اللہ کا دوست ہے لیکن جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ پیشہ ہی کے ذریعے روزی ملتی ہے وہ کافر ہے کیونکہ رازقِ مطلق خدا ہے۔

مصیبت میں چلانا نوحہ کرنا اور کپڑے پھاڑنا ستر مسلمانوں کا خون کرنے کے برابر ہے۔ مومن وہ شخص ہے جو تین چیزوں کو دوست رکھتا ہے۔ درویشی، بیماری، موت۔ حاجت مندوں کی مدد کرنے والا اللہ کا دوست ہے۔

اگر کوئی شخص درود و وظائف میں مشغول ہو اور کوئی حاجت مند آجائے تو لازم ہے کہ وہ اس کو چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو اور اپنے مقدور کے مطابق اس کی حاجت پوری کرے۔ افضل ترین زہد موت کو یاد کرنا ہے۔

تین شخص بہشت کی بُو تک نہ پائیں گے۔ ایک جھوٹ بولنے والا درویش، دُوسرا کنجوس، تیسرا خیانت کرنے والا سوداگر۔

نماز کی اہمیت کے سلسلے میں فرمایا کہ نماز رکنِ دین ہے اور رکن ستون کے مترادف ہے۔ اگر ستون قائم رہے گا تو گھر کھڑا رہے گا اور جب ستون ہی گر جائے گا تو گھر بھی گر جائے گا جس نے نماز میں خلل ڈالا اُس نے اپنے دینِ اسلام کو خراب کیا۔

کلامِ پاک کی تلاوت کی بڑی فضیلت بتائی اور اُس کو ایک بڑی عبادت قرار دیا اور فرمایا سلطان محمود غزنوی کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا کہ خداوند کریم نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ جواب دیا ایک رات میں کسی قصبہ میں مہمان تھا جس مکان میں ٹھہرا تھا وہاں طاق میں قرآن کریم کا ایک ورق رکھا ہوا تھا۔ میں نے خیال کیا کہ یہاں ورق مصحف رکھا ہوا ہے سونا نہ چاہیئے۔

پھر دل میں خیال آیا کہ ورق مصحف کو کہیں اَور رکھ دوں اور خود یہاں آرام کروں پھر سوچا کہ یہ بڑی بے اَدبی ہوگی کہ اپنے آرام کی خاطر ورقِ مقدس کی جگہ تبدیل کر دوں اس ورق کو دوسری جگہ نہ بھیجا اور تمام رات جاگتا رہا۔ میں نے قرآن کریم کے ساتھ جو ادب کیا اسی کے بدلے حق تعالیٰ نے مجھ کو بخش دیا۔

حضرت نے اہلِ سلوک کی منجملہ عبادتوں میں سے پانچ اور عبادتیں بتائی ہیں، نمبر ۱ والدین کی خدمت نمبر ۲ قرآنِ کریم کی تلاوت نمبر ۳ علماء و مشائخ کی تعظیم نمبر ۴ خانہ کعبہ کی تعظیم اور زیارت نمبر ۵ پیر کی خدمت۔

حضرت کا ارشاد ہے کہ راہِ سلوک میں چار گناہ کبیرہ ہیں ۱: گورستان میں قہقہہ لگانا ۲: گورستان میں کھانا پینا کیونکہ یہ عبرت کا مقام ہے ۳: مردم آزادی کرنا۔ ۴: خدا کا نام لے کر لرزہ براندام نہ ہونا سالک کو ان گناہوں سے بچنا لازمی ہے۔

حضرت کا ارشاد ہے کہ عارف علم کے تمام رموز سے واقف رہتا ہے۔ اسرارِ الٰہی کے حقائق اور انوارِ الٰہی کے دقائق کو آشکار اکرتا ہے۔ عارف عشق میں کھو جاتا ہے اور اُٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے اسی کی قدرتِ کاملہ میں محو رہتا ہے اور متحیر رہتا ہے اسی سلسلہ

میں فرمایا ہے کہ عرفان ایک ایسی حالت ہوتی ہے کہ عارف ایک قدم بڑھا کر عرش سے حجابِ عظمت اور حجابِ عظمت سے حجابِ کبریا تک پہنچ جاتا ہے اور دوسرے قدم میں واپس آجاتا ہے۔ وہ خداوند کریم ہی جانتا ہے عارف دونوں جہاں سے قطع تعلق کر کے یکتا ہوجاتا ہے اور جب یہ یکتائی حاصل کر لیتا ہے تو وہ ہر چیز سے بیگانہ نظر آتا ہے عارف کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اس میں صفاتِ الٰہی کا ظہور ہو اور خداوند کریم سے عارف کی محبّت کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے دل کے نور کو ظاہر کر دے اور کوئی شخص اس کے سامنے دعوے سے آئے تو اس کو اپنی کرامت سے ملزم ٹھہرائے۔ عارف وہ ہے جو اپنے دل سے ساری باتیں نکال کر یگانہ ہوجائے۔

عارف کا کمال یہ ہے کہ دوست کی راہ میں اپنے آپ کو جلا کر خاک سیاہ کر دے عارف کی فضیلت اس میں یہ ہے کہ وہ خاموش رہے اور غم واندوہ میں عارف دنیا کا دشمن اور خداوند کریم کا دوست ہوتا ہے۔ اس کو دنیا کے شور اور ہنگامے کی کوئی خبر نہیں ہوتی۔ عارف گریہ کرتا ہے لیکن جب اس کو قربت نصیب ہوتی ہے تو وہ گریہ بند کر دیتا ہے۔

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ حق تعالیٰ کے پہچاننے کی علامت یہ ہے کہ بندہ مخلوق سے ہمیشہ بھاگتا رہے اور معرفت میں سدا خاموش رہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جب ہم ان جسمانی تعلّقات سے باہر قدم رکھ کر نگاہ کرتے ہیں تو عاشق اور معشوق کو ایک ہی چیز پاتے ہیں یعنی عالمِ توحید میں یہ تینوں باتیں ایک ہیں۔

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ مرید فقر کا نام ہے اسی وقت مستحق ہوتا ہے جبکہ عالمِ فانی میں بقا کی دولت سے مالا مال ہوجاتا ہے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ کب ثبات واستقلال کے ساتھ موصوف ہوتا ہے؟ فرمایا کہ جب فرشتہ کامل بیس سال تک اس کے دفترِ اعمال میں گناہ نہ لکھ سکے۔ آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ بدبختی کی علامت یہ ہے کہ آدمی معصیت میں آلودہ رہے پھر بھی اس بات کا امیدوار رہے کہ میں دربارِ خداوندی میں نگاہِ لطف وکرم سے دیکھا جاؤں گا۔

آپ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن اللہ کریم فرشتوں کو حکم دے گا کہ دوزخ کو سلگاؤ۔ جب وہ سلگانا شروع کریں گے تو دوزخ ایک ایسا سانس لے گا جس سے تمام محشر غبار آلود اور دھواں دھار ہو جائے گا۔ لوگوں کا دم گھٹنے لگے گا اور سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا لہٰذا جو شخص اس سخت روز کی مصیبت سے محفوظ رہنا چاہے اسکو چاہیئے کہ ایک ایسی عبادت کرے جو تمام عبادتوں سے بہتر و افضل ہے۔

حاضرین نے دریافت کیا کہ وہ کونسی عبادت ہے؟

فرمایا: مظلوموں اور عاجزوں کی فریاد رسی کرنا، ضعیفوں اور لاچاروں کی حاجت روائی کرنا، بھوکوں کا پیٹ بھرنا۔ آپ کا ارشاد ہے جس شخص میں ذیل کی تین خصلتیں جمع ہو جائیں تو یُوں سمجھنا چاہیئے کہ اللہ ربّ العزت اس کو دوست رکھتا ہے۔

ایک دریا جیسی سخاوت، دوسرے آفتاب جیسی شفقت تیسرے زمین کی مانند تواضع۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ جس نے بھی نعمت پائی سخاوت کی وجہ سے پائی اور گذشتہ لوگوں نے جو عزت و کرامت حاصل کی باطن کی صفائی سے حاصل کی یہ بھی فرماتے تھے کہ حقیقت میں متوکل وہ ہے جو اپنے رنج و محنت کو خلق سے وابستہ نہ جانے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ دو چیزوں کی وجہ سے انسان کو قرار و استقامت حاصل ہوتی ہے ۱: ادب عبودیت کی وجہ سے ۲: خداوند کریم کی تعظیم و توقیر کی وجہ سے۔

○

حضرت شیخ ابوالحسن علی ہجویریؒ

ابُوالحسن کنیت اور علی نام ہے۔ علاقہ غزنی کا ایک گاؤں۔ نام و نسبت ہجویری ہے جہاں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی اس لیے آپ ہجویری کہلائے۔ آخری زندگی میں لاہور تشریف لائے۔ اور یہیں قیام پذیر ہُوئے اس لیے لاہوری بھی مشہور ہُوئے۔ آپ کا سال ولادت سنہ ۴۰۰ھ ہے۔

تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے آپ کا شجرۂ نسب اس طرح ہے کہ حضرت سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ سے جاکر ملتا ہے۔ علی بن سیّد عثمان بن سیّد علی بن عبدالرحمٰن بن شاہ شجاع۔ بن ابوالحسن علی بن حسن اصغر بن سیّد زید شہید بن امام حسن بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

تعلیم

آپ کی علمی استعداد کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ اپنے زمانے کے صفِ اوّل کے علماء میں شمار ہوتے تھے۔ آپ کی تصانیف جن کی تفصیل آئندہ ملے گی وہ آپ کے علم پر شاہد ہیں۔ اپنے زمانے کے بڑے بڑے علماء سے علوم کی تکمیل فرمائی۔ آپ کے اساتذہ میں ابوالعباس بن محمد الاشقانی ابُوجعفر محمد بن الصباح شیخ ابو القاسم عبدالکریم القشیری شیخ ابوالقاسم بن علی الگرگانی خواجہ ابواحمد المظفر ابُوسعید فضل

اللہ رحمتہم اللہ تعالیٰ ہیں جو اپنے عہد کے چیدہ علمائے حق میں سے تھے۔

تعلیم وطریقت

باطنی و روحانی تعلیم ابوالفضل محمد بن الحسن ختلی سے پائی جن کا تعلق جنیدیہ سلسلہ سے تھا اپنے شیخ کا حال اپنی کتاب کشف المحجوب میں ذیل کے الفاظ میں بیان فرماتے ہیں وہ صلح کی زینت اور عابدوں کے شیخ تھے۔ میری تعلیم و طریقت ان ہی سے ہوئی۔ علم وتفسیر روایات کے عالم تھے اور سلسلہ جنیدیہ کے پابند اور خصری کے مرید تھے۔

۶۰ سال تک گمنامی کی حالت میں گوشہ نشین ہو کر لوگوں سے دور رہے قیام زیادہ تر پہاڑ میں رہتا تھا۔ اچھی عمر پائی۔ لباس ظاہر صوفیوں کا نہ تھا۔ ظاہری رسم کی پابندی کرتے تھے۔ ان سے زیادہ کسی کو میں نے پُر رعب نہیں دیکھا۔ جس روز آپ کی وفات ہوئی آپ بیت الجن میں تھے۔

یہ گاؤں ایک گھاٹی پر دمشق اور مابنیاز کے درمیان ہے اس وقت آپ کا سر میری گود میں تھا میرے دل کو اس وقت بڑی تکلیف ہو رہی تھی۔ آپ نے مجھ سے کہا: اے بیٹے! اعتقاد کا مسئلہ تم کو بتاتا ہوں۔ اگر تم اپنے آپ کو اس کے مطابق درست کر لو گے تو تمام مصائب و تکالیف سے تم کو رہائی ہو جائے گی۔ تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ خداوند کریم ہر جگہ اور ہر وقت اچھوں اور بُروں کو پیدا کرتا ہے مگر اس کے فعل سے دشمنی نہیں کرنی چاہیئے۔ یہ مختصر سی وصیت کی اور جان اللہ رب العزت کے سپرد کر دی۔

سیاحت

رُوحانی کمال کے حصول اور کسب فیوض و برکات کیلئے تمام اسلامی ممالک شام، عراق، بغداد، فارس، آذربائیجان، طبرستان، بوماورالنہد اور ترکستان وغیرہ کا سفر کیا اور ہر سفر میں صوفیائے کرام کی صحبتوں سے مستفید ہوئے۔ خراسان میں آپ تین

سو مشائخ سے ملے ہیں جن میں شیخ محمّد زکی بن العلا شیخ الشیوخ ابُو الحسن بن شیخ ابواسحٰ بن شہر یار شیخ ابُو طاہر مکتوب قابلِ ذکر ہیں۔

سفر کا ایک واقعہ خود بیان کرتے ہیں کہ مَیں ایک مرتبہ شیخ ابُو یزیدؒ کے مزار پہ تین ماہ تک حاضر رہا۔ ہر روز غسل اور وضو کر کے بیٹھتا تھا مگر وہ کشف حاصل نہ ہوا جو ایک بار وہاں حاصل کر چکا ہے۔ آخر مَیں خراسان کی طرف چلا گیا۔ ایک گاؤں میں پہنچا تو خانقاہ میں متصوفین کی ایک جماعت نظر آئی مَیں اس جماعت کی نظر میں بہت ہی کمتر معلوم ہوا ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ ہم میں سے نہیں ہیں یہ تو عام لوگوں میں سے ہے انھوں نے مجھے ٹھہرنے کیلئے کوٹھا دیا اور وہ خود اونچے کوٹھے پر ٹھہرے۔ کھانے کے وقت مجھ کو سوکھی روٹی دی اور خود اچھا کھانا کھایا کھانے کے بعد تربوزہ کے چھلکے میرے سر پر پھینکتے تھے اور طنز کی باتیں کرتے تھے مگر وہ جتنا طنز کرتے تھے اتنا ہی میرا دل خوش ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ ذلت اٹھاتے اٹھاتے وہ کشف حاصل ہو گیا جو اس سے پہلے نہ ہوا تھا۔

ایک اور واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ شام میں حضرت بلالؓ موذن کے روضہ پر سرہانے سو رہا تھا کہ خواب میں دیکھا کہ مکہ معظمہ میں ہوں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اندر داخل ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بوڑھے آدمی کو بچہ کی طرح گود میں لیے ہوئے ہیں مَیں نے آگے بڑھ کر قدم چومے اور حیران تھا کہ گود میں یہ بوڑھا شخص کون ہے؟ آپ کو میرے دل کا حال معلوم ہو گیا۔ فرمایا کہ یہ تیرا امام ہے یعنی امام ابُو حنیفہ رح اس سے مجھ پر یہ منکشف ہوا کہ امام ابُو حنیفہ رح گو مادی طور پہ فانی ہو چکے ہیں مگر احکامِ شرعی کیلئے باقی ہیں اور امام ابُو حنیفہ رح کے حامل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

اپنی سیاحت کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ چالیس سال تک مسلسل سفر میں رہے لیکن کبھی جماعت کی نماز قضا نہیں کی اور ہر جمعہ کو نماز کیلئے کسی قصبہ میں قیام کرتے۔

آپ کے دیگر احوال وکوائف

آپ نے اپنے مرشد کے احوالِ مبارکہ میں بیان کیا ہے کہ وہ صوفیوں کی ظاہری رسوم

اشکال کو ناپسند فرماتے تھے۔ پیر و مرشد کی طرح آپ بھی ان ظاہری رسوم سے نفرت کرتے تھے۔ ان ظاہری رسوم کو معصیت و ریا کہتے ہیں اور ان کی صحبت کو تہمت کا مقام دیتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ احادیث ہیں جن میں تہمت کے مقام سے بچنے کی آپ نے تعلیم فرمائی ہے۔ اس سلسلے میں یہ سلسلہ استدلال پیش کرتا ہے۔

تعلقات زناشوئی سے پاک رہے۔ ایک سال تک کسی سے غائبانہ عشق رہا۔ مگر جب اس میں زیادتی پیدا ہونے لگی اور قریب تھا کہ دین تباہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کمالِ لطف سے اس عشقِ مجازی کے فتنہ سے بچا لیا۔

لاہور میں آپ کی تشریف آوری

شیخ حسین زنجانی اور شیخ علی ابوحسن ہجویری دونوں ایک ہی پیر کے مرید تھے ان کے پیر اپنے عہد کے قطب تھے۔ حسین زنجانی عرصہ سے لاہور میں سکونت پذیر تھے اور گم گشتگان راہِ حق کو تعلیم و فیوض سے بہرہ مند فرماتے تھے۔

کچھ دنوں نے بعد شیخ ابوالحسن علی ہجویریؒ کے پیر و مرشد نے اپنے مرید کو حکم دیا کہ "لاہور جا کر قیام کرو اور ہندوستان سے کفر و بے دینی کو دور کرو"۔ شیخ نے عرض کیا کہ وہاں شیخ زنجانی موجود ہیں لیکن مکرر فرمایا کہ لاہور جاؤ تاخیر نہ کرو۔ جب شیخ لاہور تشریف لائے تو رات تھی۔ صبح کو دیکھا کہ شیخ حسین کا جنازہ جا رہا تھا۔

آپ پہلی بار ہندوستان تشریف لائے اور کچھ دن قیام کر کے پھر واپس اپنے مرشد کے پاس چلے گئے اور ان کی وفات تک وہیں مقیم رہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ مرشد کی وفات کے وقت ان کا سر آپ کے زانوں پر تھا۔ مرشد کی وفات کے بعد آپ ۴۳۸ھ میں پھر ہندوستان تشریف لائے اور لاہور میں قیام فرمایا۔ شروع میں لاہور کے قیام سے خوش نہ تھے چنانچہ ایک جگہ خود فرماتے ہیں۔ میں لاہور میں ناجنسوں کی صحبت میں گرفتار ہوں۔

آپؒ کی خدماتِ جلیلہ

آپ نے اس نازک زمانے میں ہندوستان کو اپنی روحانی تجلیوں اور فیوض سے معمور کیا۔ آپ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح کی آمد سے قبل بھی ہند آچکے تھے ظاہر ہے اس وقت ہندوستان کی حالت کیا ہوگی لیکن آپ نے ان حوصلہ شکن حالات میں اسلام کا ابدی پیغام پیاسی روحوں تک پہنچایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی تبلیغ واشاعت کی۔

آپ کی عظمت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے آپ کے مزارِ پُرانوار پر چلّہ کیا اور جب مدت ختم کر کے رخصت ہوئے تو یہ شعر پڑھا۔

گنج بخش ہر دو عالم مظہر نورِ خدا
کاملاں را پیرِ کامل ناقصاں را راہنما

اقلیم روحانیت کے شاہ حضرت خواجہ معین الدین جس بزرگ کے مزار پر چلّہ فرمائیں اور جس کی شان میں مندرجہ بالا شعر فرمائیں اس کا درجہ کیا ہوگا اس کا اندازہ خود کیجیے۔ تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ گنج بخش کے شہرت کا سبب یہی ہے کہ عوام میں داتا گنج بخش کے نام سے بھی مشہور ہیں۔ حضرت فریدالدین گنج شکرؒ نے بھی آپ کے مزار پر چلّہ کشی کی تھی جو آپ کے اعلیٰ روحانی کمال کی دلیل ہے۔

تصانیف

آپ ایک صاحبِ تصنیف بزرگ ہیں اب تک آپ کی حسبِ ذیل کتابوں کے نام ملے ہیں:

۱: کشف المحجوب ۲: منہاج الدین ۳: کتاب الفناء والبقاء ۴: اسرار الخرق و الموءنات ۵: کتاب البیان لاہل العیان ۶: بحر القلوب ۷: الرعایۃ تحقیق اللہ لیکن ان کتابوں میں سے سوائے اوالذکر کتاب کے کسی کا پتہ نہیں۔ کشف المحجوب ہر زمانہ

ن تصوف پر ایک بے نظیر کتاب سمجھی گئی اور اس سے صدہا انسانوں نے فائدہ اٹھایا اور اولیائے کرام نے اس کتاب کو پڑھنے کی تلقین کی۔ حضرت نظام الدین اولیا کا ارشاد ہے کہ جس کا کوئی مرشد نہ ہو اس کو کشف المحجوب کے مطالعہ کی برکت سے ل جاتے گا۔ حضرت شرف الدین یحییٰ منیری اپنے مکتوبات میں جابجا اس کا ذکر فرماتے ہیں اور اس کو پڑھنے کی تلقین فرماتے ہیں۔

ملا جامی رح فرماتے ہیں :-

"کشف المحجوب فن تصوف کی معتبر کتابوں میں سے ہے۔ تمام لطائف اور حقائق کو اس میں جمع کر دیا ہے"۔

دارا شکوہ نے ایک جگہ تحریر کیا ہے :

"حضرت علی ہجویری رح کی بکثرت تصانیف ہیں۔ کشف المحجوب مشہور و معروف ہیں کسی کو اس پر کلام نہیں کہ یہ کتاب ایک مرشد کامل ہے اور فارسی میں اس سے بہتر کوئی کتاب اب تک تصنیف نہیں کی گئی۔

غرضیکہ عربی میں رسالہ قشیریہ کو جو مقام حاصل ہے وہی مقام فارسی میں کشف المحجوب کو حاصل ہے۔ اس کتاب کی جامعیت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ اسلامی تصوف کے تمام پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور کسی بحث کو تشنہ نہیں چھوڑا۔

وفات

دوسری مرتبہ جب لاہور تشریف لائے تو آخری لمحۂ زندگی تک لاہور ہی میں مقیم رہے۔ ۴۶۵ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار مبارک جو وسط لاہور میں واقع ہے۔ صدیوں سے مرجع خلائق ہے۔ آج بھی آپ کے مزار پر انوار کا ایک میلہ سا لگا رہتا ہے اور جمعرات کو تو اس قدر ہجوم ہوتا ہے کہ انسانی سروں کا ایک سمندر لہراتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

آپ کے ملفوظات اور تعلیمات

علم کے سلسلے میں فرمایا کہ علم کی دو قسمیں ہیں ۱: علمِ خداوندی اور علمِ خلق۔ الل
ربّ العزّت کے نزدیک بندوں کا علم بالکل ہیچ ہے اور تمام موجودات اور معد
کو بخوبی جانتا ہے۔ بندوں کا علم ایسا ہونا چاہیئے کہ ظاہر و باطن میں نفع بخش ہو۔ ا
کی دو قسمیں ہیں۔

۱: اُصولی یعنی ظاہر میں کلمۂ شہادت پڑھنا اور باطن میں معرفت کی فکر کرنا۔
۲: فروعی یعنی ظاہر میں معاملہ کرنا اور باطن میں اس کیلئے صحیح نیت نہ رکھنا۔
آپ کا ارشاد ہے کہ ظاہر بغیر باطن کے منافقت ہے اور باطن بغیر
ظاہر کے گمراہی ہے۔ علمِ باطن کو حقیقت کہا جاتا ہے اور علمِ ظاہر کو شریعت۔
آپ کے نزدیک علمِ شریعت کے تین ارکان ہیں ۱: کتاب ۲: سنت ۳: اجما
سنّت۔ علمِ باطن کے بھی تین ارکان ہیں۔ ۱: خداوندکریم کی ذات کا علم ۲: خداوندکریم کی
صفات کا علم۔ ۳: خداوندکریم کے افعال کا علم۔

فقر کے سلسلے میں فرمایا کہ ایک فقیر کا کمال یہ ہے کہ اگر دونوں جہاں اس کے فقر
کے ترازو میں رکھے جائیں تو وہ ایک مچھر کے برابر نہ ہوں اور اس کی ایک سانس دونوں
عالم میں نہ سمائے۔

غنا کے متعلق فرمایا کہ غنا فقر سے افضل ہے کیونکہ غنا خدا کی صفت ہے
فقر کی نسبت اس کی جانب جائز نہیں۔

تصوّف کے متعلق فرمایا کہ اہلِ تصوّف کی تین قسمیں ہیں ۱: صوفی جو اپنی ذات کو
فنا کر کے خداوندکریم کی ذات میں دوام و بقا حاصل کرتا ہے ۲: متصوّف جو صوفی کے
درجہ کو مجاہدہ اور ریاضت سے تلاش کرتا ہے۔ ۳: متصوّف جو محض مال و منال اور
جاہ و حشمت کیلئے اپنے کو مثلِ صوفی کے ظاہر کرتا ہے اور صوفی کی طرح ظاہری اعمال
کرتا ہے لیکن حقیقت میں وہ تصوّف سے کوسوں دور ہوتا ہے اور اس کو تصوّف سے

کوئی نسبت نہیں ہوتی۔ ایک جگہ یہ حکیمانہ ارشاد فرمایا ہے کہ خدا کو میں نے خدا ہی سے پہچانا اور خدا کے سوا کو اس کے نور سے پہچانا۔

ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ معرفت پسندیدہ نہیں ہے جس میں یہ طاقت نہ ہو۔ ان کے نزدیک معرفت شوق اور محبت کا نام ہے اور شوق و محبّت کی علامت اطاعت ہے۔ شوق اور محبّت جس قدر زیادہ ہوتی جائے گی اسی قدر فرمانِ الٰہی کی تعظیم بڑھتی جائے گی اور عمل کی رغبت پیدا ہوگی۔

انبیاء علیہم السّلام کی زندگیاں ہمارے لیے بہترین مثالیں ہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایمان کے بعد طہارت فرض ہے اس کی دو قسمیں ہیں ۱: طہارتِ ظاہر ۲: طہارتِ باطن۔ طہارت ظاہر کے بغیر نماز درست نہیں۔ طہارتِ باطن۔ باطن کے بغیر معرفت حاصل نہیں ہوتی۔ طہارت باطن کا مطلب یہی ہے کہ اپنے آپ کو امراض روحانی حسد، بغض ریا، ناشکری وغیرہ سے پاک کیا جائے۔

حضرت خواجہ قطب الدّین بختیار کاکیؒ

نام ونسب

حضرت خواجہ قطب الدّین بختیار کاکی رح اوشی قصبہ اوش میں پیدا ہوئے
اوش ماوراالنہر رح کے علاقہ میں واقع ہے۔ قطب الدین لقب اور بختیار نام
خواجہ کاکی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ اپنے پیر ومرشد کی حسینی سادات میں سے
سلسلۂ نسب اس طرح چودہ پشتوں کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ
سے جاملتا ہے۔

خواجہ قطب الدین بختیار اوشی بن سیّد کمال الدّین بن سیّد موسیٰ بن
سیّد احمد اوشی بن سیّد کمال الدین بن سیّد محمّد بن سیّد احمد بن رضی الدّین
بن سیّد حسام الدین بن سیّد رشید الدین بن سیّد جعفر حضرت نقی الوجود بن علی
موسیٰ رضا بن موسیٰ کاظم بن موسیٰ جعفر صادق بن محمّد باقر بن زین العابدین بن امام حسین
بن امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہم

ابتدائی تعلیم

آپ بچپن ہی میں سایہ پدری سے محروم ہوگئے تھے جس وقت آپ کے والدِ محترم
کا انتقال ہوا آپ کی عمر صرف ڈیڑھ سال تھی۔ والدہ ماجدہ نے تعلیم و تربیّت کا فرض

انجام دیا۔ چونکہ آپ پیدائشی ولی تھے اور آپ کی کرامت کا ظہور ابتدا ہی سے ہو گیا تھا اس لیے آپ کی والدہ ماجدہ نے جب آپ کی باطنی جوہر دیکھے تو تعلیم کی فکر ہوتی چنانچہ جب پڑھنے کے قابل ہوئے تو ایک نیک اور صالح بزرگ مولانا ابوالحفص رح کے پاس تعلیم کے لیے بھیج دیا آپ نے ان سے ظاہری علوم کے علاوہ سلوک اور باطنی علوم کی تعلیم بھی حاصل کی۔

ابتدائی عمر سے ہی آپ کو ریاضت و مجاہدات کا شوق تھا۔ ہمیشہ آپ مشغول رہنے لگے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ ظاہری آداب میں بھی ماہر ہو گئے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح سے بیعت

صاحب سیر الاولیاء کا بیان ہے کہ آپ نے ماہ رجب المرجب ۵۲۲ ھ میں بغداد میں ابواللیث سمرقندی کی مسجد میں شیخ شہاب الدین سہروردی اور شیخ واحدالدین کرمانی اور شیخ معین الدین سنجری رح کی بیعت سے شرف ممتاز ہوئے اور آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور صاحب سیر الاخطاب کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین رح قصبہ اوش میں پہنچے تو آپ نے حضرت خواجہ سنجری رح سے شرف بیعت حاصل کیا اور ۱۷ سال کی عمر میں خرقہ خلافت پایا۔

حضرت شیخ کی عبادت و ریاضت

حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ شیخ قطب الدین عبادت و ریاضت میں مشغول رہا کرتے تھے۔ سونا بالکل ترک کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ بستر راحت پر کبھی کسی نے آپ کو آرام کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ شروع زمانے میں نیند کے غلبہ کے بعد تھوڑی دیر سو لیتے تھے۔ لیکن آخر عمر میں وہ بھی بیداری سے بدل گیا تھا اور اکثر زبان مبارک پر جاری ہوتا تھا کہ اگر کبھی میں سو جاتا ہوں تو سخت زحمت و تکلیف اٹھاتا ہوں۔

(سیر الاولیاء)

صاحب اخبار الاخیار شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ آپ کی عبادت و ریاضت کے متعلق فرماتے ہیں:۔

آپ کے شغلِ حق کی یہاں تک نوبت پہنچ گئی تھی کہ جب کوئی آپ کی زیارت کے لیے آتا تو تھوڑی دیر ٹھہر کر ہوش میں آتے اور پھر مشغولِ بحق ہو جاتے یا کبھی اپنے آئندہ کے حال میں سے کچھ فرما دیتے۔ پھر زائرین سے فرماتے تھے مجھے معاف کرو کہ میں ملاقات کی فرصت نہیں رکھتا یہ کہہ کر پھر مشغول ہو جاتے۔

تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ بیعت کے بعد وہ دن رات میں پچانوے (۹۵) رکعت نماز ادا کرتے تھے اور ہر رات کو تین ہزار بار درود شریف پڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں ہدیہ بھیجا کرتے تھے۔ شادی کی ابتدائی تین راتوں میں اپنے معمولات کو ادا نہ کر سکے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رئیس احمد نامی ایک بزرگ کو خواب کے ذریعے یہ پیغام دیا کہ وہ بختیار سے دریافت کریں کہ آخر یہ بے نیازی کیوں؟ یہ سن کر حضرت نے اسی وقت بیوی کو طلاق دے دی حالانکہ شادی کے کل تین دن گزرے تھے۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام قطب الدین کا چھوٹا صاحبزادہ انتقال کر گیا جب شیخ اسے دفن کر کے واپس آئے تو لڑکے کی ماں کی رونے کی آواز آپ کے کان میں پہنچی۔ شیخ نے بہت افسوس کیا۔ شیخ بدر الدین غزنویؒ نے جو اس وقت آپ کی مجلس میں حاضر تھے پوچھا کہ حضرت یہ افسوس کیسا؟ فرمایا مجھے اس وقت یاد آیا کہ میں نے پہلے فرزندگی کے لیے ...... خداوند کریم سے دعائیں کیوں نہ کیں۔ اگر میں اس وقت اس کی بابت خداوند کریم سے درخواست کرتا تو ضرور یہ درخواست قبول ہوتی۔ یہاں پہنچ کر سلطان المشائخ کا استغراق دوست کی یاد میں اس درجہ پہنچ گیا تھا کہ اپنے فرزند کی زندگی و موت کی خبر نہ تھی۔

(سیر الاولیاء)

سیاحت

حضرت شیخ نے بھی مختلف مقامات کی سیاحت فرمائی۔ اس سیاحت میں عجیب وغریب واقعات پیش آتے اور اکابر اولیاء اللہ سے ملاقاتیں ہوئیں۔ ان واقعات میں مفید نصائح ہیں۔ آپ نے خود ان واقعات کی تفصیل اپنے ملفوظات میں بیان فرمائی ہیں چند واقعات درج کیے جاتے ہیں۔

۱: غزنی تشریف لے گئے تو وہاں ایک شیخ کریم الفضلی سے ملاقات ہوئی یہ بزرگ کامل تھے۔ جو کچھ آتا کبھی اپنے پاس نہ رکھتے۔ دن میں جو چیزیں آتیں وہ شام تک تقسیم کر دیتے تھے۔ اور جو رات کو حاصل ہوتیں صبح تک نہ رکھتے۔ ہمیشہ معمول تھا کہ بھوکوں کو کھانا کھلاتے۔ ننگوں کو کپڑے پہناتے۔ ایک مرتبہ وہ بزرگ فرمانے لگے کہ ۴۰ برس میں نے مجاہدہ کیا کچھ حاصل نہ ہوا اور کوئی روشنی نظر نہ آئی اور اب یہ عالم ہے کہ عرش اور حجاب عظمت تک کی چیزیں پوشیدہ نہیں ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے آنکھوں کے سامنے کوئی پردہ ہی نہیں۔

۲: دریائی سفر کے واقعات کے سلسلے میں بیان فرمایا کہ میں اپنے یارِ غار قاضی حمیدالدین ناگوری کے ساتھ ایک دریا کے کنارے بیٹھا ہوا تھا کہ ایک بہت بڑا بچھو تیزی سے کہیں جا رہا ہے۔ میں نے قاضی سے کہا کہ اس میں کوئی راز پوشیدہ ہے۔

ہم دونوں بچھو کے پیچھے ہو لیے۔ بچھو ایک درخت کے پاس پہنچا تو اس نے ایک بہت ہی خوفناک اژدھے کو مار ڈالا پاس ہی ایک شخص سویا ہوا تھا ہم وہاں ٹھہر گئے کہ یہ شخص نیند سے اُٹھے تو ہم اس سے ملاقات کریں۔ ہم نے اس کے نزدیک جا کر دیکھا تو وہ ایک شرابی تھا۔ اس وقت بھی نشہ میں بدمست پڑا تھا۔ دل میں تعجب ہوا کہ ایسے نافرمان بندے پر خداوند کریم نے اس قدر رحمت فرمائی! غیب سے آواز آئی کہ اگر ہم پارساؤں پر رحمت فرمائیں تو غریبوں کا کون مددگار ہوگا۔ اس کے بعد وہ

شخص اُٹھا تو مردہ اژدھے کو پاس ہی پڑا دیکھ کر بہت حیران ہوا۔ ہم نے سارا واقعہ اس سے بیان کیا تو وہ بہت نادم ہوا۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ہم نے سنا کہ وہ بہت بڑا بزرگ ہو گیا۔ خداوند کریم نے اپنی معرفت اس کے دل میں ڈال دی اس نے ستر بار پیدل حج کیا۔

۳: ایک اور واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شہر میں دیکھا کہ دس آدمی بے خبر کھڑے ہیں نماز کے وقت ہوش میں آجاتے اور نماز ادا کر کے پھر عالم مدہوشی و سکر میں آجاتے ہیں۔ میں بہت دنوں تک ان کی خدمت میں رہا۔ ایک روز اُن سے میں نے پوچھا کہ آپ لوگوں کا یہ حال کب سے ہے جواب دیا کہ ساٹھ ستر سال سے ہم نے ابلیسِ لعین کا قصّہ سنا تھا اس وقت سے ہمارا یہ حال ہے۔ خداوند کریم کا جلال اور خوف دل میں جاگزیں ہو گیا ہے۔

۴: اپنی مشہور کتاب دلیل العارفین کی مجلس چہارم میں ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھ کو بغداد میں بارہا حضرت شیخ شہابُ الدین عمر سہروردی کی صحبت میں جانے کا اتفاق ہُوا وہ واقعی بہت بزرگ اور بڑے عابد و زاہد تھے میں نے اپنی سیر و سیاحت میں ان جیسا عبادت گزار نہیں دیکھا۔

۵: سمرقند کا حال سناتے ہُوئے فرمایا کہ وہاں ایک شخصِ کامل سے ملاقات ہُوئی۔ عالمِ تحیر میں تھے۔ میں نے وہاں لوگوں سے پوچھا کہ ان کو اس حال میں کتنے سال ہُوئے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ ہم ان کو بیس سال سے اس حالت میں دیکھتے ہیں۔ میں چند روز ان کی خدمت میں رہا۔ ایک بار ان کو ہوش میں پایا تو دریافت کیا کہ کتنے روز سے آپ کو کسی کے آنے جانے کی اطلاع نہیں ہوئی؟

جواب دیا:

اے نادان درویش! جب دریائے محبّت میں بندہ غرق ہو جاتا ہے تو اس کے اگر ٹکڑے ٹکڑے بھی کر ڈالیں اس کو خبر نہ ہوگی۔ یہ وہ راستہ ہے جہاں جان دے دینا مطلوب ہے۔

حضرت قطب الدینؒ کی ہندوستان میں تشریف آوری اور دہلی میں قیام

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ جب بغداد سے ہندوستان چلے آئے اور اجمیر شریف میں مستقل قیام فرمالیا تو حضرت قطب الدین بختیار کاکی رح کو حضرت کا فراق بے حد ستانے لگا۔ چنانچہ آپ نے بھی ہندوستان جانے کا فیصلہ کر لیا۔ راستہ کی تکلیف برداشت کرتے ہوئے آپ ملتان پہنچے تو یہاں کے مشہور بزرگ حضرت شیخ بہاؤالدین قدس سرہٗ العزیز بکمالِ محبت وشفقت سے ملے۔

حضرت ملتان کے یہاں کچھ دن قیام فرمایا۔ اسی اثناء میں مغلوں نے ہندوستان پر یورش کی تو ملتان کا حاکم قباچہ حضرت سے فیوض وبرکات کا طلب گار ہوا۔ اور کہا کہ آپ ہی کی کرامت سے مغل شکست کھا کر فرار ہو گئے۔

ملتان سے آپ دہلی تشریف لائے۔ سلطان شمس الدین التمش اس وقت ہندوستان پر فرمانروائی کر رہا تھا اس کو جب آپ کی آمد کی اطلاع ملی تو حشم وخدم کے ساتھ آپ کا استقبال کیا اور آپ کے قیام کا انتظام شہر کے اندر کرنا چاہا لیکن آپ نے ایک قصبہ کلو کھیڑی میں رہائش پسند کی۔

سلطان نے اس کے بعد یہ معمول بنا رکھا تھا کہ ہفتہ میں ایک بار حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ کے فیوض وبرکات سے مستفید ہوتا تھا۔ آخر میں سلطان نے عرض کیا کہ شہر سے دور آنے میں سلطنت کے کاروبار میں حرج واقع ہوتا ہے بہتر ہے کہ آپ شہر میں قیام فرمائیں۔ آپ مجبوراً شہر دہلی کے اندر قیام کرنے پر راضی ہو گئے اور ملک عین الدین کی مسجد میں قیام فرمایا۔

حضرت کا شہر میں آنا تھا کہ خلق خدا آپ پر ٹوٹ پڑی۔ خاص وعام امیر وغریب سب آپ کے حلقۂ بگوش میں شامل ہو گئے۔ بادشاہ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور تمام اُمرائے سلطنت آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے۔

آپ کو دہلی میں قیام کیے ہوئے ابھی تھوڑی ہی مدت گزری تھی کہ شیخ الاسلام م

مولانا جمال الدین بطامی کا انتقال ہو گیا۔ مولانا کے انتقال کے بعد سلطان نے آپ سے استدعا کی کہ اس عہدۂ جلیلہ کو قبول فرمائیں لیکن آپ نے انکار کیا۔ آخر یہ عہدہ شیخ نجم الدین صغریٰ کو جو بہت بڑے عالم اور صوفی تھے دیدیا۔

شیخ نجم الدین صغریٰ خواجہ عثمان کے مرید تھے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ سے بھی تعلقات تھے اور برگزیدہ حضرات میں شمار کیے جاتے تھے لیکن حضرت خواجہ قطب الدین کی مقبولیت اور دینی وجاہت نے ان کے دل میں رشک و حسد کی آگ بھڑکا دی

حضرت خواجہ قطب الدینؒ کے دہلی تشریف لانے کا مقصد حقیقت میں اپنے پیر و مرشد خواجہ معین الدین رحؒ سے شرف ملاقات حاصل کرنا اور آپ کی کوششوں سے مستفید ہونا تھا۔ لہٰذا آپ نے اپنے پیر و مرشد کو ایک عریضہ ارسال کیا جس میں شوقِ ملاقات اور اشتیاقِ قدم بوسی کی تمنّا تھی۔

خواجہ صاحب اپنے برگزیدہ مرید کی آتشِ شوق بجھانے کیلئے دہلی تشریف لائے۔ آپ کی تشریف آوری کی اطلاع سے سارا شہر اُمڈ کر آپ کی زیارت کیلئے جمع ہو گیا۔ تمام خواص و عام آپ کے دیدار سے مشرف ہونے کیلئے خدمت میں حاضر ہوئے مگر دہلی کے شیخ الاسلام شیخ نجم الدین صغریٰ نہیں آئے۔ حضرت خواجہ اجمیری جو خود ان کے مکان پر ملنے کیلئے گئے۔ شیخ نجم الدین نے شکایت کی کہ قطب صاحب کے ساتھ لوگوں کی عقیدت کیوجہ سے میری شیخ الاسلامی کی ذرہ برابر بھی قدر و قیمت نہیں۔ شیخ الاسلام کی خاطر حضرت خواجہ صاحب نے قطب صاحب کو دہلی چھوڑ کر اپنے ساتھ اجمیر چلنے کا حکم دیا۔ حضرت قطب صاحب تو دل سے یہی چاہتے تھے کہ پیر و مرشد سے جدا نہ ہوں اور اسی لیے ہندوستان تشریف لائے تھے فوراً چلنے کے لیے آمادہ ہو گئے۔

التمش نے بڑی منت و زاری کی لیکن حضرت خواجہ اجمیری نے اس کی بات نہ مانی اور حضرت خواجہ قطب صاحب کو ساتھ لے کر روانہ ہو گئے۔ دہلی کے لوگوں نے جا آپ

کو جاتے دیکھا تو عاشقِ زار کی طرح آہ و فغاں کرنے لگے۔ جس جگہ قطب صاحب پاؤں رکھتے تھے وہاں کی خاک اٹھا کر آنکھوں سے لگاتے تھے اور چیخیں مار مار کر روتے تھے حضرت خواجہ بزرگ اجمیری رح نے آپ کے ساتھ عوام کی یہ عقیدت اور محبت دیکھی تو آپ نے ان کو اپنے ساتھ لیجانے کا ارادہ بدل دیا اور فرمایا بابا قطب الدین تم یہیں رہو۔ تمہارے چلے جانے سے دہلی کے لوگوں کو صدمہ پہنچے گا مجھے یہ منظور نہیں۔ چنانچہ آپ اپنے آخری وقت تک دہلی میں قیام فرمایا۔

حضرت قطب صاحب رح کی اپنے پیر و مرشد سے آخری ملاقات

مرشد کی وفات سے پہلے دہلی سے اجمیر جاکر آخری دیدار سے مشرف ہوتے دورانِ قیام میں اجمیر میں ایک روز حضرت معین الدین سنجری رح اپنے مریدین و خلفاء کے حلقہ میں تشریف لائے۔ حضرت خواجہ بختیار کاکی رح کو اپنے قریب بٹھایا اور فرمایا ساری دنیا انوار سے روشن ہے (یہ فرما کر رو پڑے) اے درویشو! مجھے اس جگہ اس واسطے لائے ہیں کہ یہاں میرا مدفن بنے اب چند روز میں میں اس عالمِ فانی سے کوچ کر جاؤں گا۔

اس کے بعد اپنے کاتب سے فرمایا کہ ایک فرمان شیخ قطب الدین بختیار کاکی رح کے نام تحریر کرو کہ وہ دہلی جائیں۔ میں نے خلافت اور سجادہ خواجگان ان کو عطا کیا اس کے بعد حضرت خواجہ قطب الدین سے ارشاد فرمایا کہ تمہارا مقام دہلی ہے اور فرمان حوالہ کیا۔ پھر حکم دیا کہ آگے آؤ۔ آپ آگے آئے تو اپنے دستِ مبارک سے اپنی دستار آپ کے سر پر باندھی اور حضرت شیخ عثمان ہارونی عصا اپنا قرآن کریم اور مصلےٰ عنایت فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امانتِ خواجگانِ چشت کے پاس تھی جو مجھ کو ملی تھی میں نے تمہیں سونپی تم اس کا حق اسی طرح ادا کرنا جیسا کہ اور خواجگانِ چشت ادا کرتے رہے ہیں تاکہ حشر کے روز میں اپنے مشائخ کے روبرو شرمندہ نہ ہوں۔ حضرت خواجہ قطب الدین نے ان تمام باتوں کو قبول کیا۔ اور دو رکعت نماز ادا کی اس کے بعد

خواجہ بزرگ نے مرید کا ہاتھ پکڑا اور آسمان کیطرف روتے مبارک اٹھا کر ارشاد فرمایا خدا کو سونپا اور تمہیں اپنی منزل پر پہنچا دیا۔ آپ اپنے پیر و مرشد سے رخصت ہو کر دہلی تشریف لے آئے۔ دہلی آئے ہوئے چالیس دن ہوئے تھے کہ اجمیر شریف سے قاصد خبر لایا کہ آپ کے روانہ ہونے کے بعد حضرت ۲۰ روز تک زندہ رہے اور پھر انتقال فرما گئے۔

حضرت خواجہ قطب الدینؒ کی خدمتِ جلیلہ

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح نے جس شمعِ ہدایت کو روشن فرمایا تھا اسکی روشنی اس ملک میں پھیلانے میں سب سے زیادہ جس متبرک ہستی نے حصّہ لیا۔ وہ خواجہ قطبُ الدین بختیار کاکی رح کی ذاتِ بابرکت ہے۔

آپ اس برِّاعظم کے سلطانِ اولیاء ہیں۔ تبلیغِ اسلام اور اشاعتِ دین آپ کا نمایاں حصّہ ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے قیام سے شاہی دربار پر غیر معمولی اثر پڑا شمس الدین التمش جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ اس کو رعایا اور فقیروں کے ساتھ دوستی اور سلوک کی تلقین فرماتے بادشاہ اس پر عمل کرتا اور مخلوقِ خدا سکون واطمینان سے زندگی بسر کرنے لگی۔

آپ کے فیض سے بادشاہ کی اس قدر اصلاح ہو گئی تھی کہ بعض تذکرہ نویسوں نے اسکو اولیاء اللہ کی فہرست میں شمار کیا ہے۔ التمش کے متعلق خود حضرت قطبُ الدین بختیار کاکیؒ سے سنیئے۔

> "اس کا عقیدہ صحیح تھا وہ راتوں کو جاگتا کسی نے اس کو سوتے نہیں دیکھا رات کو وہ گدڑی پہن لیتا تاکہ اس کی کسی کو خبر نہ ہو۔ اس کے ہاتھ میں سونے کے سکوں کی ایک تھیلی ہوتی۔ وہ ہر مسلمان کے دروازہ پر جاتا اس کے حالات پوچھتا اس کی مدد کرتا اس نے اپنے دروازے پر عدل کی زنجیر لٹکا رکھی تھی اور لوگوں کو حکم دے رکھا تھا کہ اگر تمہارے پاس کھانے کو نہ ہو یا تم پر کوئی ظلم کرے تو اس زنجیر کو ہلائیں تاکہ وہ ان کے ساتھ انصاف کر سکے

ورنہ قیامت کے روز ان کی فریاد کا بار کس کی طاقت برداشت نہ کر سکے گی۔ (فوائد السالکین)

التمش پر خوفِ آخرت غالب تھا۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے اپنے ملفوظات میں فرمایا۔

"ایک رات التمش میرے پاس آیا اور میرا پاؤں پکڑ لیا۔ میں نے کہا مجھ کو کب تک تکلیف دیتے رہو گے جو ضرورت ہو بیان کرو۔ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکومت دی ہے لیکن قیامت کے روز جب مجھ سے باز پرس ہوگی اس وقت بھی آپ مجھے نہ چھوڑیں گے وہ اس وقت واپس نہ گیا جب تک کہ میں نے اس کی بات قبول نہ کی۔

آپ کے اخلاق و عادات

"فقر" قطب صاحب کے گھر میں ہمیشہ فاقہ رہتا۔ اکثر آپ کے اہل و عیال کی زندگی نہایت تنگدستی میں گزرتی تھی۔ اس تنگدستی کی بنا پر آپ اپنے پڑوسی سے قرض لے لیا کرتے تھے۔

ایک روز پڑوسی بقال کی بیوی نے حضرت خواجہؒ کی اہلیہ کو طعنہ دیا اور انھوں نے آپ سے شکایت کی تو حضرت نے فرمایا کہ آئندہ سے قرض نہ لیا کرو۔ میرے اسی مصلے کے نیچے تمہیں ضرورت کے موافق کاک (روٹیاں) مل جایا کریں گی۔ ایک زمانہ تک آپ کا کنبہ ان ہی روٹیوں کی بدولت زندگی گزارتا رہا اور اسی وجہ سے آپ کاکی کہلائے۔ مرشد نے انہیں پانچسو درہم تک قرض لینے کی اجازت دی تھی۔ مگر آخر میں اس سے بھی پرہیز کرنے لگے۔ اپنے پاس اتنی رقم ہی نہ رکھتے کہ جس سے زکوٰۃ واجب ہوتی۔

سخاوت

لیکن فقر و فاقہ پر بھی سخاوت کا یہ حال تھا کہ جو چیز ہوتی فوراً تقسیم کرتے جس روز

کوئی چیز نہ ہوتی تو ملازم کو حکم فرماتے کہ لوگوں کو ٹھنڈا پانی ہی پلاؤ کہ کوئی دن بخشش عطا سے خالی نہ ہو۔

دُنیا سے بے رغبتی

قبل کے بیانات سے معلوم ہو گیا کہ بادشاہ آپ کا معتقد اور آپ کے ارادت شامل تھا۔ بادشاہ آپ کے ایک اشارہ پر کیا کچھ نہ دے سکتا تھا لیکن آپ کسی چیز کی پرواہ نہ کی چنانچہ ایک بار سُلطان التمش کا وزیر چند گاؤں کی جاگیر فرمان لے کر خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ قبول فرمالیں۔ آپ نے سختی سے ردّ فر اور ارشاد فرمایا کہ ہمارے خواجگانِ چشت نے اس قسم کی جاگیریں قبول نہیں کیں کیسے قبول کر لوں؟

ایک شاہی مقرب ایک بار ملاقات کیلئے آیا اور کئی گاؤں بطورِ نذر پیش کر حضرت نے اُسے بلایا اور اپنی جانماز کا گوشہ الٹ کر دیکھنے کیلئے کہا۔ مقربِ شا حیرت زدہ ہو گیا۔ اس نے خزائن الٰہی کے ایک بہتے دریا کو دیکھا پھر آپ نے اس سے کہا جس کے یہاں خزائنِ الٰہی کی یہ کثرت ہو تو وہ چند گاؤں لے کر کیا کرے گا۔

حُبِّ رسُول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اپنے مرشد کیطرح آپ بھی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عشق میں ہمیشہ سر شار رہتے۔ پہلے تحریر کیا جا چکا ہے کہ ہر رات میں تین ہزار مرتبہ درود شریف پڑھتے اپنی مجلس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان فرماتے اور اتباعِ سنّت کی تلقین فرمایا کرتے۔ ایک بار آپ نے فرمایا کہ مجھے قرآن کریم حفظ نہ ہوتا تھا اور میں اس کے حفظ کی دل میں تمنّا رکھتا تھا۔

ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ میں نے آپ سے

عرض کیا۔ آپؒ نے سورۂ یوسف پڑھنے کی تاکید فرمائی۔ میں نے سورۂ یوسف پڑھنا شروع کی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں مجھے پورا قرآنِ کریم حفظ ہو گیا۔

حضرتؒ کا وصال

آپ کو سماع کا بہت شوق تھا لیکن سماع کو چند شرائط اور حدود کے ساتھ جائز قرار دیتے تھے۔ آپ کی وفات بھی محفلِ سماع میں ہوئی۔ واقعہ یہ ہے کہ شیخ علی سنجری رح کی خانقاہ میں محفل سماع گرم تھی جس میں حضرت بھی موجود تھے۔ قوالوں نے شیخ احمد جام کا قصیدہ پڑھنا شروع کیا جب یہ شعر پڑھا ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جاں دیگر است

آپ پر اس بیت کا اس قدر اثر ہوا کہ آپ مدہوش ہو گئے۔ اس حال میں گھر تشریف لے گئے۔ چار دن رات برابر یہی کیفیت رہی۔ جب آپ کو ہوش آتا تو اسی بیت کے اعادہ کا حکم فرماتے۔

حاضرین بار بار پڑھتے اور آپ اسی وقت تحیر میں ہو جاتے لیکن جب نماز کا وقت آتا تو آپ تحیر میں مستغرق ہو جاتے۔ چار شب و روز یہی حالت رہی اور انجام کار پانچویں رات اس عالمِ فانی سے عالمِ باقی کی طرف رحلت فرما گئے نمازِ جنازہ سلطان التمش شمس الدین نے پڑھا۔

حضرت شیخ نے وصیت فرمائی تھی کہ میری نماز جنازہ وہ شخص پڑھائے جس نے کبھی حرام نہ کھایا ہو اور عصر کی سنتیں قضا نہ کی ہوں، ہمیشہ با جماعت نماز میں پہلی تکبیر سے شریک رہا ہو۔ یہ شرطیں سلطان میں پوری ہوتی تھیں اس لیے نمازِ جنازہ سلطان التمش نے پڑھائی۔

صاحب سیر الاولیاء کا بیان ہے کہ عید کا دن تھا شیخ احمد عید گاہ سے لوٹ کر آئے تھے یکایک ایک مقام پر تشریف لے گئے جہاں آپ کا روضۂ مبارک ہے

تو کھڑے ہو کر متفکر ہوئے۔ پھر فرمایا کہ مجھے اس سرزمین سے اہلِ کمال کے دلوں کی بُو آتی ہے۔ آپ نے اسی وقت اس زمین کے مالک سے اس جگہ کو خرید لیا اور خاص اپنے مال سے قیمت ادا کی۔ پھر فرمایا کہ میرا مدفن یہی زمین ہے۔ آپؒ کا روضۂ مبارک اسی زمین پر واقع ہے۔

شیخ بلال الدین غزنوی رح کہتے ہیں کہ جس وقت شیخ کا انتقال ہوا میں وہاں موجود تھا۔ جب شیخ کے انتقال کا وقت آیا تو مجھے یُونہی غنودگی آ گئی۔ اسی غنودگی میں دیکھتا ہوں کہ شیخ اپنے مقام سے نکل کر آسمان کی طرف جاتے ہیں اور مجھ سے فرماتے ہیں۔ بدرالدین! خداوندکریم کے دوستوں کو موت نہیں آتی۔ جب میں بیدار ہوا شیخ اس دنیا سے رحلت فرما چکے تھے۔

آپ کے ملفوظات

سالک کیلئے فرمایا کہ اس کو کم کھانا کھانا چاہئیے اگر وہ پیٹ بھرنے کے لیے کھاتا ہے تو وہ نفس پرست ہے۔ کھانا صرف اس لیے ہے کہ بندہ میں عبادت کی قوت قائم رہے۔ اس کے لباس میں تزئین و آرائش نہ ہو مگر وہ دکھانے کے لیے لباس پہنتا ہے تو وہ راہ سلوک سے بہت دُور ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رح نے ستر سال تک خداوندکریم کی عبادت کی جب مقامِ قرب آیا تو صرف اس وجہ سے قربِ خداوندی حاصل ہوا کہ ان کے پاس جو کوزہ اور خرقہ تھا اس کو پھینک دیا۔

سالک وہ ہے جو ہر وقت محبتِ الٰہی میں غرق رہے اور حالتِ تحیر و سکر میں اس کی یہ کیفیت ہو کہ اگر اس کے سینہ میں زمین و آسمان بھی داخل ہو جائیں تو اس کو خبر نہ ہو۔

شریعت کی پابندی کے متعلق فرمایا کہ شریعت کی پابندی سالک کیلئے لازم امر ہے اس سے کسی حالت میں بھی روگردانی نہ کرے خواہ سکر میں یا ہوش میں

دونوں حالتوں میں شریعت کی پابندی لازمی ہے۔ آپ کے متعلق تمام تذکرہ نویسوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اکثر حالتِ سکر میں رہتے لیکن جب نماز کا وقت آجاتا تو ہوش میں آجاتے اور نماز ادا کرتے۔

حضرت قطب الدین صاحب فرماتے ہیں کہ سالک کیلئے لازمی امر ہے کہ اپنے اسرار کو پوشیدہ رکھے۔ اپنا راز کسی سے نہ کہے۔ جو شخص کامل ہوتا ہے وہ کبھی اپنے دوست کے راز کو فاش نہیں کرتا۔ منصور عارفِ کامل نہ تھے کیونکہ انھوں نے دوست کے رازِ نہاں کو ظاہر کر دیا تھا۔

حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ

خاندان اور نام و نسب

خواجگانِ چشت کے یہ نامور بزرگ ۵۶۹ھ میں ملتان کے قریب "کھوت وال" میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا اسمِ گرامی مولانا کمال الدین تھا جن کا تعلق کابل کے شاہی خاندان سے تھا۔ آپ کے خاندان میں فرخ شاہ عادل مشہور بادشاہ گزرا ہے جس نے ایک عرصہ تک دنیا کے اکثر حصوں پر نہایت شان و دبدبہ کے ساتھ حکومت کی تھی۔ فرخ شاہ عادل کے بعد بھی اس کی اولاد کابل میں نہایت امن و امان اور اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرتی رہی یہاں تک کہ چنگیز خان نے خروج کیا اور اپنی سفاک و خونخوار تلوار سے ایران کو زیر و زبر کرتا ہوا سلطنتِ غزنی کیطرف بڑھا اور ایک عظیم الشان اور خونخوار لشکر کے ساتھ غزنی پر حملہ آور ہوا اور جب کابل میں پہنچا تو ان شہروں کو خراب و تباہ کر ڈالا۔

حضرت بابا فریدؒ کے جدِ امجد نے اسی جنگ میں جامِ شہادت نوش کیا بابا صاحبؒ کے دادا قاضی شعیب اپنے تین فرزندوں اور تمام عزیزوں و اقارب کو ہمراہ لے کر لاہور تشریف لائے اور قصور میں فائز ہوتے ________ وہاں کا قاضی آپ کے خاندان کے احوال سن چکا تھا اس لیے نہایت تعظیم و تکریم سے پیش آیا

اور حکومت وقت کے پاس سفارش بھیجی۔ حکومتِ وقت نے آپ کے جدّ بزرگ کو نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا اور کھوت وال کی قضا کا منصب جلیلہ سپرد کیا۔ کھوت وال اس زمانہ میں ایک مشہور ضلع تھا لیکن آج کل ایک چھوٹا سا گاؤں ہے چنانچہ بابا صاحب اسی زمانہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان فاروقی ہے۔ آپ کی والدہ بی بی قاسمہ خاتون ایک مشہور عالم کی صاحبزادی تھیں

تعلیم و تربیّت

بابا فرید صاحبؒ تعلیم کی غرض سے کھوت وال سے ملتان تشریف لے گئے نہایت ذہین تھے تھوڑے ہی عرصہ میں قرآنِ کریم حفظ کیا اور عربی کتابیں پڑھیں یہ وہ وقت تھا جبکہ ملتان علماء و فضلا کا مرکز تھا اور قبۂ اسلام کہا جاتا تھا۔ چنانچہ آپ ملتان کے جلیل القدر علماء و فضلا سے تکمیل علوم و فنون میں مشغول ہو گئے۔

ایک روز آپ ایک مسجد میں "کتاب نافع" (فقہ کی ایک کتاب ہے) کا مطالعہ کر رہے تھے۔ اتفاق سے انہی ایام میں حضرت قطب الاقطاب بختیار کاکی رح اوش سے ملتان میں تشریف لاتے ہوئے تھے اور اسی مسجد میں جہاں بابا فرید رح فروکش تھے۔ نماز کے واسطے تشریف لائے۔ بابا صاحبؒ کی جوں ہی نظر حضرت کاکی رح کی تاباں درخشاں پیشانی پر پڑی۔ فوراً تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔

حضرت کاکی رح نے پوچھا مسعود! کیا پڑھتے ہو؟ عرض کیا کتاب نافع کیا تم جانتے ہو کہ کتاب نافع سے تمہیں نفع ہوگا۔ عرض کی نہیں۔ میں تو آپ کی نظر کیمیا کا محتاج ہوں یہ کہہ کر اُٹھے اور اپنا سر شیخ کے قدموں میں ڈال دیا۔ شیخ نے قدموں سے سر اٹھا کر سینہ سے لگا لیا اور بیعت کیلئے ہاتھ بڑھایا۔

بعض تذکرہ نویسوں نے تحریر کیا کہ اس مجلس میں بیعت کے وقت حضرت شیخ ذکریا ملتانی قدس سرہٗ العزیز بھی موجود تھے۔ بیعت کے بعد جب پیر و مرشد دہلی جانے لگے تو مرید نے بھی دہلی آنے کی تمنّا ظاہر کی لیکن مرشد نے ابھی تکمیلِ علوم و فنون کی تلقین

[illegible]

[illegible] آپ کے [illegible] خواجہ کو
[illegible] بابا فرید الدین رح [illegible] دیا اور ان
[illegible] میں مصروف ہو گئے اور تھوڑی مدت میں مرید کے
[illegible] کر کے کمال درجہ تک پہنچا دیا۔
[illegible] ریاضت کی تفصیل کے لیے ایک دفتر چاہیے لیکن
[illegible] بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ جب بابا فرید الدین رح دہلی
میں [illegible] تھے اور عبادت و مجاہدہ میں مصروف تھے تو آپ کی یہ کیفیت ہو گئی تھی
[illegible] حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح حضرت کاکی رح سے ملنے دہلی تشریف
لائے تو بابا فرید رح کی ملاقات کے لیے ان کے حجرہ میں تشریف لے گئے مگر بابا فرید رح
عبادت کی وجہ سے اتنے کمزور اور ناتواں ہو چکے تھے کہ تعظیم کے لیے کھڑے نہ ہو سکے
حضرت خواجہ معین الدین رح ان کی یہ کیفیت دیکھ کر بہت متاثر ہوتے اور ان کے
لیے دعا کی [illegible] غیب سے خوشخبری ملی۔ ہم نے فرید رح کو اپنے کام کے لیے منتخب کر لیا ہے

ور اس کو برگزیدہ کیا۔ چنانچہ خواجہ اجمیری رح نے فوراً ان کو خلعتِ درویشی عطا کی۔ خواجہ بختیار کاکی رح نے بھی اپنی خلافتِ دستار اپنے دستِ مبارک سے اُن کے سر پر رکھی۔

خواجہ معین الدین رح نے اپنے مرید خواجہ بختیار کاکی رح کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا بابا، قطب الدین ایک عظیم شہباز تم نے پکڑا ہے اس کا آشیانہ بجز سدرۃ المنتہیٰ کے اور کہیں نہیں بن سکتا۔

دہلی میں آپ رح کی شہرت اتنی بڑھ گئی کہ آپ کے حجرۂ مبارک کے باہر اچھا خاصا ہجوم ہونے لگا عوام کی اس عقیدت سے آپ بہت گھبرائے اور دہلی سے ہانسی آئے۔ رخصت کرتے وقت مرشد نے آپ سے کہا کہ تم میری موت کے وقت تو میرے پاس نہ ہوں گے لیکن میری موت کے دو تین روز کے بعد فاتحہ خوانی کے لیے آؤ گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب حضرت خواجہ کا انتقال ہوا تو آپ ہانسی میں ہی تھے۔

پیر و مرشد کے وصال کی خبر سن کر دہلی دوڑے ہوئے آئے۔ مزار مبارک کی زیارت کر چکنے کے بعد قاضی حمید الدین ناگوری نے حضرت خواجہ کاکی رح کی امانتیں دیں جس میں خرقۂ خلافت، عصا، نعلین اور مصلّٰی وغیرہ تھا) بابا فرید رح کو دیں۔ جن کو مرشد کے اپنے محبوب و برگزیدہ خلیفہ کے حوالے کرنے کو کہا تھا۔ آپ کا ارادہ تھا کہ پیر مرشد کے جانشین کی حیثیت سے روحانی خدمات انجام دیں اور اشاعتِ اسلام جاری رکھیں لیکن جب مخلوقِ خدا کا ہجوم پھر زیادہ ہونا شروع ہوگیا۔ اور عوام کا اجتماع ریاضت و مجاہدہ میں دخل انداز ہونے لگا تو آپ پھر ہانسی تشریف لائے لیکن یہاں بھی لوگوں کا ہجوم بڑھا تو آپ اجودھن کیطرف چلے گئے۔

اُجودھن میں قیام اور اس کا اثر

اُجودھن یعنی پاک پٹن (پنجاب) ایک ایسی جگہ تھی جہاں کے لوگ فقراء اور مشائخ کے سخت مخالف تھے۔ جب آپ پاک پٹن تشریف لائے تو کسی نے بھی توجہ

نہ کی۔ آپ آبادی کے قریب ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور عبادت الٰہی میں مو
ہو گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد جب حضرت آپ نے نکاح کر لیا تو جامع مسجد کے قریب ایک
بنا لیا اور وہیں رہنے لگے۔

تھوڑے ہی عرصہ قیام کی بدولت یہاں کے لوگوں کے دل آپ کی طرف مائل
ہونے لگے اور آپ کی قیام گاہ پر ہر وقت میلہ سا لگا رہتا تھا لیکن مخالفین بھی ابھر
مخالفت میں سب سے زیادہ پیش پیش شہر کا قاضی تھا جس نے آپ کی طرف غلط
باتیں منسوب کر کے ملتان کے علماء سے فتویٰ حاصل کیا۔ علماء کو حقیقت حال کا علم
تو الٹا قاضی ہی کو ذلیل کیا اور فرید بابا کو تمام الزامات سے بری کر دیا۔ بعض تذکرہ نویس
نے لکھا ہے کہ آپ نے ان ہی مخالفتوں سے اکتا کر اجودھن چھوڑنے کا ارادہ کیا لیکن پیر
مرشد نے خواب میں اجودھن ہی میں قیام کی تلقین کی اور کہا لوگوں کی جفا کاری کو برداشت
کرو اس بشارت کے بعد سے ایک تو آپ نے پاک پٹن ہی میں قیام کا فیصلہ کر لیا اور دوسرے
لوگوں کے ہجوم سے بچنے کیلئے آپ کے دل کی گھبراہٹ جاتی رہی۔

(اجودھن) پاک پٹن میں آپ کا قیام پنجاب اور سندھ کیلئے بہت فائدہ مند ثابت
ہوا ان صوبوں میں اسلام کی تبلیغ میں آپ کا نمایاں حصہ ہے۔ کفر کی ظلمت اور تاریکی کو
مٹانے میں آپ کی کوششوں کو بہت دخل ہے۔ آپ کی تعلیمات اور رشد و ہدایت سے
ایک طرف مسلمان بنے دوسری غیر مسلموں کی ایک بڑی تعداد حلقہ بگوش اسلام ہو گئی
اسی لیئے کہا جاتا ہے کہ پاک پتن کے اطراف میں جو نو مسلم قومیں ہیں وہ حضرت بابا فریدؒ کی
برکت سے مسلمان ہوئی ہیں۔

غرضیکہ آپ کے وجود گرامایہ سے پنجاب اور سندھ میں اسلام چمک گیا اور اس
تبلیغ کی ضیا پاشیاں اب بھی لوگوں کے دلوں میں موجزن ہیں۔ حضرت فرید بابا رحمۃ
کے فیوض سے نہ صرف عوام متاثر ہوئے بلکہ اس عہد کا سلطان غیاث الدین بلبن
بھی متاثر ہوا۔

بلبن کا عہد حکومت نہ صرف سیاسی اعتبار سے ممتاز و منفرد تھا بلکہ خداوند کریم

کے ان نیک اور برگزیدہ بندوں کے وجود سے دینی اور اخلاقی اعتبار سے بھی یہ عہد خیرالاعصار (بہترین) سمجھا جاتا ہے۔

وصال

۵ محرم الحرام ۶۶۴ھ کو آپ پر مرض کا غلبہ ہوا۔ طبیعت نہایت بے چین تھی لیکن پھر بھی نماز جماعت سے پڑھی۔ پھر بے ہوش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب ہوش آیا تو فرمایا کہ میں عشاء کی نماز پڑھ چکا ہوں۔ لوگوں نے کہا آپ پڑھ چکے ہیں۔ فرمایا ایک دفعہ اور پڑھ لوں نہ معلوم پھر کیا ہو۔ نہایت اطمینان سے نماز پڑھی پھر بے ہوش ہو گئے لوگوں سے پھر پوچھا لوگوں نے کہا دو مرتبہ آپ نماز پڑھ چکے ہیں۔ فرمایا ایک دفعہ اور پڑھ لوں نہ معلوم پھر کیا ہو۔

چنانچہ تیسری مرتبہ نماز پڑھی اور یا حیُّ یا قیّوم کہہ کر جان اپنے خالق کے حوالہ کر دی انتقال سے چند روز پیشتر ہی سے عبادت و تلاوتِ قرآن کریم میں مصروف ہو گئے تھے۔ اس عرصہ میں کسی سے بھی گفتگو نہیں فرمائی۔ مزار مبارک اجودھن میں ہے اور مرجع خاص و عام ہے۔

حضرت بابا فریدؒ کی زندگی

عبادت: بابا فریدؒ نے اس راہِ معرفت کے طے کرنے میں بڑی محنت شاقہ کی کئی کئی سال تک عالمِ تفکر میں کھڑے رہے نہ بیٹھے نہ سوتے۔ پاؤں سوج جاتے تھے اور ان سے خون فوارہ کی طرح نکلتا تھا۔ مرشد کے پاس جب دہلی تشریف لے گئے تو اس ریاضت و مجاہدہ نے شدت اختیار کر لی۔ ایک بار اٹھ کر تھوڑی دور چلنا چاہتے تھے کہ عصا کے سہارے اٹھے مگر چند قدم چلے ہوں گے کہ رک گئے۔ چہرہ مبارک زرد ہو گیا۔ ہاتھ سے عصا چھوڑ دیا کسی ساتھی نے پریشانی کا سبب پوچھا۔ فرمایا عصا پر سہارا لیا تھا اس لیے عتاب نازل ہوا کہ غیر کا سہارا لیتے ہو اس لیے شرمندہ ہوں۔

ہمیشہ روزے سے رہا کرتے تھے۔ اگر کوئی تکلیف بھی ہوتی یا فصلہ لیتے تب بھی روزہ نہ چھوڑتے تھے۔ رمضان المبارک میں تراویح میں دس دس پارہ پڑھتے خشیتِ الٰہی کا بے حد غلبہ تھا۔ بات بات پر گریہ طاری ہو جاتا۔ بعض اوقات دھاڑے مار مار کر روتے۔ آپ کے سامنے جب یہ شعر پڑھا جاتا تو گریہ طاری ہو جاتا اور بے ہوش ہو جاتے ے

در کوئے عاشقاں چناں جاں بدہند
کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

ایک بار آپ نے زیادہ مجاہدہ اختیار کرنا چاہا۔ اپنے پیر و مرشد سے التماس کی انھوں نے کہا کہ طے کا طریقہ اختیار کرو۔ وہ صوفیائے کے نزدیک پے در پے اور متواتر روزہ رکھنے اور جب تک غیب سے افطار کا سامان نہ ہو افطار نہ کرنے کو طے کہتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے تین روز تک کچھ نہ کھایا۔

تیسرے روز افطار کے وقت ایک شخص چند روٹیاں خدمتِ اقدس میں لایا آپ نے یہ کہہ کر کہ غیب سے افطار کا انتظام ہوا ہے۔ روٹیوں سے روزہ افطار کر لیا تھوڑی ہی دیر کے بعد آپ کا جی متلایا اور قے ہو گئی۔ خواجہؒ سے دریافت کیا۔ انھوں نے کہا مسعود تم نے ایک شرابی کی روٹیوں سے روزہ افطار کیا لیکن عنایتِ الٰہی تمہارے حال پر متوجہ تھی اس لیے کھانے نے تمہارے معدہ میں جگہ نہ پائی۔

دوسری مرتبہ پھر اسی قسم کا روضہ رکھا بغیر کھائے چھ روز گزر گئے اور کھانے کی بو تک دماغ میں نہیں پہنچی۔ ضعف اس قدر غالب ہوا کہ آپ بالکل نڈھال ہو گئے۔ ساتویں رات کا ایک پہر گزر گیا۔ بھوک کی گرمی سے دل جلنے لگا۔ جب آپ بھوک کی وجہ سے بے تاب ہو گئے تو دستِ مبارک زمین کی طرف بڑھایا اور چند کنکریاں اٹھا کر منہ میں ڈال لیں خداوند کریم کی شان وہ کنکریاں شکر کی ڈلیاں بن گئیں۔ حکیم سنائی نے غالباً اسی موقع کے لیے کہا تھا ے

سنگ در دست تو گہر گردو ✲ زہر در کام تو شکر گردو

"تیرے ہاتھ میں پتھر موتی بن جاتے ہیں اور زہر تیرے ہاتھ میں شکر بن جاتا ہے۔"

دل میں یہ خیال گزرا کہ یہ شیطان کا مکر و فریب ہے متعدد بار ایسا ہی کیا جب بھی کنکریاں منہ میں ڈالتے تھے شکر کی ڈلیاں بن جاتی تھیں۔ شیخ سے عرض کیا شیخ نے فرمایا مسعود! تم نے خوب کیا کہ شکر سے روزہ افطار کیا جو کچھ غیب سے ملے بہتر ہے اسی وجہ سے آپ کو شکر بار یا گنج شکر کہتے ہیں۔

دُنیا سے بے رغبتی

ایک بار سلطان ناصر الدین آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی صحبت سے اس قدر متاثر ہوا کہ چند گاؤں کا فرمان اور کافی رقم دے کر ایک وزیر کو بھیجا آپ نے فرمایا ضرورت مند حضرات کو دو ہمارے خواجگانِ چشت نے ہمیشہ ان چیزوں سے پرہیز کیا۔

رُوحانی و جسمانی اولاد

حضرت بابا فرید رح کے نکاح میں غیاث الدّین بلبن کی لڑکی بی بی یزیدہ بھی تھیں جن کے بطن سے چھ لڑکے اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ لڑکوں کی اولاد خوب پھیلی۔ چنانچہ درگاہ نظام الدین اولیاء دہلی کے جتنے بھی پیرزادے ہیں وہ سب آپ کی اولاد میں سے ہیں۔

آپ کی روحانی اولاد بھی خوب پھیلی۔ آپ کے روحانی اقتدار کا دائرہ ہندوستان پاکستان اور بغداد میں پھیلا ہوا ہے۔ تذکرہ نویسوں کا خیال ہے کہ آپ کے عقیدت مندوں کی تعداد تمام اولیاء کرام کے عقیدت مندوں سے زیادہ ہیں۔ آپ کے معتقد و خلفاء ہوئے جن میں حضرت قطب جمال الدین ہانسوی رح خواجہ نظام الدین اولیاء، حضرت مخدوم علاؤ الدین صابر کلیری رح ممتاز ہیں۔

آپ کے ملفوظات

آپ نے فرمایا کہ چار چیزیں ایسی ہیں جن کی بابت سات سو مشائخ اور بزرگوں سے سوال کیا اور سب نے ایک جواب دیا۔ ایک یہ کہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عقلمند کون ہے اس کا جواب دیا دنیا کو ترک کرنے والا۔ دوسرے یہ کہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ بزرگ کون ہے؟ اس کا جواب دیا گیا کہ جو کسی چیز سے متغیر نہ ہو تیسرے یہ کہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ دولت مند اور مالدار کون ہے جواب دیا گیا قناعت کرنیوالا۔ چوتھے یہ کہ سب لوگوں میں محتاج کون شخص ہے جواب دیا گیا قناعت ترک کرنیوالا۔

آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ بندہ خداوند کریم کے سامنے ہاتھ اٹھاتے اور وہ اُسے نامراد لوٹا دے اس سے خداوند کریم شرمندہ ہوتا ہے۔

صوفی کے متعلق فرمایا کہ حقیقت میں صوفی وہ ہے جس کی برکت کی وجہ سے تمام چیزیں صفائی قبول کریں اور اسے کوئی چیز زنگ آلود نہ کر سکے۔ یہ بھی فرمایا کہ بہت سی باتیں ایسی ہیں جو دل کو غافل کر دیتی ہیں اگر بات کا اوّل و آخر خدا کے لیے ہو تو اُسے منہ سے نکالنا چاہیئے ورنہ خاموشی اختیار کرنی چاہیئے۔

حضرت بابا صاحبؒ سے مندرجہ ذیل مختصر اقوال بھی صاحب سیر الاولیاء نے نقل کیئے ہیں۔

۱ : جاہل نادان کو زندہ نہ خیال کر۔

۲ : دنیاوی جاہ و مال کے لیے اندیشہ و فکر نہ کر۔

۳ : موت کو کبھی اور کسی جگہ نہ بھولو۔

۴ : گناہ کر کے شیخی کرنا سخت معیوب ہے۔

۵ : نفس کو مال و دولت کے لیے ذلیل و بے قدر نہ کرو۔

۶ : نعمت خداوندی کی شکر گزاری کرو۔

۷ : جب اہلِ دولت کے ساتھ بیٹھو تو دین کو فراموش نہ کرو
۸ : اپنے عیب کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھو۔
۹ : اگر تم ذلیل و رسوا نہیں ہونا چاہتے تو کبھی کسی سے لڑائی نہ کرو۔
۱۰ : اگر عزت و سربلندی کے طالب ہو تو مفلسوں اور شکستہ دلوں کے پاس بیٹھو
۱۱ : اگر تمہیں آسودگی و سربلندی آسائش پیشِ نظر ہو تو حسد نہ کرو اِس میں بہت کوشش کرو کہ مرنے سے ہمیشہ کی زندگی پاؤں۔
۱۲ : جو تم سے ڈرتا ہے تم اُس سے ڈرو۔
۱۳ : جس نے تمہارے ساتھ نیکی کی ہے اس کی نسبت نیکی کرنے کا خیال کرو۔
۱۴ : اپنے قدیم خاندان کی عزت و حرمت قائم رکھو۔
۱۵ : جہاں تک ہو سکے عورتوں کو گالیاں دینے کی عادت پیدا نہ کرو۔
۱۶ : ہر روز نئی دولتِ اخلاق کی طلب میں رہنا چاہیئے۔
۱۷ : باطن ظاہر سے عمدہ اور بہتر رکھو۔
۱۸ : آرائش و نمائش میں کوشش نہ کرو۔
۱۹ : جب خدا کی مقرر کی ہوئی تکلیف تیری طرف ہو تو اُس سے اعتراض نہ کرو۔
۲۰ : دشمن سے مشورہ مت لو۔
۲۱ : خداترس وزیر کی سپردگی میں ملک دینا چاہیئے۔
۲۲ : دوست کو اچھے اخلاق کے ذریعہ اپنا گرویدہ بنالو۔
۲۳ : دنیا پرستی کو ناگہانی بلا جانو۔
۲۴ : اگر تم ساری مخلوق کو دشمن بنانا چاہتے ہو تو تکبّر کی صفت پیدا کرو۔
۲۵ : علمِ دین کی حفاظت و نگہداشت کرو۔
۲۶ : اپنے اچھے بُرے کو لوگوں سے مخفی رکھو۔

حضرت شیخ بہاء الدّین زکریا مُلتانیؒ

حضرت شیخ کا خاندان اور آپ کی ابتدائی تعلیم

حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رح قبیلہ قریش سے تعلق رکھتے تھے آپ کے دادا کا نام حضرت کمال الدین علی شاہ اور والدِ محترم کا نام شیخ وجیح الدین تھا۔ آپ کے دادا حضرت کمال الدین شاہ قریشی مکہ معظمہ سے عہدِ چنگیزی میں خوارزم آئے اور وہاں سے ملتان آکر سکونت اختیار کر لی۔

یہاں آپ کے فرزند شیخ وجیہہ الدین پیدا ہوئے جن کی شادی مولانا حسام الدّین ترمذی کی صاحبزادی سے کر دی۔ مولانا حسام الدین ملتان کے قریب قلعہ کوٹ میں رہتے تھے۔ مولانا وجیہہ الدین بھی اپنے خسر کے ساتھ قلعہ کوٹ میں رہنے لگے اور یہیں حضرت شیخ بہاء الدّین زکریّا کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اس بچّہ کو خداوند کریم نے ایک خاص مقصد کے لیے پیدا کیا اس لیے نو عمری ہی میں آپ کو اخلاق و عادات اور باطنی اوصاف سے نوازا تھا۔

بچپن ہی میں آپ دوسرے بچوں کے لیے ایک نمونہ تھے اور مثال تھے۔ جب آپ کی عمر ۱۲ سال کی ہوئی تو والد ماجد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا اور آپ دنیا میں مصائب کا مقابلہ کرنے کے لیے تنہا رہ گئے لیکن مطلق ہراساں نہیں ہوئے بلکہ اپنے آپ کو ظاہری و باطنی علوم سے آراستہ کرنے میں لگ گئے۔ قرآنِ کریم حفظ کیا۔ ساتوں قرأت میں مہارت پیدا کی

حصولِ علم کیخاطر ترکِ وطن

طلبِ علم کا بہت ہی شوق تھا اس لیے ترکِ وطن کر کے خراسان کیطرف نکل کھڑے ہوئے یہاں پہنچ کر سات سال تک علماء وفضلاء سے علوم ظاہری و باطنی حاصل کرتے رہے خراسان سے بخارا چلے گئے جہاں آپ نے علم میں کمال حاصل کیا۔

اس وقت اگرچہ آپ کی عمر ۲۰ سال سے زیادہ نہ تھی لیکن علم وفضل کا یہ عالم تھا کہ کئی علماء وفضلاء آپ سے فیضِ علم حاصل کرتے تھے۔

بخارا سے حج کے ارادے سے مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ وہاں سے روضہ نبوی ؐ کی زیارت کے لیے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ پانچ سال تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی مجاوری کرتے رہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ مولانا کمال الدین محمد یمنی جو اپنے عہد کے بہت بڑے محدث تھے ان سے حدیث پڑھتے رہے۔ مدینہ منورہ سے تزکیہ قلب اور اصلاحِ باطن کیلئے بیت المقدس چلے گئے۔

بیت المقدس سے حضرت شیخ بغداد پہنچے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ بغداد اور اس کے اطراف میں شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی کے سرچشمہ فیوض سے سینکڑوں طالبانِ حق سیراب ہو رہے تھے۔ اور آپ کی معرفت کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ حضرت شیخ بھی آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے۔

ابھی صرف سترہ ہی دن ہوئے تھے کہ شیخ الشیوخ نے خرقۂ خلافت عطا کیا۔ شیخ الشیوخ کے مرید جو سالہا سال سے خدمت کر رہے تھے بول اُٹھے کہ ہم نے اتنے دنوں تک خدمت کی لیکن ہم کو یہ نعمت نہیں ملی مگر ایک شخص آیا اور سترہ دن قیام کیا اور شیخ ہو گیا۔ شیخ الشیوخ نے جواب دیا کہ تم گیلی لکڑیوں کی طرح ہو جن میں آگ مشکل اور دیر سے لگتی ہے۔ بہاؤالدین زکریا سوکھی ہوئی لکڑیوں کی مانند ہیں جن میں آگ جلد لگ جاتی ہے۔

ملتان میں قیام

خرقۂ خلافت پانے کے بعد حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی رح کو اپنے مرشد
طرف سے حکم ملا کہ ملتان واپس جاؤ اور وہیں رہو۔ خداوند کریم نے تم کو اس ملک کے باشند
کی ہدایت و رہنمائی کیلئے پیدا کیا ہے۔ یہ حکم ملتے ہی آپ نیشاپور سے ہوتے ہو
ملتان تشریف لائے آپ کا قیام شمالی ہندوستان کیلئے ایک نعمت ثابت ہوا آ
کا سرچشمۂ فیض جاری ہوگیا۔ جس سے تمام ہندوستان کے لوگ خصوصاً پنجاب ا
سندھ کے لوگ بہت مستفید ہوتے۔

آپ کی خانقاہ علومِ ظاہری و باطنی کا سب سے بڑا مرکز تھی۔ تھوڑے ہی عرصہ م
آپ کے فیوض و برکات سے پنجاب اور سندھ کا علاقہ منور ہوگیا۔ اور آپ کا زما
الاعصار (بہترین زمانہ) کہلایا۔ آپ کی عظمت و بزرگی اور کام کا اندازہ شیخ محمد
بخش کے اس تبصرہ سے لگائیے۔ جن کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخ
میں نقل کیا ہے۔

"حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی رح ہندوستان میں تاج الاولیا تھے عل
ظاہری کے جلیل القدر عالم اور مکاشفات و مشاہداتِ احوال میں درجۂ کمال کو پہنچے ہو
تھے۔ ان سے اکثر اولیاء اللہ کے سلسلے پھوٹ نکلے۔ لوگوں کو ہدایت کی راہ دکھائی او
ان کو کفر سے ایمان کیطرف گناہ سے نیکی کی طرف اور نصب العین کی طرف سے روحانیت کیطرف
اور یہ بڑی شان رکھتے تھے۔"

خود شیخ عبدالحق رح کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے۔

"حضرت شیخ بہاؤالدین ہندوستان کے بزرگ ترین اولیاء اللہ میں
سے تھے۔ صاحبِ کرامات اور صاحبِ مقامات تھے۔ میر حسینی اور شیخ
فخرالدین عراقی جیسے حضرات نے آپ سے تربیتِ روحانی حاصل کی۔

حضرت شیخ کی زندگی کے چند اہم واقعات

آپ کے زمانہ قیام میں ملتان کا حاکم "ناصر الدین قباچہ" تھا۔ یہ قطب الدین ایبک کے انتقال کے بعد جب سلطان التمش ہندوستان کا بادشاہ ہوا تو اس نے شاہِ دہلی کی اطاعت سے نکل کر اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا اور التمش کا حریف ہوگیا۔

حضرت شیخ بہاؤالدین زکریاؒ کا قلبی میلان سلطان التمش کی طرف تھا کیونکہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ وہ زاہد و متقی اور پابند شریعت تھا اور اسی وجہ سے اولیاء اللہ میں شمار کیا جاتا تھا۔

ناصر الدین قباچہ نے سلطان کی بڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھ کر اس کے خلاف سازش کی۔ حضرت شیخ اور اس زمانے کے ملتان کے قاضی مولانا شرف الدین اصفہانی نے اس سازش کو اسلام اور مسلمانوں کے لیے نقصان دہ جانا اور سلطان کو اطلاع دینے کیلئے دو علیحدہ علیحدہ سلطان کے نام خط تحریر کیے۔ یہ دونوں خط اتفاق سے سلطان کو نہ پہنچے بلکہ اس کے حریف قباچہ کے ہاتھ لگ گئے۔ قباچہ ان کو پڑھ کر بہت غضب آلود ہوا اور فوراً حکم دیا کہ حضرت شیخ اور مولانا شرف الدین کو گرفتار کر کے پیش کیا جائے چنانچہ دونوں کو گرفتار کر کے قباچہ کے حضور میں پیش کیا گیا۔ قباچہ نے شیخ کو اپنی داہنی جانب بٹھایا اور قاضی شرف الدین کو اپنے سامنے بیٹھنے کا حکم دیا اور خط ان کے ہاتھ میں دے دیا۔

قاضی شرف الدین خط پڑھ کر خاموش ہو گئے۔ قباچہ نے حکم دیا کہ اسی وقت قتل کر دیا جائے۔ جلاد نے آگے بڑھ کر سر کاٹ دیا۔ جب حضرت شیخ بہاؤالدین کے ہاتھ میں ان کا خط دیا گیا تو آپ نے نہایت اعتماد اور عزم کے ساتھ جواب دیا کہ بے شک یہ میرا خط ہے میں نے جو کچھ لکھا اللہ کے حکم سے صحیح لکھا ہے اور جو کچھ کیا اللہ کے حکم سے کیا۔ قباچہ یہ سن کر ڈر گیا اور اس پر ہیبت طاری ہوگئی۔ چنانچہ معذرت کر کے آپ کو نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت کیا۔

ایک بار ملتان میں سخت قحط پڑا حاکم ملتان غلّہ کی وجہ سے بہت پریشان تھا۔ آپ
غلّہ کی ایک بڑی مقدار اور اسی میں سونے کے دو کوزے رکھ کر حاکم ملتان کو بھیجے۔ جب
غلّہ اس کے پاس پہنچا تو غلّہ کے ڈھیر سے دو کوزے بھی نکلے۔

حاکم ملتان نے شیخ کو اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا غلّہ کے ساتھ ان کو بھی مساکین
میں تقسیم کر دیا جائے۔ ایک مرتبہ آپ کے پاس گدڑی پوش قلندروں کی ایک جماعت
آئی اور آپ سے مالی امداد چاہی۔ آپ نے اس جماعت سے بیزاری کا اظہار فرمایا اس
پر قلندروں نے نہایت گستاخی شروع کر دی اور اینٹ و پتھر سے مارنے لگے آپ
نے نہایت حلم و بردباری کی وجہ سے جواباً کوئی اقدام نہیں کرنے دیا بلکہ خادم سے کہا
کہ دروازہ بند کر دو۔

قلندروں نے دروازہ پر پتھر مارنے شروع کر دیئے حضرت شیخ نے کچھ تامل کے
بعد خادم سے فرمایا کہ دروازہ کھول دو۔ میں اس جگہ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی
کا بٹھایا ہوا ہوں۔ خادم نے دروازہ کھول دیا قلندر بہت شرمندہ ہوئے اور اپنے
قصور کی معافی چاہی آپ نے معاف کر دیا۔

عبادت و ریاضت میں قرآن کریم کی تلاوت سے بڑا شوق و ذوق رکھتے تھے
دو رکعت کی نیّت کر کے پورا قرآن کریم ایک ہی رکعت میں ختم فرما لیا کرتے تھے
آپ کا یہ معمول تھا کہ تہجد کی نماز کے بعد قرآن کریم شروع کرتے اور فجر کی نماز کی سنتوں
تک پورا ختم کر لیتے۔

جود و سخا آپ کی فطرت بن چکی تھی اس سلسلہ میں عجیب و غریب واقعات
تذکرہ نویسوں نے لکھے ہیں۔ ایک مرتبہ آپ کے مریدوں کا ایک جہاز غرق ہونے لگا
تو نہایت پریشانی میں انھوں نے آپ سے روحانی مدد طلب کی۔ اللہ تعالےٰ کی قدرت کاملہ
سے وہ جہاز بچ گیا۔ جہاز پر بڑے بڑے تاجر موجود تھے۔ جو موتی اور جواہرات کی
تجارت کرتے تھے۔ جب جہاز عدن کے ساحل پر پہنچا تو ان تاجروں نے اپنے
مال کا تیسرا حصّہ حضرت کی خدمت میں پیش کرنے کا عہد کیا اور تاجروں کی طرف سے

خواجہ فخر الدّین گیلانی نقد و جواہرات لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؒ نے قبول کر لیا لیکن یہ کل رقم تین دن کے اندر فقراء اور مساکین پر تقسیم کر دی۔ جواہرات کی قیمت ستّر لاکھ روپے تھی۔

خواجہ فخر الدّین گیلانی یہ دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور وہ دُنیا کو چھوڑ کر حضرت کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے اور اپنا تمام مال فقراء میں تقسیم کر دیا۔ پانچ برس شیخ کی خدمت کی پھر حج کے ارادے سے مکّہ معظّمہ جانے کیلئے روانہ ہوئے راستہ میں ہی جنّت کی راہ لے لی۔

حضرت شیخ کی وفات کا عجیب و غریب واقعہ

وفات کے روز اپنے حجرہ میں عبادتِ الٰہی میں مصروف تھے کہ حجرہ کے باہر ایک نورانی صورت بزرگ ظاہر ہوئے اور آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ صدرالدّین کے ہاتھ میں ایک سربمہر خط دیا اور کہا کہ یہ ضروری خط ہے شیخ کی خدمت میں جلد از جلد پہنچا دیا جائے۔

حضرت صدرالدین خط کا عنوان دیکھ کر حیران ہوئے اور والد بزرگوار کی خدمت میں پیش کر کے باہر آئے تو قاصد کو نہ پایا۔ خط پڑھ کر ہی حضرت شیخ زکریا رح کی روح اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملی اور غیب سے ایک آواز بلند ہوئی دوست دوست کے پاس چلا گیا یہ سن کر شیخ سدرالدین دوڑتے ہوئے والد محترم کے کمرے میں گئے دیکھا کہ آپ رحلت فرما چکے ہیں۔

رحلت کے وقت آپ کی عمر سو سال تھی تاریخ وفات ۱۷ صفر المظفر ۶۶۶ ہجری ہے مزارِ مبارک ملتان میں ہے۔

حضرت شیخ نے یکے بعد دیگرے دو نکاح کیے۔ پہلی زوجہ سے شیخ صدرالدّین عارف پیدا ہوئے جو مرد کامل اور جلیل القدر صوفی ہوئے ہیں اپنے والد بزرگوار کی تمام خصوصیات آپ میں جمع تھیں۔

دوسری بیوی سے چھ لڑکے اور ۲ دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ آپ کے خلفاء اور مریدین میں شیخ حسن افغانی، شیخ فخر الدین عراقی اور شیخ امیر حسین جمال الدین خندان شیخ نجیب الدین علی برغش خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

آپ کے ملفوظات

فرماتے ہیں کہ بندہ پر واجب ہے کہ سچائی اور اخلاص سے اللہ تعالےٰ کی عبادت کرے اور اس کی عبادت و اذکار میں شرک اور بدعت سے پرہیز کیا جائے۔ اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ جب بندہ اپنے باطنی احوال کو درست کرے۔ ہر قول و فعل کے وقت اپنے نفس کا محاسبہ کرے۔ ضرورت کے مطابق اس کے سوا کوئی بات نہ کہے اور نہ کوئی کام کرے جب بھی کوئی بات کہنا چاہے یا کوئی کام کرنا چاہے تو اللہ تعالےٰ سے التجا کرے اور اس سے نیک عمل کی توفیق چاہے۔

دوسرے موقع پر اپنے مریدین کو نصیحت فرماتے ہیں کہ تم ذکرِ خداوندی کو اپنے اوپر لازم کر لو۔ ذکر ہی سے طالب ذاتِ باری تک پہنچ سکتا ہے۔ محبت ایک ایسی آگ ہے جو تمام میل کچیل کو جلا ڈالتی ہے۔ ذکر ہی وہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ کامیاب ہو جاؤ۔

ایک نصیحت میں اپنے مرید سے کہا بدن کی سلامتی تھوڑا کھانے میں ہے اور روح کی سلامتی گناہ سے دور رہنے میں ہے۔ اور دین کی سلامتی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجنے میں ہے۔

حضرت مخدوم علاؤالدین

علی احمد صابر کلیریؒ

حضرت مخدوم علاؤالدین حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کے بزرگ ترین خلفاء میں سے ہیں۔ آپ کی ذاتِ گرامی سے عجیب و غریب کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ جن کو سن کر انسان حیران رہ جاتا ہے۔ آپ میں صفت جلال کا غلبہ تھا اس کے علاوہ حالتِ جذب اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ انسان کی عقل حیران رہ جاتی ہے۔

حضرت مخدوم کی ابتدائی زندگی

حضرت مخدوم نجیب الطرفین تھے۔ آپ کے والدِ محترم حضرت غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے پوتے تھے اور والدہ ماجدہ حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کی بہن تھیں۔ آپ موضع کہوت وال (ملتان) میں ۱۹ ربیع الاول ۵۵۳ھ بمطابق ۱۱۰۵ء کو پیدا ہوئے۔

بچپن ہی سے آپ کی ذہانت اور حافظہ کا یہ عالم تھا کہ دوسرے بچے جو تعلیم مہینوں میں حاصل کرتے آپ چند دنوں میں حاصل فرما لیتے تھے چنانچہ آٹھ سال کی دینی

تعلیم نے جو عام طور پر گھر پر ہی ہوئی آپ کو علومِ ظاہری میں کامل کر دیا لیکن آپ کا میلان علومِ باطنی کی طرف زیادہ تھا اس کے حصول کے لیے آپ ہر وقت بے چین اور پریشان رہتے تھے

آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کی یہ کیفیت دیکھ کر آپ کو برادر حقیقی حضرت بابا فریدُ الدّین گنج شکر رح کی خدمت میں لے گئیں اور کہا اس کو باطنی علوم میں مکمل کر دو۔ بابا فریدالدینؒ اپنے بھانجے کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ بہن میں تمہارا بہت شکر گزار ہوں کہ تم نے ایسا سعادت مند فرزند لا کر مجھے دیا ہے جو سارے جہاں کو روشنی دینے والا ہے۔

بابا فریدُ الدّین رح نے اپنے سعادت مند بھانجے کی رُوحانی تربیت شروع کر دی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کا قلب معرفت سے منوّر ہو گیا۔ آپ کے ماموں فریدؒ بابا نے اپنے ہاتھ پر بیعت فرمایا۔ بیٹے کی تکمیلِ روحانی کے بعد ماں کو اطمینان ہُوا۔ ایک روز اپنے بھائی سے کہا کہ میں تو ہرات جا رہی ہوں تم میرے بچے کا خیال رکھنا ایسا نہ ہو کہ یہ بھوکا رہے اگر زندگی نے وفا کی اور میں ہرات سے واپس آ گئی تو آ کر اپنے بچّے کی شادی کروں گی۔ بھائی نے بہن کی باتیں سن کر تبسّم فرمایا اور حضرت مخدوم کو ان کی والدہ کے سامنے بلا کر حکم دیا کہ بیٹا صبح سے تم مساکین اور فقراء میں لنگر تقسیم کیا کرو۔ آپ کی والدہ ہرات چلی گئیں۔ حضرت مخدوم نے لنگر خانہ کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لینے کے بعد اس کو نہایت حسن و خُوبی کے ساتھ انجام دیا۔

آپ کا معمول تھا کہ آپ نمازِ اشراق پڑھنے کے بعد اپنے حجرہ سے نکلتے اپنی آنکھوں کے سامنے غرباء و مساکین میں کھانا تقسیم فرماتے۔ تقسیم کے بعد پھر اپنے حجرہ میں چلے جاتے اور عبادت و ریاضت میں مصروف ہو جاتے۔ مغرب تک یہ سلسلہ جاری رہتا مغرب کی نماز کے بعد پھر باہر تشریف لاتے اور تقسیم لنگر کرتے۔

اس زمانہ میں آپ نے کھانا پینا بالکل ترک کر دیا تھا اور جذب کا غلبہ اس قدر انتہائی شدّت کے ساتھ طاری تھا اور جلال بھی طبیعت میں پیدا ہو چکا تھا۔ آپ رح کے

حجرہ کے قریب کوئی نہیں جا سکتا تھا۔

جب والدہ ماجدہ ہرات سے تشریف لائیں تو اپنے نورِ نظر کو دیکھ کر رو پڑیں کیونکہ آپ کثرتِ عبادت و ریاضت اور ترکِ طعام کی وجہ سے نہایت لاغر ہو گئے تھے بھائی سے شکایت کرتے ہوئے کہا کہ تم نے میرے بچے کو بھوکا رکھا دیکھو کتنا لاغر ہو گیا ہے

بھائی نے فرمایا:

بہن! میں نے تمہارے سامنے تو اس کو لنگر خانے کا منتظم بنا دیا تھا۔ بھانجا سے پوچھا تو آپ نے کہا کہ مجھ کو لنگر تقسیم کرنے کا حکم دیا تھا نہ کہ اس میں سے کھانے کا۔ یہ جواب سن کر سب حیران رہ گئے۔

فریدؒ بابا نے فرمایا یہ صابر ہے۔ خداوندکریم نے اس کو کھانے کیلئے پیدا ہی نہیں کیا۔ اس واقعہ سے اندازہ لگائیے کہ آپ کا صبر کس قدر انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔

حضرت مخدوم کی شادی کا عجیب واقعہ

آپ کی شادی کا واقعہ بھی نہایت عجیب اور حیرت انگیز ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ جب ہرات سے تشریف لائیں تو بھائی سے کہا کہ میں اپنے نورِ نظر کی شادی تمہاری لڑکی کے ساتھ کرنا چاہتی ہوں۔

فریدؒ بابا کی صاحبزادی خدیجہ بیگم نہایت حسین و جمیل تھیں اور سلطان غیاث الدین کی بیٹی کے بطن سے پیدا ہوئی تھیں۔ فریدؒ بابا نے بہن سے کہا کہ صابر شادی کے قابل نہیں ہے۔ وہ ہر وقت حالتِ جذب و جلال میں رہتا ہے۔ بہن نے اس جواب کو سن کر یہ سمجھا کہ میں بیوہ ہوں اور میرا لڑکا یتیم اور مفلس ہے اس لیے بھائی نے اپنی لڑکی دینے سے انکار کر دیا ہے۔ بہن نے اس کا اظہار بھائی سے بھی کیا۔ بہن کا یہ طعنہ سن کر فرید بابا نے حضرت مخدوم سے خدیجہ بیگم کا نکاح کر دیا۔ نکاح کے بعد جب رات ہوئی تو دلہن کو آپ کے حجرہ میں پہنچا دیا

جب خدیجہ بیگم کمرے میں داخل ہوئیں تو آپ عبادتِ الٰہی میں مصروف تھے اس

لئے وہ خاموش بیٹھ گئیں اور آپ بدستور نماز و عبادتِ الٰہی میں مصروف رہے جب نماز سے فارغ ہوئے تو خدیجہ سے پوچھا تو کون ہے؟ انھوں نے دست بستہ عرض کیا میں آپ کی بیوی ہوں۔

حضرت مخدوم نے نہایت غضبناک ہو کر فرمایا: مجھے بیوی سے کیا واسطہ آپ کا یہ کہنا تھا کہ زمین سے آگ پیدا ہوئی جس نے دلہن کو جلا کر خاکستر کر دیا آپ کی والدہ اس صدمہ کو برداشت نہ کر سکیں اور چند روز تک مرض تپ دق میں مبتلا رہ کر رحلت فرما گئیں۔

حضرت مخدوم کی کلیر میں آمد

کچھ عرصہ کے بعد فریدؒ بابا نے اپنے مرید اور عزیز بھانجے کو خلافت سے سرفراز کیا اور حکم نامہ لکھ کر کلیر جانے کی اجازت دی۔ جب حضرت مخدوم کلیر تشریف لائے تو وہاں کے چند علماء نے جو آپ کے مرتبہ اور بزرگی کو نہیں پہچانتے تھے آپ کی مخالفت شروع کر دی آپ کو اور آپ کے مریدین کو طرح طرح کی اذیتیں دینا شروع کر دیں۔ پہلے تو آپ نے انتہائی صبر و ضبط سے کام لیا لیکن ان کی ایذا رسانی انتہا کو پہنچ گئی۔ اسی اثناء میں ایک روز حضرت مخدوم نمازِ جمعہ سے قبل ہی جامع مسجد میں تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ آپ کے مرید بھی تھے آپ اور آپ کے ساتھی پہلی صف میں بیٹھ گئے۔

علماء کی جماعت آئی اس نے دیکھا کہ پہلی صف بھری ہوئی ہے تو حضرت مخدوم کے ساتھیوں سے کہا کہ یہ جگہ تمہارے لائق نہیں ہے تم یہاں سے اٹھ جاؤ۔ خادموں نے اٹھنے سے انکار کر دیا۔ جب علماء نہایت سختی سے پیش آنے لگے تو آپ نے مراقبہ سے سر اٹھایا اور فرمایا اس علاقہ کا صاحبِ ولایت آگے بیٹھنے کے قابل ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ تمہاری ولایت کی کیا دلیل ہے؟

آپ نے جواب میں فرمایا کہ ہماری ولایت کی یہ دلیل ہے کہ تم سب ابھی مر جاؤ گے اور یہ شہر بھی بالکل تباہ ہو جائے گا۔ یہ کہہ کر آپ اپنے ساتھیوں سمیت مسجد سے نکل آئے آپ

کے مسجد سے نکلتے ہی مسجد گرتے ہی ڈھیر ہوگئی۔ شہر میں بھی کوئی بیماری پھیلی جس سے وہ ویران ہوگیا۔

کلیر کی تباہی کے بعد آپ کئی سال تک ایک گولر کے درخت کو پکڑے ہوئے دن رات کھڑے رہے۔ آپکے پیر و مرشد کو جب اس حالت کا علم ہوا تو حضرت شیخ شمس الدین ترک پانی پتی کو بھیجا وہ حضرت مخدوم کی خدمت میں آئے اور حضرت کے پیچھے بیٹھ کر اشعار پڑھنا شروع کر دیئے۔ حضرت نے آنکھیں کھولدیں اور بیٹھ گئے۔ حضرت شمس الدین نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے عرض کیا کہ میں حضرت کی خدمت میں رہنا چاہتا ہوں۔ اس درخواست کو قبول فرمائیں۔

آپنے اجازت دے دی لیکن ہدایت فرمائی کہ کبھی میرے سامنے نہ آنا ہمیشہ پشت کے پیچھے سے کام کرنا۔ حضرت شیخ شمس الدین آپ کی خدمت میں رہنے لگے اور ہمیشہ آپ کی ہدایت کے مطابق وضو کے لیے پانی لاتے یا کھانے کیلئے گولر لاتے تو پیچھے سے ہاتھ بڑھا کر کھڑکی میں رکھ دیتے۔ روزہ کے افطار کے وقت گولر سامنے رکھے ہوئے دیکھتے تو فرماتے: خداوند کریم کھانے سے بالکل پاک ہے۔ اس کے بعد خود ہی فرماتے اچھا دے دو۔ خدا خدا ہی ہے اور آدمی آدمی ہی ہے۔ غرضیکہ آپ کا جذب جلال انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ عبادت و ریاضت کا یہ عالم تھا کہ رات دن استغراق رہتا ہمیشہ شکر میں ڈوبے رہتے۔

حضرت مخدوم کے صاحبِ کرامت خلیفہ

شیخ شمس الدّین ترک پانی پتی جن کا اوپر ذکر آچکا ہے۔ اپنے زمانہ کے بہت بڑے بزرگ تھے۔ آپ کا شمار جلیل القدر اولیاء اللہ میں سے تھا۔ آپ مخدوم کی خدمت میں ۲۴ سال تک رہے اور اس قدر خدمت کی کہ اپنی پوری زندگی کو آپ کی خدمت کے لیے وقف کر دیا تھا کبھی بھی ایک روز کیلئے حضرت مخدوم سے جدا نہیں ہوئے۔ جب پورے ۲۴ برس ہو گئے اور قلب نورِ باطن سے منوّر ہو گیا تو حضرت مخدوم نے

اپنے عزیز ترین مرید سے کہا. جاؤ شاہی سواروں میں ملازمت کرو اور شاہی فوج کو نیکی کے راستہ پر لاؤ جس روز تم سے کوئی کرامت ظاہر ہوگی اسی روز میرا انتقال ہوگا۔

پیر و مرشد کا حکم ملتے ہی آپ کلیر سے روانہ ہو گئے اور سلطان علاؤالدّین خلجی کے سواروں میں نوکر ہو گئے یہ وہ زمانہ تھا جب علاؤالدین خلجی چتوڑ کے قلعہ کا محاصرہ کیے ہوئے پڑا تھا حضرت شیخ ایک معمولی ملازم سپاہی کی حیثیت سے بڑی دیانت داری کے ساتھ کام انجام دیتے رہے اور خاموشی سے تبلیغِ اسلام کرتے رہے اور مسلمانوں کو نیکی و اخلاق کی تلقین کرتے رہے۔

سلطان خلجی نے مسلسل محاصرہ جاری رکھا لیکن وہ قلعہ فتح نہ کر سکا اور ناکام رہا آخر وہ فقراء و مشائخ کی تلاش میں لگ گیا کہ کوئی ایسا بزرگ ملے جس کی دعا کی برکت سے فتح نصیب ہو اس کو فقراء کی تلاش میں سرگرداں دیکھ کر ایک حقیقت شناس مردِ بزرگ نے کہا کہ تم فقراء کی تلاش میں کیوں سرگرداں ہوتے ہو. خود تمہارے لشکر میں ایک خدا تک پہنچا ہوا بزرگ موجود ہے۔ اگر وہ دعا کرے گا تو تمہاری فتح یقینی ہے۔ اس بزرگ کی شناخت یہ ہے کہ آج رات کو جب ہوا چلے گی تو تمام لشکر والوں کے چراغ گل ہو جائیں گے لیکن اس کا چراغ روشن رہے گا۔ اور وہ تلاوتِ کلام اللہ میں مصروف رہے گا۔

سلطان خلجی رات کا نہایت بے چینی سے انتظار کرنے لگا۔ رات آئی سخت آندھی چلی۔ تمام لشکر والوں کے چراغ گل ہو گئے صرف ایک چراغ جلتا رہا۔ سلطان خلجی فوراً اس خیمہ میں پہنچا تو دیکھا کہ حضرت شمسُ الدین تلاوتِ کلامِ پاک میں نہایت استغراق کے ساتھ مصروف ہیں۔ سلطان دست بستہ ایک کونہ میں کھڑا ہو گیا۔ جب تلاوت کر چکے تو سلطان کو دیکھا. تعظیم کے لیے اُٹھے اور اس وقت آنے کی وجہ پوچھی۔ سلطان نے معذرت کی کہ میں آپ کی قدر و منزلت نہ کر سکا آپ مجھے معاف کر دیں. اس کے بعد دُعا کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا یہاں سے تین کوس جا کر دعا کروں گا آپ فوراً حملہ کر دیں انشاءاللہ قلعہ فتح ہو جائے گا۔ سلطان نے بڑی عزت و احترام کے ساتھ رخصت

کیا۔ آپ نے تین کوس فاصلہ پر جا کر دعا کی۔ قلعہ فتح ہو گیا۔ حضرت شیخ کو اس وقت اپنے پیر و مرشد کی بات یاد آئی اور سمجھ لیا کہ حضرت مخدوم کا انتقال ہو گیا ہے۔

حضرت مخدوم کا انتقال

جس وقت حضرت شیخ شمس الدین کی دعا کی برکت سے قلعہ چتوڑ فتح ہو رہا تھا حضرت مخدوم اسی وقت اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ تاریخِ وفات ۱۳ ربیع الاوّل سنہ ۶۹۰ھ ہے۔

عزیز ترین مرید کو یقین ہو چکا تھا کہ پیر و مرشد کا انتقال ہو چکا ہے اس لیے دوڑے ہوتے کلیر پہنچے دیکھا کہ نعشِ مبارک رکھی ہوئی ہے اور جنگلی جانور اس کی حفاظت کر رہے ہیں۔

حضرت شیخ نے تجہیز و تکفین کے بعد حضرتِ مخدوم کے جسم مبارک کو سپردِ خاک کر دیا۔ آپ کا مزار کلیر شریف میں ہے اور مرجع خاص و عام ہے۔

حضرتِ شیخ شرفُ الدّین بُوعلی شاہ قلندر

پانی پتیؒ

نام ونسب اور حضرت شیخ کی ابتدائی زندگی

شیخ شرف الدین نام اور بوعلی قلندر لقب تھا آپ کا نسب چند واسطوں سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رح سے جاملتا ہے۔ والد ماجد کا اسم گرامی حضرت شیخ فخر الدین اور والدہ محترمہ کا نام بی بی حافظہ جمال تھا۔

والد ماجد اپنے زمانہ کے بہترین عالم اور متقدر بزرگ تھے ان کی پہلی شادی حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رح کی صاحبزادی سے ہوئی جن کے انتقال کے بعد مولانا سیّد نعمت اللہ صاحب ہمدانی کی دختر نیک اختر بی بی حافظہ جمال سے عقد ہوا۔ اس عقد کے بعد شیخ فخر الدین نے عراق ہی میں مستقل قیام کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ عراق ہی میں آپ کے بڑے صاحبزادے شیخ نظام الدین پیدا ہوئے۔ شیخ نظام الدین چھوٹی سی عمر میں بسلسلہ تجارت ہندوستان آگئے اور پانی پت میں سکونت اختیار کرلی۔

ہونہار بیٹے کی جدائی شیخ کو ستانے لگی چنانچہ آپ سنہ ۶۰۰ھ میں عراق سے

ہندوستان آئے اور بیٹے کے ساتھ پانی پت میں مستقل رہائش اختیار کرلی۔ پانی پت کے زمانۂ قیام میں حضرت شیخ بوعلی شاہ قلندر پیدا ہوئے۔ تاریخ پیدائش ۶۰۶ھ ہے۔

چھوٹی سی عمر میں تمام علومِ ظاہری حاصل کیے اور ۲۰ سال تک دہلی کے قطب مینار کے پاس درس دیتے رہے۔ اپنے عہد کے صفِ اوّل کے علماء میں شمار کیے جاتے تھے۔ نامور علماء آپ کی فضیلت و استعداد کے معترف تھے۔

کیفیّتِ جذب وسکر

دورانِ درس میں ایک روز جذب وسکر کی کیفیّت پیدا ہوئی فوراً اٹھے اور علوم وفنون کی کتابوں کو دریا میں ڈال دیا۔ شہر کو چھوڑ کر جنگل کیطرف نکل گئے اور عبادتِ الٰہی میں مصروف ہو گئے۔

دورانِ عبادت میں سخت مجاہدے کئے۔ کئی کئی روز تک پانی میں بحالتِ استغراق کھڑے رہے کہ مچھلیاں تمام گوشت پنڈلیوں کا کھا گئیں۔ ایک روز عبادت میں مصروف تھے کہ غیب سے آواز آئی شرف الدین! ہم نے تیری عبادت کو قبول کر لیا مانگ کیا مانگتا ہے عرض کیا پروردگارِ عالم! تو عالم الغیب ہے مجھ کو سوائے تیرے اقدس کے اور کچھ نہیں اسی جگہ کھڑا تیری محبت میں جان دے دوں گا۔

پھر آواز آئی کہ پانی سے نکل تجھ سے بہت کام لینا ہے۔ پھر آپ نے عرض کیا کہ میں دریائے محبت سے خود نہیں نکلوں گا اگر تجھ کو نکالنا ہے تو نکال دے۔ پھر استغراق طاری ہوگیا اسی حالت میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بزرگ تشریف لائے اور انھوں نے گود میں لے کر دریا کے کنارے پھینک دیا۔

بعض تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ یہ بزرگ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ تھے آپ کی رُوحِ مبارک کو اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ کی تعلیم وتلقین کے لیے بھیجا تھا چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے چند نکاتِ وحدت تعلیم فرمائے اور غائب ہو گئے۔ آپ اسی وقت

سے مست الست ہو گئے اور علوم باطنی سے قلب منوّر ہو گیا اور اسی روز سے آپ بوعلی قلندر کہلائے جانے لگے۔

مندرجہ بالا روایت کے بنا پر بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ آپ نے کسی بزرگ اور پیر طریقت سے بیعت نہیں کی۔ سیّد الاولیاء حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے براہ راست فیض حاصل کیا۔

اس کے برخلاف بعض نے آپ کی خلافت اور ارادت کو حضرت نظام الدّین اولیاء کیطرف منسوب کیا ہے۔ اخبار الاخیار میں شیخ محدّث نے دونوں قولوں سے انکار کیا ہے۔ صاحب سیر الاقطاب نے جزم اور یقین کے ساتھ آپ کی خلافت کو حضرت قطبُ الدین بختیار کاکی رح اور حضرت شیخ شہابُ الدّین عاشقِ خدا دونوں سے منسوب کیا۔

حضرت کا پانی پت میں قیام اور فیوض و برکات

اس حکمِ خداوندی کے بعد پانی پت تشریف لائے اور آخر وقت تک یہیں مقیم رہے اور خلقِ خدا کو فیض پہنچاتے رہے سینکڑوں انسانوں نے آپ سے روحانی کمال حاصل کیا۔ راہِ طریقت پہ گامزن رہے۔

بعض ایسے حضرات نے بھی آپ سے فیض حاصل کیا جو آفتابِ طریقت ثابت ہُوئے۔ ان میں کبیر الاولیاء حضرت شیخ جلالُ الدّین محمود پانی پتی سرِ فہرست ہیں۔ صاحب سیر الاقطاب نے نقل کیا ہے کہ :-

"کبیر الاولیاء نے اگرچہ شمس الاولیاء حضرت خواجہ شمسُ الدّین ترک قدس سرہ العزیز سے باضابطہ خلافت حاصل کی تھی لیکن ان کے کمال اور بندگی میں حضرت شیخ بوعلی قلندر کی نظر کیمیا تاثیر کو بہت دخل ہے۔

روحانیت کی تعلیم و تلقین کے ساتھ ہی ساتھ پانی پت اور اس کے اطراف میں تبلیغِ اسلام میں بھی آپ کا بہت نمایاں حصّہ ہے کہا جاتا ہے کہ سینکڑوں

غیر مسلم آپ کے دستِ حق پر مسلمان ہوئے۔ پانی پت کے علاقہ میں جو مسلمان راجپوت آباد ہیں وہ حضرت بوعلی شاہ قلندر ہی کے رشد و ہدایت سے ہی مسلمان ہوئے ایک بڑا سردار راجپوتوں کا امیر سنگھ نامی آپ کے ہی ہاتھوں پر ایمان لایا۔ اسی کے خاندان کے مسلمان راجپوت خوب پھیلے اور انھوں نے اسلام کے لیے خدمات انجام دیں اس کے علاوہ دہلی کے شاہی دربار پر آپ کا کافی اثر تھا۔

آپ نہایت ہمّت اور دلیری کے ساتھ بادشاہانِ وقت کو لوگوں کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرنے پر آمادہ کرتے رہتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت ہندوستان میں دو متوازی حکومتیں قائم تھیں۔ ایک حکومت تو وہ تھی جس کا تعلق دہلی کے شاہی خاندان سے تھا اور دوسری حکومت ان بوریا نشینوں کی تھی کہ بڑے بڑے درباری بادشاہ بھی ان کے سامنے جھکتے تھے اور ان کے پاس سے اخلاق و موعظت کے موتیوں سے دامن بھرتے تھے۔

بادشاہوں کو حضرت شیخ سے عقیدت

سلطان جلال الدین خلجی کو حضرت خواجہ بوعلی شاہ قلندر سے بیحد عقیدت تھی وہ آپ کے پاس سلوکِ طریقت کی تعلیم کے لیے حاضر ہوتا تھا۔ تھوڑے سے ہی عرصہ بعد وہ آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گیا تھا۔ بزرگوں کا شہر تھا جلال الدین خلجی میں بہترین اوصاف پائے جاتے تھے۔ جلال الدین خلجی کے علاوہ علاؤ الدین خلجی بھی حضرت شیخ سے بڑی عقیدت رکھتا تھا۔

ایک بار سلطان علاؤ الدین نے چاہا کہ حضرت بوعلی شاہ قلندر کے پاس کچھ نذر بھیجنی چاہیئے۔ اُمراء سے مشورہ کیا سب نے یہی رائے دی کہ اگر تحفہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے ذریعہ اور وساطت سے بھیجا جائے تو اُمید ہے کہ قبول کر لیا جائے۔ ورنہ قبول کرنا مشکل ہے۔

اس فیصلہ کے بعد سلطان نے امیر خسرو کو حضرت شیخ المشائخ کی خدمت

میں بھیجا۔ انھوں نے حضرت سلطان المشائخ سے بادشاہ کی خواہش ظاہر کی پہلے
آپ نے تامل کیا پھر اپنے محبوب مرید کو بادشاہ کی نذر لے جانے کی اجازت دے دی اور
دیکھو جو قلندر عاشق اللہ کہیں اس کو تسلیم کرنا معترض نہ ہونا۔ امیر خسرو بادشاہ کی نذر
تین دن کے بعد پانی پت میں داخل ہوئے۔ حضرت بوعلی کی قیام گاہ پر آئے۔ خدام
کہا کہ امیر آنا بیان کرو کہ خسرو کو خواجہ نظام الدین اولیاء اللہ نے آپ کی خدمت میں بھیجا
ہے۔ حضرت بوعلی شاہ قلندر نے ان کو اپنے پاس بلالیا اور جب وہ جاکر بیٹھے تو کچھ
کی فرمائش کی۔ امیر خسرو نے اپنی ایک غزل نہایت سوز سے پڑھنا شروع کی جس کا
یہ ہے ؎

اے کہ گوئی ہیچ سختی چوں فراق یار نیست
گر امید وصل باشد آنچنا دشوار نیست

غزل سن کر حضرت بوعلی قلندر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ خسرو خوش رہ
خوش جائے گا۔ پھر چند شعر اپنے پڑھے مطلع یہ ہے ؎

پیہم خسرواں بہ فعل اشتراست
خسرو شیخ کے کہ حلقہ تجرید بر سراست

خسرو شیخ کی زبانی اس غزل کو سن کر بہت روئے اور دیر تک رقت طاری
رہی۔ حضرت بوعلی نے پوچھا کہ سمجھا بھی۔ عرض کیا رونا اسی لیے آیا ہے کہ کچھ نہیں سمجھا
سن کر بوعلی قلندر بہت خوش ہوئے اور بادشاہ کی نذر بھی قبول کی اور فرمایا کہ اگر
نظام الدین کا واسطہ نہ ہوتا تو میں ہرگز قبول نہ کرتا۔

خدام کو حکم بھیجا کہ خسرو کو خانقاہ میں نہایت اعزاز و اکرام سے رکھو تین روز رہ
خسرو نے رخصت طلب کی۔ آپ نے رخصت دے دی اور ایک خط حضرت سلطان
المشائخ کے لیے اور دوسرا سلطان خلجی کے لیے دیا۔ بادشاہ کے خط میں لکھا
"علاؤ الدین فوطہ دار دہلی مقرر داند کہ با بندگان خدائے تعالیٰ نیکو کند"
جب یہ خط علاؤ الدین خلجی کو ملا تو امراء نے کہا کہ بادشاہ کو فوطہ دار سے خطاب

نہایت بے ادبی ہے۔ سلطان نے کہا کہ غنیمت ہے کہ اس ذرہ بے قدر کو فوطہ دار لکھا ہے۔ ایک بار تو شحنہ دہلی تحریر فرمایا تھا اب فوطہ دار جو فرمایا تو اس کے لیے میں بہت شکر ادا کرتا ہوں۔

سلطان غیاث الدین تغلق بھی حضرت کا بے حد معتقد تھا اور آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل تھا۔ ایک بار اپنے لڑکے اور پوتے کے ساتھ حاضر خدمت ہوا۔ شیخ نے خدام کو حکم دیا کہ شاہی افراد کیلئے کھانے لگاؤ۔ کھانے وقت آپ یہ دیکھ کر مسکرائے اور کہا کہ تین بادشاہ ایک ہی برتن میں کھا رہے ہیں یہ گویا بشارت تھی۔ چند سال بعد دونوں ہندوستان کے بادشاہ ہوئے۔

حضرت شیخ شرف الدین اور حضرت خواجہ شمس الدین

حضرت خواجہ شمس الدین کا ضمناً تذکرہ تاج الاولیاء حضرت خواجہ علاؤ الدین صابر کے تذکرہ میں آچکا ہے۔

خواجہ شمس الدین کو شمس الاولیاء کہا جاتا ہے۔ خواجہ صاحب اپنے مرشد تاج الاولیاء کے حکم سے پانی پت میں مقیم ہوئے۔ حضرت شیخ بوعلی قلندر پہلے سے شہر کے باہر مقیم تھے۔

خواجہ صاحب کو معلوم ہو گیا آپ نے دودھ کا ایک پیالہ بھر کر کسی خادم کے ہاتھ قلندر صاحب کی خدمت میں بھیجا۔ خادم حضرت بوعلی شاہ قلندر کے پاس پیالہ لے کر حاضر ہوا اور اپنے مرشد کا سلام کہا۔ آپ نے پیالہ کو دیکھ کر تبسم فرمایا اور گلاب کی چند کلیاں دودھ کے پیالہ میں ڈال دیں اور کہا لے جاؤ۔

خادم اپنے مرشد کے پاس لے آیا۔ حضرت خواجہ ترک مسکرائے۔ حاضرین متحیر ہوئے کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ خواجہ ترک نے فرمایا میرا دودھ سے لبالب پیالہ بھر کر بھیجنا اس سے یہ خبر دینی تھی کہ جس طرح پیالہ دودھ سے بھرا ہوا ہے اسی پانی پت کا علاقہ میری ولایت سے معمور ہے۔ میرے بھائی نے گلاب کی کلیاں ڈال کر بتلایا کہ میں آپ کی

ولایت سے کچھ سروکار نہیں رکھوں گا۔ اور اس طرح رہوں گا۔ جیسے دُودھ میں کلیاں
اسی اثنا میں بعض لوگوں نے حضرت شیخ بوعلی قلندر سے بھی پوچھا تو آپ نے بھی یہی فرما
اور کچھ روز کے بعد خواجہ شمس الدین ترک رح سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے اور دیر تک باتیں
ہوتی رہیں۔ دونوں میں آخر وقت تک نہایت ہی محبّت اور اخلاص رہا۔

صاحب سیر الاقطاب نے ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ ایک روز حضرت شمس الدین
ترک رح کا ایک مرید کسی کام سے شہر گیا۔ واپسی کے وقت حضرت بوعلی شاہ قلندر کی قیام
گاہ پر بھی گیا کیا دیکھتا ہے کہ آپ بصورتِ دیگر (شیر) بیٹھے ہُوئے ہیں گھبرایا ہوا اپنے مر
کے پاس آیا اور جو کچھ دیکھا تھا بیان کیا۔ مرشد نے حکم دیا کہ دوبارہ حضرت کی قیام گاہ پر جا
اور اگر اب بھی ان کو شیر کی شکل میں دیکھو تو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ شیر کو جنگل میں رہنا چاہیئے
مرید قیام گاہ پر آیا اور اسی حالت میں پایا اور اپنے مرشد کا پیغام پہنچایا۔ اسی وقت اس
جگہ سے اٹھے اور اسی حالت میں گھوٹے تشریف لے گئے۔ گھوٹے پانی پت کے قریب ایک
گاؤں تھا۔

گھوٹے میں بہت روز تک قیام کیا ایک روز خواجہ شمس الدین ترک نے اپنے مرید کو کہہ
بھیجا کہ جہاں آپ تشریف رکھتے ہیں یہ علاقہ بھی مجھے مراحمت ہوا ہے اسی وقت آپ کرنال
کے قریب موضع بودھ کھیڑا میں تشریف لے گئے اور یہیں سکونت اختیار کر لی کبھی اپنے
بھائی شمس الدین سے ملاقات کیلئے پانی پت تشریف لاتے تھے۔ یہ دونوں واقعے آپ کی
بلند اخلاقی کا پتہ دیتے ہیں۔

اخبار الاخیار میں مرقوم ہے کہ ایک روز آپ نہایت مستی اور سکر کی حالت میں تھے
مونچھیں خلافِ سنّت بڑھی ہوئی تھیں۔ مولانا ضیاء الدین سنائی رح جو نہایت ہی متدین
بزرگ تھے تشریف لاتے۔ مونچھوں کو بڑھا ہوا دیکھ کر قینچی لی اور ڈاڑھی پکڑ کر مونچھوں کو درست
کیا اور آپ نے کوئی مزاحمت نہیں کی بلکہ اس واقعہ کے بعد اپنی ڈاڑھی پکڑ کر کہتے کہ یہ ڈاڑھی
متبرک ہے اس کو شریعت کا حکم بجالانے کے لیے پکڑا گیا ہے۔

جو حضرات شریعت اور طریقت کی علیحدگی کے قائل ہیں ذرا وہ اس واقعہ پر غور فرمائیں

حضرت شیخ کی وفات

سیرالاقطاب میں ہے کہ ۱۷ رمضان المبارک ۷۲۴ھ میں حضرت کا بوڈھ کھیڑا میں انتقال ہوا۔ تاریخ رحلت شرف الدین ابدال سے نکلتا ہے کہ زال میں دفن کیا گیا۔ بعض اعزہ اقربا نے چند روز کے بعد رات کے وقت نعش مبارک نکال کر پانی پت میں لے جاکر دفن کیا آج بھی کرنال، پانی پت، بڈھا کھیڑا اور باگھونی میں معتقدین کا ایک میلہ سا لگا رہتا ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ

نام و نسب اور ابتدائی زندگی

اسمِ گرامی محمّد ہے اور متعدد القابات سے یاد کیے جاتے ہیں جن
محبوب الٰہی، سلطان الاولیاء، سلطان المشائخ، سلطان السلاطین زیادہ
مشہور ہیں۔

حضرت شیخ المشائخ کا خاندان بخارا سے ہجرت کر کے لاہور آیا، پھر وہاں سے
بدایوں میں سکونت پذیر ہوا۔ آپ کا خاندان سادات کا مشہور خاندان تھا آپ کے والد
ماجد کا اسمِ گرامی سیّد احمد اور دادا کا نام سیّد علی تھا۔ سلسلۂ نسب پندرہ
واسطوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے مل جاتا ہے ماہ صفر المظفر ۶۳۴ھ میں شہر
بدایوں میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

حضرت محبوبُ الٰہی کی عمر ابھی پانچ سال کی تھی کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔
اس لیے فرزند عزیز کی ساری ذمہ داری آپ کی والدہ ماجدہ سیّدہ زلیخا کے سر
آن پڑی۔

سیّدہ زلیخا بڑی عابدہ زاہدہ تھیں۔ آپ کی کرامت و بزرگی کے واقعات
تذکرہ نویسوں نے لکھے ہیں۔ غرضیکہ اس صاحب کرامت و عابدہ خاتون کی زیر سرپرستی

آپ کی تربیت ہوئی۔ والدہ ماجدہ نے قرآن کریم پڑھنے کیلئے مکتب میں بٹھادیا۔ چونکہ حافظہ قوی تھا اور ذہن سلیم تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں قرآن کریم تمام حفظ کرلیا اور عربی کی ابتدائی تعلیم شروع کردی اور تھوڑے ہی عرصہ میں ختم کرلی۔ فقہ کی کتاب قدوری بدایوں کے مشہور عالم مولانا علاؤالدین اصولی سے ختم کرنے کے سلسلہ میں آپ کی والدہ محترمہ نے شہر کے علماء اور مشائخ کو جمع کرکے اپنے ہاتھ سے بنے سوت کا عمامہ بطور دستار فضیلت باندھتے وقت کئی صاحب حال پیشین گوئی کی کہ اس لڑکے کا سر کسی انسان کے آگے نہیں جھکے گا۔ آپ کی زندگی نے اس پیشین گوئی کو صحیح کرکے دکھایا۔

مزید تعلیم کے لیے آپ والدہ کے ساتھ دہلی تشریف لائے اور وہاں کے مشہور عالم دین مولانا شمس الدین اور مولانا کمال الدین زاہد سے علومِ ظاہری کی تکمیل فرمائی۔ ہر دو بزرگ اپنے عہد کے مشہور علماء و فضلا میں سے تھے اور اس عہد کے حکمران بلبن پر بہت اثر تھا اور وہ دونوں کا بہت قدردان تھا۔

تھوڑے ہی عرصہ میں آپ نے علومِ ظاہری کی سندِ فراغت و فضیلت حاصل کرلی اور ان علوم میں بھی کمال حاصل کیا چنانچہ آپ کا شمار جید علماء میں ہوتا ہے اور آپ کی خانقاہ جس طرح علومِ باطنی کا مرکز تھی اسی طرح ظاہری علوم اور اس کا بھی چشمۂ فیض تھی۔

حضرت بابا فریدؒ گنج شکر کی خدمت میں

چونکہ حضرت دنیا کی راہنمائی کے لیے تشریف لائے تھے اس لیے قدرت نے بچپن ہی سے باطنی انوار سے سرفراز کیا تھا لیکن علومِ ظاہری سے فارغ ہونے کے بعد ایک روحانی راہنما کی ضرورت کو شدت سے محسوس کیا۔ اسی اثناء میں لوگوں سے حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کے احوال سے مطلع ہوئے۔ اس لیے بابا صاحب سے ملاقات کا شوق دل میں پیدا ہوگیا۔

ایک رات شہر کی جامع مسجد میں مقیم تھے صبح کے وقت موذن نے منارہ پر چڑھ

کہ یہ آیت پڑھی ۔

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ آمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ ۔

کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ ایمان والوں کے دل اللہ کے ذکر پر اس کی خشیت سے جھک جائیں ۔

یہ آیت سن کر آپ پر عجیب کیفیت طاری ہو گئی ۔ دل کانپنے لگا ۔ آنکھوں آنسوؤں کا ایک دریا بہہ نکلا ۔ نہایت ذوق و شوق سے نماز پڑھی ۔ نماز پڑھ کر فریدالدین گنج شکر رح کی زیارت کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور وفور شوق میں ۔ چلتے رہے اور جب اجودھن (پاک پٹن) پہنچے فوراً ہی بابا فرید صاحب کی خدمت حاضر ہوئے ۔

بابا فریدالدین صاحب نے دیکھتے ہی یہ شعر پڑھا ؎

اے آتش فرقت دلہا کباب کردہ
سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

اور اسی وقت اپنے سر سے اتار کر کلاہ چار ترکی مرید کے سر پر رکھ دی ۔

حضرت محبوب الٰہی اپنے پیر دستگیر کی صحبت میں تعلیم و تربیت پاتے رہے یہاں تک کہ چند ہی روز میں اپنی غیر معمولی ریاضت اور عبادت کی بنا پر راہ سلوک و معرفت میں کمال حاصل کر لیا ۔

حضرت کو اپنے پیر و مرشد سے بیحد محبت تھی چنانچہ آپ دہلی سے کئی مرشد سے فیوض و برکات حاصل کرنے کے لیے (پاک پٹن) اجودھن تشریف لیجا تھے ۔ ایک بار مرشد نے اپنے عزیز مرید کے لیے خداوند کریم کی بارگاہ میں دعا کی الٰہی میرا یہ مرید تجھ سے جو کچھ مانگے اُسے عطا فرمایا کر "

پیر و مرشد کی یہ پُر خلوص دعا بارگاہِ الٰہی میں قبول ہوئی اسی لیے آپ محبوب الٰہی کہلاتے ۔ آخری بار جب اجودھن مرشد سے ملنے تشریف لے گئے تو واپسی پر پیر مرشد نے درد بھرے لہجہ میں کہا " شاید آئندہ تم مجھ سے نہ مل سکو میں دعا کرتا ہوں

کہ اللہ تعالیٰ تجھے نیک بخت بنائے۔ انشاء اللہ تم ایسا درخت بنو گے جس کے سایہ میں مخلوقِ خدا آرام پائے گی اور فیض پائے گی۔ تم مجاہدہ برابر کرتے رہنا اس سے غافل نہ رہنا۔

بابا فریدؒ کا جب وصال ہوا تو محبوبِ الٰہی مرشد کے پاس موجود نہ تھے لیکن مُرشد نے مولانا بدرالدین اسحاق کی معرفت عصا اور خرقہ جو حضرت بختیار کاکی رح سے ان کو ملا تھا اپنے عزیز ترین مرید کے پاس دہلی بھیجا۔

حضرت محبوبِ الٰہی کا دہلی میں قیام

حضرت بابا فریدالدّین گنج شکر رح نے جب یہ دیکھا کہ حضرت محبوبِ الٰہی روحانی دولت سے مالامال ہو چکے ہیں تو آپ نے دہلی میں قیام کرنے کا حکم دیا۔ رخصت کرتے وقت مرید کو دو باتوں کی نصیحت فرمائی ایک یہ کہ اگر کسی سے قرض لینا تو جلد ادا کرنے کی کوشش کرنا۔ دوسرے اپنے دشمنوں کو ہر حال میں خوش کرنے کی کوشش کرنا۔

چنانچہ جب آپ دہلی تشریف لائے تو شہر میں آبادی کی کثرت سے آپ کو عبادت و ریاضت کیلئے پُرسکون جگہ نہ ملی اس لیے دہلی سے متصل ایک جگہ غیاث پور میں آکر فروکش ہوئے۔

شروع میں یہاں کے قیام کے زمانہ میں بڑی عسرت اور تنگی رہی تین تین دن کے فاقے ہوتے تھے۔ آپ یہ فرماتے تھے کہ جب گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہ ہوتی تھی تو میری والدہ ماجدہ کہا کرتی تھیں کہ آج ہم اللہ کے مہمان ہیں۔ مجھے والدہ ماجدہ کے اس جملہ سے بڑی لذت ملتی تھی۔

صاحب سیرالاولیاء سیرخورد کا بیان ہے کہ جب حضرت محبوبِ الٰہی غیاث پور میں سکونت رکھتے تھے وہ زمانہ بڑی عسرت اور تنگی سے گزارا۔ آپکے مکان میں ایک زنبیل لٹکی رہتی تھی افطار کے وقت جب اسے ہلایا جاتا تو اس میں سے روٹی کے خشک ٹکڑے گرتے لوگ انھیں ٹکڑوں کو حضرت کے سامنے رکھ دیتے جس سے

آپ روزہ افطار کرتے۔ سلطان جلال الدین خلجی کو آپ کی اس تنگدستی کا حال معلوم ہوا تو کچھ تحائف آپ کی خدمت میں بھیجے اور کہلا بھیجا کہ اگر آپ حکم دیں تو چند گاؤں آپ کے خدمت گزاروں کے لیے نذر کر دیئے جائیں۔

آپ نے تحائف واپس کر دیئے اور کہلا بھیجا کہ مجھے اور میرے خدمت گزاروں کو تمہارے گاؤں کی ضرورت نہیں میرا اور ان کا خدا کارساز ہے۔

اسی زمانہ میں شیخ برہان الدین غریب اور شیخ کمال الدین یعقوب جو آگے چلکر آپ کے خلیفہ ہوتے آپ کی خدمت میں رہتے تھے۔ ایک دفعہ مسلسل کئی دن کا فاقہ ہوگیا پڑوس کی ایک نیک بی بی نے کچھ بھیجا۔

شیخ کمال الدین نے آٹے کو مٹی کے ایک برتن میں ڈال کر آگ پر چڑھا دیا اسی وقت ایک گدڑی پوش درویش آپہنچا اور کچھ کھانے کو مانگا۔ محبوب الٰہی نے دیگ کو اُٹھا کر درویش کے سامنے رکھ دیا اس نے دیگ سے کچھ گرم لقمے منہ میں ڈالے پھر دیگ کو اٹھا کر ٹپک دیا اور یہ کہتا ہوا خلا میں گم ہوگیا۔

شیخ نظام الدین اولیاء کو حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ نے نعمت باطن سے نوازا۔ میں نے ان کی فقیری کی دیگ کو توڑ ڈالا۔ اب وہ ظاہر اور باطن کی نعمتوں کے سلطان ہوگئے۔

اس عجیب وغریب واقعہ کے بعد محبوب الٰہی کا فقر و فاقہ جاتا رہا اور فتوحات کا یہ حال ہوگیا کہ دولت کا دریا دروازہ کے آگے بہتا تھا۔ کوئی وقت فتوحات سے خالی نہ ہوتا تھا اس کے ساتھ ہی آپ کی محبوبیت اور ہر دلعزیزی اس قدر بڑھ گئی کہ آپ کی خانقاہ کے گرد ہر وقت ایک ہجوم رہتا۔ امیر وغریب سب ہی آپ کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوتے اور آپ کی شہرت ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئی

حضرت کی عبادت وریاضت

بابا گنج شکرؒ نے اپنے مرید کو رخصت کرتے وقت چند نصیحتیں کی تھیں جن

کا خلاصہ یہ تھا۔
۱: ہمیشہ مجاہدہ میں مشغول رہنا۔ ۲: شاگردوں کو تعلیم دینا۔ دنیا کی تمام تر خواہشات کو ترک کر دینا۔ خلوت نشین بننا اور خلوت نشینی میں طرح طرح کی عبادات سے معمور رہنا۔ محبوبِ الٰہی نے اپنے پیر و مرشد کی ان نصائح پر سخت نہایت سے پابندی کی اور عمل کیا۔

چنانچہ صاحب سیر الاولیاء کا بیان ہے کہ آپ نے جوانی کے زمانے میں کامل ۳۰ سال تک نہایت سخت مجاہدے کیے۔ جوانی کے بعد بقیہ زندگی بھی نہایت سخت مجاہدے میں گزاری اور یہ مجاہدے پہلے سے بھی زیادہ سخت تھے۔ دنیاوی جاہ و جلال آپ کے خدام کے پیروں میں روندا جاتا تھا اور ہر طرف سے تحائف و ہدیات برابر چلے آتے تھے لیکن آپ کا قانع نفس کبھی اس طرف متوجہ نہیں ہوتا جس وقت آپ اپنی زندگی کے ۸۰ برس کے مرحلے طے کر چکے تھے تو بھی پانچوں وقت کوٹھے سے اتر کر نماز باجماعت ادا کرتے اور اس عمر میں بھی ہمیشہ روزے سے رہتے اور افطار کے وقت بہت ہی کم غذا تناول فرماتے۔ اکثر آدھی روٹی تلخ کریلے کے ساتھ نوش فرماتے۔ (سیر الاولیاء)

آپ کا معمول تھا کہ چاشت اور اشراق کی نمازوں کے بعد مسندِ رشد و ہدایت پر تشریف لے جاتے۔ اس وقت زیادہ تر صوفیاء کرام فقراء کا مجمع رہتا اور آپ اس میں سلوک و طریقت کے حقائق بیان فرماتے اور فقراء و مساکین کو روپے اور غلّہ اور تحفہ تقسیم کرتے۔

دوسری مجلس ظہر کی نماز کے بعد سے عصر تک ہوتی اس مجلس میں زیادہ تر طلباء اور تشنگانِ علوم کا مجمع ہوتا اس میں آپ علمی نکات بیان فرماتے۔ حدیث کی بعض کتابوں کا بھی درس ہوتا لوگ سر جھکائے بیٹھے رہتے۔ ہر شخص یہ محسوس کرتا رہتا تھا کہ وہ الہامی باتیں سن رہا ہے اور رات تو پوری کی پوری عبادت میں گزر جاتی تمام رات آپ پر وارفتگی طاری رہتی۔ غرض یہ کہ خدا کا محبوب اپنے شب و روز

خالقِ حقیقی کی عبادت اور ریاضت میں صرف کرتا۔

حضرت کی جُود وسخا

آپ کا مطبخ ہمیشہ گرم رہتا کئی ہزار فقراء ومساکین روزانہ کھانا کھاتے۔ خانقاہ میں جو کچھ آتا شام تک تقسیم ہو جاتا۔ حکم تھا کہ کوئی چیز بچاکر نہ رکھی جائے۔ جب خانقاہ میں زیادہ مال واسباب جمع ہو جاتا آپ رونے لگتے اور حکم ہوتا کہ سب کو اسی وقت تقسیم کر دیا جائے۔

جمعہ کے روز تمام خانقاہ کو خالی کرنے کا حکم دیتے۔ خانقاہ میں کوئی چیز باقی نہیں رہتی نوکر آکر کہتا کہ جھاڑو تک دے دی گئی ہے اب کوئی چیز باقی نہیں ہے اس پر آپ اظہارِ اطمینان فرماتے اس کے بعد جامع مسجد تشریف لے جاتے اور اطمینان سے نماز ادا فرماتے۔

ایک بار ایک سوداگر لٹ گیا۔ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی کے صاحبزادہ کی سفارش لے کر حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں پہنچا۔ حضرت محبوب الٰہی نے خادمِ خاص کو حکم دیا کہ صبح سے چاشت تک جو کچھ آئے اس سوداگر کے حوالہ کر دو چاشت کے وقت تک بارہ ہزار اشرفیاں آسکیں۔ آپ نے یہ ساری رقم سوداگر کے حوالے کر دی۔

ایک مرتبہ کسی مرید نے پانچسو اشرفیاں بطور نذر بھیجیں۔ اس وقت ایک قلندر فقیر حضرت کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے کہا کہ اس میں میرا حصہ بھی ہے آپ نے مسکراکر جواب دیا کچھ نہیں بلکہ سب تمہارا ہے یہ کہہ کر تمام اشرفیاں قلندر کو دے دیں۔

اس جود وسخا کے باوجود استغنا کا یہ عالم تھا کہ اگر بادشاہوں یا شہزادوں میں سے کوئی تحفہ یا ہدیہ پیش کرتا تو ایک سرد آہ بھرتے اور فرماتے یہ لوگ کہاں آتے ہیں اور درویش کو غارت کرتے ہیں۔ اس پر کبھی کبھی آنکھوں میں آنسو بھی بھر لاتے اور اا

کے ہدیات اور تحائف لینے سے انکار کر دیتے۔

حضرت کی داد و ہش فیاضی اور دستر خوان کی وسعت اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ اگر خزانے بھرے ہوتے ہوں تو خالی ہو جائیں لیکن مستقل آمدنی کے بغیر آخر وقت تک آپ کے شاہانہ اخراجات جاری رہے۔

جس دروازے پر مال و دولت کا دریا بہتا ہو خود اس کا یہ عالم ہے کہ جب تمام مہمان اور مسافر کھانے سے فارغ ہو جاتے تو سب سے آخر میں افطار کے وقت آدھی اور زیادہ سے زیادہ ایک روٹی سبزی یا تلخ کریلے کے ساتھ کھاتے۔

بابا فرید الدین گنج شکرؒ فرمایا کرتے تھے کہ ایسی حالت میں جبکہ ہزاروں بندگانِ خدا سڑکوں پر بھوکے پڑے ہیں۔ تو میں عمدہ اور لذیذ کھانے کھا کر ان کو کیوں کر بھول سکتا ہوں۔

سردی کے موسم میں بار بار کروٹیں بدلتے اور فرماتے کہ غریب اور نادار لوگ کیسے سردی کو برداشت کرتے ہوں گے۔ غرضیکہ آپ کے پُر درد دل میں اپنے خالق کی معرفت اور اس کی مخلوق کیلئے شفقت اور محبّت بھری ہوئی تھی۔

دُنیا اور دُنیا والوں سے بے نیازی

پہلے تحریر کیا جا چکا ہے کہ بادشاہوں اور شہزادوں کے ہدیات اور تحائف قبول نہیں کرتے تھے۔ آنکھوں میں آنسو بھر لاتے اور فرماتے کہ مجھے دنیا سے نفرت ہے میرے پیر و مرشد حضرت گنج شکر رحٰ نے ایک دن مجھ سے کہا کہ نظام میں نے تیرے لیے دنیا کی ایک مقدار کافی خداوند کریم سے طلب کی ہے۔

میں یہ سن کر سر سے پاؤں تک لرز گیا اور دل میں کہا کہ آہ بہت سے بزرگ اسی دنیا کی وجہ سے فتنہ میں پڑ گئے۔ افسوس میرا کیا حال ہوگا۔ میرے دل میں یہ خیال گزرا ہی تھا کہ پیر و مرشد نے فرمایا تم خاطر جمع رکھو دنیا تمہارے لیے فتنہ نہ ہو گی آپ فرماتے ہیں کہ میں حضرت کی اس بات سے بہت خوش ہوا اور سجدۂ شکر بجا لایا۔

حضرت سلطان المشائخ فرمایا کرتے تھے کہ ایک رات کا ذکر ہے کہ آخر شب کا وقت تھا میں کیا دیکھتا ہوں کہ مکان کے صحن میں ایک عورت جھاڑو دے رہی ہے میں نے پوچھا تو کون ہے؟ جواب دیا کہ میں دنیا ہوں اور مخدوم کے گھر میں جھاڑو دے رہی ہوں۔

میں نے کہا اے فتنہ ڈالنے والی میرے گھر میں تیرا کیا کام ہے جا میرے گھر سے باہر نکل۔ میں اسے نکالتا تھا لیکن وہ میرے گھر سے باہر نہ نکلتی تھی۔ میں نے اپنی انگلی اس کی گدی پر رکھ دی اور مکان سے باہر نکال دیا لیکن پھر دنیا میری طرف متوجہ رہی۔

دنیا سے نفرت بچپن سے تھی اپنا ایک واقعہ خود بیان کرتے تھے کہ میں جس زمانہ میں بدایوں میں مولانا علاؤالدین سے پڑھتا تھا ایک رات مسجد میں تنہا سبق یاد کر رہا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں بہت سے سنہری سانپ آواز دیتے ہوئے چلے جاتے ہیں تمام سانپوں کے پیچھے ایک چھوٹا سا سانپ دیکھا جو کسی قدر ٹھہر ٹھہر کر چل رہا ہے میں اپنی جگہ سے اٹھا کہ دیکھوں تو سہی معاملہ کیا ہے۔ میں نے اپنے عمامہ کو سانپوں پر ڈال دیا۔ دیکھتا ہوں کہ عمامہ کے نیچے سونے کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ میں نے اپنا عمامہ اٹھا لیا اور سونے کا ڈھیر وہیں پڑا ہوا چھوڑ دیا۔

اس کے علاوہ حضرت محبوب الٰہی نے بادشاہوں کی صحبت سے ہمیشہ کنارہ کشی کی۔ آپ بادشاہوں کے قرب کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ ایک غریب کو تو یہ اختیار حاصل تھا کہ جس وقت چاہے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور حضرت کو اپنے جس کام کو چاہے لے جائے لیکن بادشاہ کے لیے یہ اجازت نہ تھی کہ وہ بے تکلف آپ کی خدمت میں چلا جائے۔

سلطان جلال الدین خلجی کو حضرت محبوب الٰہی کے شرفِ ملاقات کی بڑی تمنّا تھی اور اسی لیے آپ کی خدمت میں آنا چاہا لیکن آپ نے اسے اجازت نہ دی امیر خسرو سلطان کے دربار سے متعلق تھے انھوں نے وعدہ کیا کہ حضرت کی اجازت

کے بغیر وہ ان کی خدمت میں سلطان کو حاضر کریں گے۔ بادشاہ دل میں بہت مسرور تھا کہ حضرت سے ملاقات ہو جائے گی اور دلی تمنا پوری ہو جائے گی۔

امیر خسرو نے وعدہ تو کر لیا لیکن دل میں سوچا کہ اگر میں بغیر اجازت کے سلطان کو حضرت کے پاس لے گیا تو خفا ہو جائیں گے لہٰذا محبوب الٰہی کے پاس گئے اور کہا کہ سلطان آپ کے پاس آنا چاہتے ہیں۔ حضرت محبوب الٰہی اسی وقت شہر چھوڑ کر اپنے پیر و مرشد کے پاس اجودھن تشریف لے گئے۔

سلطان کو خبر ملی تو امیر خسرو سے باز پرس کی۔ امیر خسرو نے نہایت دلیری سے کہا کہ مجھے بادشاہ کی رنجش سے صرف جان کا خوف تھا لیکن اگر مرشد رنجیدہ ہو جاتے تو ایمان کا خطرہ تھا۔ سلطان عقلمند دانا تھا امیر خسرو کے اس جواب پر بہت خوش ہوا اور کوئی گرفت نہ کی۔

سلطان غیاث الدین بلبن بھی حضرت کی زیارت کا بے حد متمنّی رہا مگر اس کی آرزو پوری نہ ہو سکی۔ بادشاہ معز الدّین کیقباد کو حضرت سے بے انتہا عقیدت تھی مگر اس کو بھی آپ کے آستانہ پر حاضری کی اجازت نہ دی۔

علاؤالدین خلجی بھی حضرت محبوب الٰہی کا بے حد عقیدت مند تھا اس نے فرا بیگ کو ہدایت کر رکھی تھی کہ محبوب الٰہی کو محفلِ سماع میں جن اشعار پر وجد آتے اس کو وہ لکھ لیا کرے اور آکر سنایا کرے۔ ان اشعار کو سن کر علاؤالدین کو قلبی راحت محسوس ہوتی تھی۔

اس عقیدت کے باوجود اس کو بھی حاضری کی اجازت نہ تھی۔ اس بادشاہ نے اپنے جگر گوشوں خضر خاں اور شادی خاں کو حکم دیا کہ حضرت کے دامن سے وابستہ ہو جائیں۔ دونوں مرید ہو کر حضرت کے چشمۂ فیض سے مستفیض ہوتے رہے علاؤ الدّین کے لڑکے خضر خاں نے ہی خانقاہ کی عمارت تعمیر کرائی۔

ایک اور موقع پر علاؤ الدین خلجی نے کہلا بھیجا کہ اگر قبول فرمائیں تو میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ آنے کی ضرورت نہیں میں تمہارے لیے غائبانہ دعائیں

مشغول ہوں اور غائبانہ دعا اثر رکھتی ہے۔

سلطان نے ملاقات کیلئے پھر اصرار کیا آپ نے کہلا بھیجا کہ اس ضعیف کے گھر کے دو دروازے ہیں اگر بادشاہ ایک دروازہ سے تشریف لائیں گے تو میں دوسرے دروازہ سے نکل جاؤں گا۔

حضرت محبوب الٰہی کے عظیم کارنامے

علاؤالدین خلجی کے عہد میں محبوب الٰہی کے فیوض و برکات سے ملک میں عام انقلاب پیدا ہوا۔ آپ کی نظر کیمیا اثر سے خواص و عوام میں خاص غیر معمولی تبدیلیاں بھی پیدا ہوئیں ایک دنیا آپ کے انفاس متبرکہ سے روشن ہوئی۔ ایک عالم نے آپ کی بیعت کی ان کے ہاتھ پر بیشتر گناہگاروں نے توبہ کی بے نمازی ہمیشہ کیلئے نماز کے پابند بن گئے۔ آپ کے اخلاقِ حمیدہ اور ترکِ دنیا کے معاملات کے دیکھنے سے لوگوں کے دلوں میں دنیا کی محبت اور حرص و ہوس کم ہوگئی۔ آپ کی عبادت اور معاملات کی برکت سے لوگوں کے معاملات میں سچائی پیدا ہوگئی اور اس دینی بادشاہ کی محبت اور اخلاق کے اثر سے خداوند کریم کے فیض کی بارش دنیا میں ہونے لگی۔

آپ سے متاثر ہو کر سلطان علاؤالدین نے ملک کی بہتری کے لیے تمام نشہ آور چیزوں اور فسق و فجور کے سامان کو نہایت سختی سے روک دیا۔ حضرت محبوب الٰہی نے بیعت کا عام دروازہ کھول رکھا تھا۔ گناہگاروں کو خرقہ سے نوازتے اور ان سے توبہ کراتے تھے اور خاص و عام غریب و دولت مند بادشاہ و فقیر عالم و جاہل شریف اور رذیل شہری اور دیہاتی، غازی و مجاہد آزاد و غلام سب کو توبہ اور پاکی کی تعلیم دیتے تھے۔

لوگ نوافل کے اس قدر پابند ہو گئے تھے۔ مساجد میں نفل پڑھنے والوں کا ہجوم رہتا تھا۔ بادشاہ کے محل میں بہت سے امراء لشکری حضرت کے مرید ہوتے تھے اور چاشت و اشراق کی نمازیں ادا کرتے تھے۔ عام لوگ ایامِ بیض اور عشرہ ذی الحجہ کے

روزے رکھتے تھے۔ ہر محلہ میں صلحاء کا اجتماع ہوتا۔

عہدِ علائی کے آخر چند سالوں میں شراب معشوق فسق و فجور، جوا، فحاشی وغیرہ کا نام تک لوگوں کی زبان پر نہ آتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شیخ کو جنید بغدادی اور بایزید بسطامی کے مثل پیدا کیا تھا۔

یہ الفاظ میرے نہیں بلکہ مشہور معتبر تاریخ فیروز شاہی کے ہیں۔ لوگ بزرگوں کی کرامات سننے کے شوقین ہوتے ہیں اس سے بڑی کرامت کیا ہوگی کہ قوم کی اصلاح ہو جائے اور خیر غالب ہو جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ہدایت کے بموجب لوگ اپنی زندگیوں کے نقشہ بنائیں۔ آپ نے اور آپ کے نامور خلفاء نے اشاعتِ اسلام میں بہت زیادہ حصہ لیا۔

آپ کے خلیفہ خواجہ بُرہان الدین غریب نے دکن میں اور حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندر نے پانی پت کے علاقہ میں ہزاروں غیر مسلموں کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔

آپ کا فیض ہندوستان تک محدود نہ رہا بلکہ چین بھی اس چشمۂ خیر سے سیراب ہوا چین میں بھی یہ سلسلہ قائم رہا۔ چین میں حضرت کے پہلے خلیفہ خواجہ سالار ہن بن تھے۔

محبُوب الٰہی کی وفات

وفات سے کچھ دن پہلے خواب میں دیکھا کہ رُسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں "نظام الدین تم سے ملنے کا بڑا اشتیاق ہے"۔ اس خواب کے بعد سے آپ پر عجیب کیفیت طاری ہوگئی اور سفر آخرت کیلئے بے چین رہنے لگے۔

وفات سے چالیس روز پیشتر کھانا پینا بالکل ترک کر دیا تھا اس عرصہ میں کھانے کی بُو تک نہ سونگھی۔ آہ وزاری اس حد تک غالب آگئی تھی کہ ایک ساعت بھی چشم مبارک سے آنسو نہیں تھمتے تھے۔ مرض الموت کی جب شدّت ہوئی تو دوا پینے کیلئے کہا

گیا لیکن فرمایا ؎

بیمارِ عشق کی دوا صرف دیدارِ حبیب ہے

وصال کے روز لنگر خانہ اور اس کے ساتھ جتنی چیزیں تھیں غربا، مساکین
سب تقسیم کروادیں۔ آپ کے خادمِ خاص اقبال نے کچھ غلّہ درویشوں کے لیے رکھ لیا
معلوم ہونے پر خفا ہوئے اور فرمایا اس غلّہ کو کیوں باقی رکھا فوراً لٹا دو اور ہر کوٹھڑی
جھاڑو پھیر دو تاکہ خداوندکریم کے یہاں کسی چیز کا مواخذہ نہ ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا
اور تحیر میں غلبہ ہوگیا ایک وقت کی نماز کئی کئی بار پڑھی اور پھر زبانِ مبارک پر یہ مصرع
ہوجاتا ؎

میرویم و میرویم و میرویم

وفات سے تھوڑی دیر پہلے اپنے مرید و خلیفہ خواجہ نصیر الدین چراغ کو تبرکات
حضرت بابا فرید الدّین گنج شکرؒ کودیں۔ اور فرمایا دہلی میں رہنا اور لوگوں کی سختیاں
برداشت کرنا اس کے بعد صبح کی نماز پڑھی۔ جب آفتاب مشرق سے نمودار ہو رہا
اس وقت یہ علم و عمل اور صدق و وفا کا پیکر واصل الحق ہوگیا۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلیہِ
راجعون ؕ

تاریخِ وفات روز چہارشنبہ ۱۸؍ ربیع الاوّل ۷۳۵ھ ہے۔ مزارِ مبارک دہلی
میں مرجع خاص و عام ہے۔ مزارِ مبارک کی زیارت و حاضری کے وقت عجیب کیفیت
محسوس ہوتی ہے۔ ہر وقت آپ کے مزارِ مبارک پر ایک میلہ سا لگا رہتا ہے سا
عمر شادی نہیں کی اس لیے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ روحانی اولاد اور خلفا بڑی کثرت
سے ہوئے۔ جس میں حضرت خواجہ شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ حضرت امیر خسروؒ حضرت
شیخ حسام الدین رح حضرت شیخ برہان الدین حضرت شیخ شمس الدین خاص طور پر
قابلِ ذکر ہیں۔

ان حضرات نے آپ کی تعلیمات کو زندہ رکھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے لائے ہوئے دین کی خدمت میں لگے رہے ان کی کوششیں بارگاہِ ایزدی میں

شرفِ قبولیت سے آراستہ ہوئیں۔

حضرت محبوبِ الٰہیؒ کی تعلیمات اور ملفوظات

فرمایا کہ جب سالک عبادت اور ریاضت کا آغاز کرتا ہے تو اس کو نفس پر گرانی محسوس ہوتی ہے لیکن جب وہ صدقِ دل سے اس کو جاری رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کیطرف سے اس کو توفیق ہوتی ہے اور اس کی مشکل آسان ہو جاتی ہے۔

علم اور علماء کے متعلق فرمایا کہ "علم کتابی ہے اور عقل فطری۔ ایک دفعہ خلیفہ عمر ابن عبدالعزیز گرامی نے مکحول شامی کو لکھا کہ تو نے علم سیکھا تو لوگوں میں عزیز گرامی قدر ہوا۔ اب تو اس پر عمل کر تاکہ خداوند کریم کے نزدیک عزیز اور گرامی قدر ہو۔ ابنِ مبارک کا قول ہے کہ جب میں نے علمِ دنیا طلب کیا تو اس نے میرا اخروی علم مٹا دیا اس لیے ترک کر دیا۔

سالک کے متعلق فرمایا کہ سالک میں چار چیزوں سے کمال پیدا ہوتا ہے۔ ۱: کم کھانا ۲: کم بولنا ۳: کم سونا ۴: لوگوں سے کم میل جول رکھنا۔

حق العباد کے حقوق کی اہمیت کو ظاہر کرتے ہوئے فرمایا کہ مومن کے دل کو ستانا خداوند کریم کو تکلیف پہنچانا ہے۔ مومن وہ ہے کہ اگر مشرق میں ہے اور مغرب میں ایک مومن کے پاؤں میں کانٹا چبھے تو اس کو درد یہاں محسوس ہو درویش کو جب کسی سے تکلیف پہنچے تو اس کے دل سے کسی حال میں بھی بددعا نہ نکلے۔

ہمسایہ کے حقوق کے متعلق فرمایا کہ وہ قرض مانگے تو اس کو قرض دو اس کی کوئی ضرورت ہو تو پوری کرو۔ بیماری میں اس کی عیادت کرو۔ ہر مصیبت میں اسکی غمخواری کرو۔

شریعت کی پابندی کی بہت تاکید فرماتے تھے اس سلسلے میں آپ نے فرمایا: کہ ہمارے خواجگان فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی مقام سے گرے تو شروع میں گرے اگر اس سے گر گیا تو پھر اس کے لیے کوئی ٹھکانا نہیں۔

بار بار فرماتے تھے وہی لوگ مشائخ ہیں جن کے ظاہر و باطن دونوں ہی آراستہ ہیں۔ نمازِ جمعہ کے متعلق فرمایا کہ مسافر اور مریض کے علاوہ اگر کوئی شخص ایک جمعہ کی نماز میں شرکت نہیں کرتا تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے اگر ۲ دو جمعے شرکت نہ کرے تو دو سیاہ نقطے پڑ جاتے ہیں اور تین جمعے شرکت نہ کرنے کی وجہ سے تمام سیاہ ہو جاتا ہے۔

سماع کو چند شرطوں کے ساتھ جائز کہتے ہیں وہ شرطیں یہ ہیں :-

۱: سنانے والا لڑکا اور عورت نہ ہو ۲: جو چیزیں سنی جائیں وہ تمام لغویات اور خلاف شرع امور سے پاک ہوں۔ ۳: جو سنے خدا کے لیے سنے ۴: بجانے کے آلات جیسے ڈھول چنگ ورباب نہ ہوں۔

حضرت شیخ محمد نصیر الدین چراغ دہلوی

نام و نسب اور ابتدائی زندگی

محمود اسم مبارک تھا نصیر الدین محمود گنج چراغ کے القاب سے یاد کیے جاتے ہیں حضرت کے دادا کا نام مبارک سیّد عبداللطیف تھا والد ماجد کا نام سیّد یحییٰ تھا آپ کا تعلق حسینی سادات کے ایک مقتدر خاندان سے تھا۔

چند بزرگوار خراسان سے ہندوستان آئے اور لاہور میں مقیم ہوئے یہیں آپ کے والد ماجد پیدا ہوئے لیکن لاہور سے تبدیلِ وطن کر کے اودھ چلے گئے چونکہ آپ صحیح النسب سادات سے تھے اس لیے نہایت عزت و احترام سے پیش آتے حضرت کی ولادت اودھ میں ہوئی۔

ابھی آپ کی عمر نو برس ہی کی تھی کہ آپ کے سر سے باپ کا سایہ اُٹھ گیا لہٰذا تعلیم و تربیت کی تمام ذمہ داریاں آپ کی والدہ محترمہ کے کاندھوں پر پڑ گئیں جنہوں نے اس فرض کو نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا اور ایک روز بھی آپ کی تعلیم سے غافل نہ ہوئیں۔

والدہ ماجدہ نہایت عابدہ و زاہدہ خاتون تھیں لہٰذا ان کے زہد و تقویٰ

کے اثر سے بچپن ہی میں نماز باجماعت کے پابند ہو گئے تھے جس کو سفر و حضر میں کبھی وقت بھی فوت نہیں کرتے تھے۔

والدہ ماجدہ کی زیرِ ہدایت قاضی محی الدین کاشانی اور علامہ زماں مولانا عبدالکریم شیروانی سے پڑھتے رہے ان کے انتقال کے بعد مولانا افتخار الدین گیلانی سے علوم و فنون کی تکمیل کی۔

زمانہ تحصیل علم میں جبکہ ابھی کمسن ہی تھے ریاضت و مجاہدہ کے بہت شوقین تھے ہمیشہ روزہ سے رہتے، جنگل میں تشریف لے جاتے عبادت کرتے رہتے افطار کا وقت آجاتا سنبھالو کے پتوں سے روزہ افطار کرتے۔ ایک درویش کامل کے ساتھ مسلسل ۸ سال نماز باجماعت ادا فرمائی۔

حضرت محبوبِ الٰہی کی خدمت میں

علوم و فنون کی تحصیل کے بعد پیر حقیقت کی تلاش ہوئی لہذا ۴۳ سال کی عمر میں حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت محبوب الٰہی کلوکھیڑی میں تشریف رکھتے تھے۔

بیعت کے روز کا واقعہ خود بیان فرماتے ہیں کہ میں ٹھیک دوپہر کے وقت حضرت محبوبِ الٰہی کی قیام گاہ کے پاس ایک درخت کے نیچے کھڑا تھا۔ حضرت پیر و مرشد بالاخانہ سے نیچے اتر رہے تھے تاکہ دوسرے حجرہ میں جا کر قیلولہ کریں جونہی مجھ ضعیف کو کھڑا دیکھا حجرے میں تشریف نہیں لے گئے دہلیز میں جا کر بیٹھ گئے اور خادمِ خاص کو میرے بلانے کیلئے بھیجا۔

جب میں خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو فرمایا تم کس مقصد کے لیے آئے ہو؟ تمہارے دل میں کیا ہے؟ تمہارے والد کیا کرتے تھے۔ میں نے عرض کیا میرا مقصد حضرت کی درازیٔ عمر کی دعا اور حضرت کی جوتیاں سیدھی کرنا ہے اور میرے والد پشمینہ کی تجارت کرتے تھے۔

اُن کے پاس بہت سے غلام بھی تھے اس کے بعد حضرت محبوب خدا نے عنایت و مہربانی کا اظہار کیا اور اپنا ایک واقعہ سنایا کہ جب میں اپنے مرشد کی خدمت میں رہتا تھا تو میرے ایک ہم درس نے میرے پھٹے پرانے کپڑے دیکھ کر کہا تمہارا یہ کیا حال ہے اگر تم لڑکوں کو پڑھانے کا پیشہ اختیار کرتے تو نہایت فارغ البالی سے گزراوقات کرتے۔

مَیں نے اپنے ساتھی سے یہ بات سن کر کوئی جواب نہ دیا اور مرشد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مرشد نے کہا نظام الدین! اگر تمہارا کوئی دوست تم سے یہ کہے کہ اگر تم بچّوں کو تعلیم دینے کا پیشہ اختیار کرتے تو فارغ البالی سے گزر بسر کرتے تو کیا جواب دو گے؟

مَیں نے عرض کیا جو ارشاد فرمائیں۔ فرمایا یہ شعر پڑھ دینا ؎

نہ ہمرہی تو مرا راہ خویش گیرد برد
ترا سعادتے باد امرا نگوں ساری

یعنی تو میرا ہمراہی نہیں ہو سکتا اپنی راہ لے تجھے سعادت مطلوب ہے لیکن میں اپنے اسی حال میں خوش ہوں اور مجھ سے کہا اس کو سر پر رکھ کر جہاں تمہارا دوست ہے وہاں لے جاؤ۔ مَیں نے ایسا ہی کیا۔ دوست نے میرا یہ حال دیکھ کر مجھے مبارکباد دی، اور کہا کہ تمہیں یہ صحبت اور حالت مبارک ہو۔

حضرت شیخ نصیر الدینؒ فرماتے ہیں:۔

سلطان المشائخ سے جب یہ واقع سنا دل میں محبّت الٰہی پیدا ہوگئی۔ ہر وقت پیر و مرشد کی خدمت میں رہنے لگا اور عبادت و ریاضت میں مشغول ہوگیا دس دس روز تک متواتر روزہ رکھتا تھا اور اس درمیان کچھ کھاتا پیتا نہ تھا۔

غرضیکہ حضرت نے اپنے پیر و مرشد سے باطنی فیوض حاصل کیے اور تھوڑے ہی عرصہ میں علوم ظاہری کی طرح علوم باطنی کی بھی تکمیل کی۔

جنگل میں رہنے کی خواہش

حضرت نصیر الدّین چراغ دہلوی رح کو جب عبادت و ریاضت میں ایک خاص لذّت محسوس ہونے لگی تو آپ دنیا کے ہنگاموں سے گھبرانے لگے اور دل چاہنے لگا کہ جنگل بیابان میں نکل جاؤں وہاں ہر وقت محبوب حقیقی کی عبادت میں مشغول رہوں ایک روز امیر خسرو رح کے پاس گئے اور کہا آپ پیرو مرشد سے زیادہ بے تکلّف ہیں۔ میری گذارشش خدمتِ اقدس میں پہنچادیں۔

گذارش یہ ہے کہ جب میں اپنے وطن اودھ جاتا ہوں تو لوگوں کی مداخلت کی وجہ سے مشغول نہیں رہ سکتا۔ اگر حضرت کی رائے ہو تو جنگل میں جاکر عبادتِ حق میں مشغول ہو جاؤں۔

امیر خسرو رح کا معمول تھا کہ عشاء کی نماز کے بعد محبوب الٰہی کے پاس جاتے اور دیر تک باتیں کرتے رہتے تھے۔ حضرت نصیر الدین رح کی خواہش کا حضرت محبوبِ الٰہی سے اظہار کیا۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

"اس سے کہو کہ تجھے مخلوقِ خدا کے درمیان ہی رہنا چاہیئے اور لوگوں کے ظلم و ستم برداشت کرنے چاہیئے۔

اس حکم کے بعد آپ نے ارادہ ترک کر دیا اور اس طرح کی خواہش کو اپنے دل سے نکال دیا۔

حضرت سے مُحبّت

مرشد سے بے حد محبّت و عقیدت تھی۔ مرشد کی تکلیف کو برداشت نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت محبوب الٰہی کی خانقاہ میں حضرت خواجہ بہاؤ الدّین ملتانی زکریا رح کے ایک مرید آکر مقیم ہوئے وہ رات کو نماز کیلئے اُٹھے تو صحن میں کپڑے

رکھ کر وضو کرنے لگے واپس آئے تو کپڑوں کو غائب پایا۔
بڑے پریشان ہوئے تلاش میں شور و غل کرنے لگے۔ حضرت شیخ نصیر الدینؒ ایک گوشہ میں عبادت کر رہے تھے۔ شور و غل سن کر جلدی سے آئے اور اس شخص کو اس ڈر سے کہ پیر و مرشد کی عبادت میں حرج نہ ہو اپنے کپڑے اتار کر فوراً دے دیئے۔
صبح کو یہ واقعہ حضرت محبوب الٰہی کو معلوم ہوا۔ حضرت شیخ نصیر الدّین چراغ دہلوی رح کو فوراً اپنے پاس طلب کیا اور اپنا لباس خاص دے کر آپ کے حق میں دعا کی۔

دہلی میں قیام

حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں حضرت شیخ نصیر الدینؒ تھوڑا سا عرصہ رہنے کے بعد اپنے وطن اودھ والدہ ماجدہ کے پاس چلے گئے۔ والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد پھر دہلی تشریف لے آئے۔
مرشد نے اپنا حجرۂ خاص رہنے کے لیے دیا۔ عبادت و مجاہدے میں دن رات مشغول رہتے یہاں تک کہ تمام دُرویش یانہ صفات کو پیر و مرشد کی زیر نگرانی و ہدایت مکمل کر لیا۔ حضرت محبوب الٰہی اپنے اس مرید پر فخر کرتے تھے اسی اثنا میں ایک روز پیر و مرشد نے مرید کو طلب کیا اور کہا کہ میں تم میں تمام درویشانہ صفات کو مکمل پاتا ہوں۔ لہٰذا میں تم کو اپنا جانشین دہلی مقرر کرتا ہوں۔
یہ شرف حاصل کرنے کے بعد رشد و ہدایت کا فیض جاری ہو گیا۔ ہندوستان سے بیرونِ ہندوستان سے مذہبی اور روحانی استفادے کیلئے ہر طبقہ کے لوگ آپ کے پاس آتے اور آپ ان کی تربیّت کرتے آپ کی تعلیم میں سب سے زیادہ نمایاں چیز اتباعِ شریعت تھی۔ آپ کی ذات طریقت اور شریعت کا مجموعہ تھی اور آپ کا طریقہ فقر و صبر و رضا و تسلیم تھا۔

حضرت کی زندگی کے چند واقعات

ایک روز حضرت نصیرالدین رح کے کسی پیر بھائی کے گھر میں مجلسِ قوالی تھی آپ بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ باجے کے ساتھ سماع شروع ہوئی تو آپ وہاں سے اُٹھ کر چلے۔ بعض دوستوں نے کہا تشریف رکھیئے۔ آپ نے کہا کہ میں نہیں بیٹھوں گا کیونکہ باجے کے ساتھ گانا خلافِ سنّت ہے۔

ان سے لوگوں نے کہا کہ سماع سے انکار کرتے ہوا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اپنے بزرگوں کے طریقہ سے پھر گئے۔

آپ نے فرمایا:

یہ کوئی دلیل نہیں۔ کتاب وسنّت سے دلیل چاہیئے۔ سب سے مقدّم کتاب اللّٰہ اور سنّتِ رسول ہے۔ حضرت محبوبِ الٰہی سے جب یہ واقعہ بیان کیا گیا تو آپ نے فرمایا وہ سچ کہتے ہیں اور حق بھی وہی ہے جو وہ کہتے ہیں۔

اخبارالاخبار میں ہے کہ سلطان محمّد تغلق حضرت شیخ نصیرالدین رح کی عظمت وشان کے باوجود مخالف ہوگیا تھا اور آپ کی ایذا رسانی پر کمربستہ ہوگیا تھا ایک روز اس نے دعوت کے بہانے حضرت کو بلایا اور آپ کے سامنے سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا رکھ دیا۔

بادشاہ اس طرح آپ کو نقصان پہنچانا چاہتا تھا کہ اس کا مقصد یہ تھا کہ اگر حضرت نے ان برتنوں میں کھانا کھالیا تو حکمِ شریعت کی خلاف ورزی پر گرفت میں لوں گا اور اگر نہ کھایا تو کہوں گا کہ تم نے بادشاہ کی دعوت سے انکار کیا۔ لہٰذا توہینِ سلطان کا ارتکاب کیا۔

حضرت شیخ نے برتن میں سے کھانا لے کر پہلے ہاتھ پر رکھا پھر تناول فرمایا حضرت کی دانائی سے بادشاہ کی تدبیر کچھ نہ چل سکی۔

بادشاہ کی یہ مخالفت چند روز کے بعد خود ہی ختم ہوگئی اور وہ نادم ہوا اسکا

اثنا میں شاہی دربار سے آپ کا تعلق ہوگیا امراء اور روساء آنے لگے آپ انکی اصلاح و تربیت کرتے تھے۔

ایک روز آپ اپنے حجرے میں خاص مراقبہ میں سر جھکائے بیٹھے ہوئے تھے کہ تراب نامی ایک قلندر وہاں پہنچا اور حضرت کے جسم پر چھری سے پے در پے گیارہ زخم لگائے۔ خون حجرے کے باہر بہنے لگا لیکن آپ کے مراقبہ میں اور استغراق میں فرق نہ آیا۔

مرید نے قلندر کو پکڑ لیا اور سزا دینی چاہی لیکن حضرت نے روکا اور فرمایا کوئی شخص قلندر کو نقصان نہ پہنچائے۔ پھر قلندر کو کہا کہ اگر چھریاں مارتے وقت تمہارے ہاتھ کو تکلیف پہنچی ہو تو معاف کر دینا اور ۲۰ اشرفیاں دے کر رخصت کر دیا۔

حضرت کا وصال۔

۱۰ رمضان المبارک ۷۵۷ھ کو شب جمعہ میں رحلت فرمائی۔ وفات سے کچھ پہلے وصیت فرمائی کہ دفن کرتے وقت حضرت محبوب الہٰی کا عطا کردہ خرقہ میرے سینے پر اور ان کا عصا میرے پہلو میں اور ان کی چوبی نعلین میرے بغل میں رکھ دینا غسل کے بعد ایسا ہی کیا گیا خواجہ گیسو دراز نے غسل دیا مزار مبارک دہلی میں ہے جو اب تک مرجع خلائق ہے۔

اپنے پیر و مرشد کیطرح تعلقات زناشوئی سے پاک رہے لیکن اپنے پیچھے مریدین و معتقدین کی کافی تعداد چھوڑی ہے۔ انتقال سے پہلے ایک مرید نے اپنا جانشین مقرر کرنے کیلئے کہا لیکن آپ نے انکار کر دیا۔

حضرت کے ملفوظات

ایک بار ارشاد فرمایا جب کوئی طریقت میں داخل ہوتا ہے تو اس کو چاہیئے کہ آستین چھوٹی کرے۔ دامن کو تھوڑا سا اونچا کرے اور اپنے سر کو منڈاتے آستین کم کرنے

سے مراد یہ ہے کہ اس نے اپنا ہاتھ کاٹ دیا ہے اب اس کو مخلوق کے سامنے نہیں پھیلائے گا۔ دامن اونچا کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس نے اپنا سر کاٹ لیا ہے اب کسی جگہ نہیں جھکے گا۔

جہاں معصیت ہوگی۔ سر منڈانے کا مطلب یہ ہے کہ راہِ محبت میں اس نے اپنا سر کاٹ دیا ہے لہٰذا کوئی بات خلافِ شرع نہ ہوگی۔

حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ اپنی مجالس میں زیادہ تر قرآن کریم اور حدیث شریف کی تعلیم پر گفتگو فرماتے

ایک مرتبہ فرمایا کہ لوگوں نے قرآنِ کریم و حدیث شریف کو چھوڑ دیا ہے اس لیے خراب و پریشان ہیں۔

فرمایا کہ ایک مسلمان کے ایمان کی بنیاد صرف دو چیزیں ہیں جو خدا اور رسول نے فرمایا اس کی متابعت کرے اور جس سے منع کیا گیا ہے اس کو چھوڑ دے۔

فرمایا ایک مرید کے لیے تین قسموں کا غسل ضروری ہے۔

۱ : غسلِ شریعت : یعنی جسم سے ناپاکی کو دور کرنا۔
۲ : غسلِ طریقت : یعنی خلوت و انجمن میں اختیار کرنا۔
۳ : غسلِ حقیقت : یعنی توبہ باطن کرنا۔

آپ کا ارشاد ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت میں دو فائدے ہیں ایک یہ کہ آنکھ کی بینائی کبھی کم نہیں ہوتی اور قرآن کریم پڑھنے والا ہمیشہ امراضِ چشم سے محفوظ رہتا ہے۔

آپ نے فرمایا :

کہ سب سے افضل عبادت یہ ہے کہ آدمی کسی کے دل کو راحت پہنچائے۔

ایک بار کسی نے باجوں کے ساتھ گانے کے متعلق پوچھا تو فرمایا :

باجوں کے ساتھ گانا مباح نہیں ہے۔ اگر کوئی طریقت سے کرے تو کم از کم اس کو شریعت میں تو رہنا چاہیئے۔ اگر وہ شریعت کا بھی نہ

ہوگا تو پھر کہاں جائے گا اور کس طرح نجات پائے گا۔

اوّل تو گانے میں علماء کا اختلاف ہے اگرچہ بعض شرائط کے ساتھ اس کو مباح کہا گیا ہے لیکن باجے تو بالاتفاق حرام ہیں۔

ایک دوسرے موقع پر فرمایا:

سماع میں ذوق و دردِ دل اور سوزِ قلب ہوتا ہے نہ کہ مزامیر سے

حضرت سید محمد گیسو دراز رح

نام ونسب اور خاندان

اسمِ گرامی محمد اور کنیت ابوالفتح ہے۔ متعدد القاب سے یاد کیے جاتے جن میں گیسو دراز کا لقب سب سے زیادہ مشہور ہے۔ اس لقب کی وجہ یہ بتائی جا کہ ایک بار اپنے مرشد حضرت شیخ نصیر الدّین چراغ دہلوی کی پالکی اور مریدوں کی اٹھائی۔ آپ کے بڑے بڑے بال تھے پالکی کے پایے میں الجھ گئے۔ پالکی کو کندھے کر دُور نکل گئے۔

بالوں کے الجھ جانے سے تکلیف ہوتی رہی لیکن مرشد کے عشق و محبّت میں رہے اور غایت تعظیم میں بالوں کو پالکی کے پایہ سے نہ نکال سکے۔ جب حضرت شیخ کو اس کی خبر ہوئی تو اپنے مرشد کی اس محبت اور عقیدت سے بہت خوش ہو اور پھر یہ شعر پڑھا ؎

ہر کہ مرید سید گیسو دراز شد!
واللہ خلاف نیست کہ او عشقِ باز شد

اس واقعہ کے بعد سے گیسو دراز مشہور ہو گئے۔ آپ کے والد کا نام سید یوسف

یینی عرف سیّد راجہ اور دادا کا نام سیّد علی تھا۔ آپ کا خاندان حسینی سادات سے تہور خاندان تھا جو ہرات سے آکر دہلی میں مقیم ہو گئے تھے۔ دہلی میں حضرت گیسو دراز کی ولادت سعادت ۷۲۱ھ میں ہوئی۔

بچپن اور تعلیم

جب حضرت گیسو دراز کی عمر چار سال کی تھی تو آپ کے والد دہلی سے دیوگیر منتقل ہو گئے اور دہلی میں ہی مقیم رہے۔

دولت آباد میں حضرت کے ماموں ملک المراء سیّد ابراہیم متولّی صوبیدار تھے ڈھ سال کی ہی عمر میں حضرت گیسو دراز کو دینی شغف کا اظہار ہونے لگا۔ چھوٹے بچے انکی خدمت میں جمع رہتے اور بہت ہی تعظیم و تکریم کے ساتھ ان کے سامنے اٹھتے بیٹھتے حضرت گیسو دراز اس کم عمری کے زمانہ میں مشائخ کی طرح ان کو تبرک عنایت فرماتے۔

جب دس سال کی عمر ہوئی تو آپ کے والد ماجد کا انتقال ۷۳۱ھ دولت آباد میں ہوگیا۔ اور وہیں سپردِ خاک ہوئے۔

حضرت گیسو دراز نے ابتدائی تعلیم اپنے نانا سے پائی اور پھر دوسرے استاد سے فقہ کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ نانا صاحب اور والد صاحب سے حضرت نظام الدین اولیاء اللہ اور حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کا ذکر برابر کرتے رہے چنانچہ بچپن ہی میں ان بزرگوں سے عقیدت ہوگئی اور حضرت چراغ دہلوی کے دیدار و ملاقات کے منتظر تھے۔

جب آپ کے والد ماجد کا انتقال ہوا تو کچھ دنوں کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ نے دولت آباد کی سکونت ترک کر دی اور بچّوں کو لے کر دہلی تشریف لے آئیں آپ بھی خوشی خوشی دہلی تشریف لے آئے تاکہ دیرینہ آرزو پوری ہو۔

حضرت نصیرُ الدّین چراغ دہلوی کی خدمتِ اقدس میں

دہلی پہنچنے کے بعد حضرت گیسو دراز جمعۃ المبارک کی نماز ادا کرنے کیلئے سلطا
قطبُ الدین کی جامع مسجد میں گئے۔ وہاں حضرت چراغ دہلوی کو دور سے دیکھا تو ا
چہرۂ مبارک کے جمالِ انوار سے مسحور ہو گئے۔

آخر کار ۱۶ ر رجب المرجب ۷۳۶ھ کو حضرت چراغ دہلوی کے دستِ مبارک
بیعت کی۔ بیعت کے بعد جذبۂ عبادت و ریاضت اور اُبھرا اور عبادت میں خاص ا
محسوس ہونے لگی۔

ایک روز پیر و مرشد سے ذکر کیا کہ علومِ ظاہری کی تکمیل عبادت و ریاضت
میں حارج ہے لہٰذا ترک کرنا چاہتا ہوں۔ پیر و مرشد نے فرمایا کہ علوم ظاہری بھی بہ
ضروری ہیں کتابیں خوب غور سے پڑھو تم سے ایک کام لینا ہے۔

پیر و مرشد کی اس ہدایت کے بعد باطن کو آراستہ کرنے کے علاوہ علوم ظاہر
کی تعلیم کا بھی سلسلہ جاری رہا اور اس زمانہ کے مقتدر علماء سے حصولِ علم فرماتے ر
اور ۱۹ ر سال کی عمر میں تمام علوم کی تحصیل سے فارغ ہوئے۔

علوم ظاہری سے فراغت کے بعد ریاضتِ شاقہ کیطرف توجہ کی۔ پنجگانہ دوگا
یا نزدہ گانہ ادا فرماتے اور طے کے روزے رکھتے۔ حضرت چراغ دہلوی اپنے مرید کی
ریاضت سے بہت متاثر ہوئے۔ ایک موقعہ پر فرمایا کہ ستر برس کے بعد ایک
لڑکے نے پھر مجھ میں شوریدگی پیدا کر دی اور پہلے زمانے کے واقعات مجھے یاد دلا
ہیں۔

ایک بار اپنے مرید عزیز کے پاس تشریف لائے اور اپنے محبوب مرید کو کچھ رو
بطور نذرانہ دیئے جس کے بعد سے حضرت گیسو دراز کی بڑی شہرت ہوئی اور صوفیہ
جانب سے یہ کہا جانے لگا کہ اس شخص کو نوجوانی میں مقتدایانِ کامل کا بلند مقام حا
ہو گیا ہے۔

حضرت گیسو دراز کو بھی اپنے مرشد سے والہانہ لگاؤ تھا۔ مرشد کی خدمت میں مہینوں تک رہتے اور مرشد کی ہر طرح سے خدمت کرتے۔

مرشد کی آخری ہدایت

حضرت گیسو دراز اپنی عمر کے ۳۷ ویں سال میں ایک شدید مرض میں مبتلا ہوئے مرشد نے ان کے لیے دوا طبیب اور تیمار دار بھیجے اور روزانہ ایک آدمی انکی خیریت دریافت کرنے کیلئے روانہ فرماتے اور جب ان کو شفا ہوئی تو ان سے مل کر بہت خوش ہوئے اور اپنا کمبل اپنے سامنے سے اٹھا کر حضرت کو عنایت فرمایا اور حضرت کے ہاتھ مضبوط پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی کسی کے لیے محنت و مشقت کرتا ہے تو کس چیز کے واسطے کرتا ہے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ سید محمد اس کام کو میری طرف سے قبول کرو یعنی لوگوں سے بیعت لیا کرو۔ حضرت نے سر نیچا کر لیا اور خاموش رہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے قبول کر لیا اسی طرح تین مرتبہ قبول کرایا۔

اس کے بعد دو وصیتیں ارشاد فرمائیں ایک تو یہ کہ اپنے ظاہری اوراد ترک نہ کرنا دوسرے یہ کہ میرے متعلقین کے ساتھ رعایت کرنا۔

جب حضرت چراغ دہلوی کا وصال ہوا تو ان کی میت کو حضرت سید گیسو دراز نے غسل دیا تھا اور جس پلنگ پر غسل دیا تھا اس کی رسیاں پلنگ سے الگ کر کے اپنی گردن میں ڈال لیں کہ یہ میرا خرقہ ہے۔ عام تذکرہ نویسوں کا خیال ہے کہ حضرت چراغ دہلوی نے اپنا کسی کو جانشین مقرر نہیں کیا۔

بعض تذکرہ نویسوں کا خیال ہے کہ حضرت چراغ دہلوی نے رحلت کے وقت حضرت سید کو جانشین کے لیے منتخب کیا۔ مرشد کی وفات کے بعد آپ انکے جانشین ہو کر مسند ولایت پر جلوہ افروز ہوتے اور ایک عالم کو اپنے انوار سے منور کیا۔

سفرِ دکن

دہلی میں تقریباً ۴۲ سال کے قیام کے بعد ۸۰۱ھ میں گلبرگہ دکن منتقل ہو
راستہ میں متعدد شہروں اور قصبوں سے گزرے۔ ہر جگہ لوگ جوق در جوق اس
کے لیے آتے۔ جہاں ٹھہرتے وہاں خواص و عوام دونوں حلقہ بیعت میں ہوتے
حسب مراتب ان کو تلقین فرماتے۔ جب گلبرگہ کے قریب پہنچے تو سلطان فیروز
اپنے خاندان اور امراء و دربار کے علماء اور شاہی لشکر کے ساتھ استقبال کیا اور
درجہ عقیدت واحترام کے ساتھ گلبرگہ لایا۔

دکن کے عوام و خواص دونوں حضرت گیسو دراز کے فیوض و برکات
سرچشمہ سے سیراب ہوئے اور آپ کو ان اطراف میں بڑی مقبولیت
ہوئی۔

حضرت کو شریعت کی پابندی کا بڑا خیال تھا لہٰذا احمد شاہی بہمنی کو آپ کی ص
میں شریعت کی پابندی کا خیال پیدا ہو گیا۔ چنانچہ اس نے اپنی بادشاہت کے زمانہ
شریعت کی ترویج پر بڑا زور دیا۔

وصال

گلبرگہ میں ۴۲ سال تک رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا۔ جب عمر ش
۱۰۴ برس کی ہوئی تو فیوض و برکات کا یہ سرچشمہ بند ہو گیا۔ تاریخ وصال ۱۶
قعدہ ۸۲۵ھ ہے۔ مخدوم دین و دنیا سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔

حضرت گیسو درازؒ کے ملفوظات

سالکوں کو ہمیشہ باوضو رہنا چاہیے۔ ہر فرض نماز کیلئے تازہ وضو کرنا
ہے۔ وضو کے بعد تحیۃ الوضو ادا کریں۔ بے وضو نہ سوئیں۔ اگر رات کے وقت بی

ہو جائیں تو وضو کرلیں اور دوگانہ ادا کریں۔ وضو کرتے وقت کسی سے کوئی بات چیت نہ کریں۔

۲ : فجر کی نماز کو اوّل وقت ادا کریں اور نماز میں حضور قلب مقدم ہے

۳ : اشراق اور چاشت کی نمازوں کے بعد تلاوت کلام پاک کریں۔ تلاوت کے بعد سلوک کی کتابیں پڑھیں ۴: رات کو تین حصوں میں تقسیم کریں۔ پہلے حصہ میں درود و وظائف میں مشغول رہیں۔ دوسرے حصہ میں سوئیں۔ تیسرے حصہ میں ذکر اور مراقبہ کریں۔

۵ : اگر کوئی سالک شہرت کی خاطر عبادت و ریاضت کرتا ہے تو وہ کافر ہے اور اگر کوئی سالک شہرت کے ڈر سے عبادت و ریاضت کو ترک کرتا ہے تو وہ ریا کار اور منافق ہے۔

۶ : سالکوں کے لیے تقلیل طعام ضروری ہے جو چیز کھائیں وہ بالکل حلال ہو۔ اپنی روزی کو حلال ثابت کرنے کے لیے کوئی تامل نہ کرے۔

۷ : جب تک ایک شخص تمام دنیاوی چیزوں سے فارغ نہ ہو جائے راہِ سلوک میں گامزن نہ ہو اور جب وہ کسی کا مرید ہو کر خلوت میں بیٹھے تو اپنے اور دوسروں کے حقوق ادا کرے۔ اس کے پاس عورتیں اور بیویاں اور کنیزیں زیادہ نہ ہوں۔ اس میں مطلق ریا اور عفونہ ہو۔

دنیاداروں کی مجلسوں اور محفلوں سے دور رہے اگر کوئی اس کا مال بھی لے لے تو اس کے لیے شور و غوغا نہ کرے۔ کسی دوسرے کے خیر و شر سے واسطہ نہ رکھے۔ کسی حال میں اپنے نام کی شہرت نہ دے۔

بازار صرف ضرورت کے وقت جائے۔ فقہاء نے طہارت و لطافت کی باتیں بتائی ہیں ان پر عمل کرے۔ ان سے زیادہ پر عمل کرنا بے کار ہے۔ شب بیداری کو دوست رکھے۔ لوگوں کی آمد و رفت اپنے یہاں زیادہ نہ ہونے دے۔ امیروں کی صحبت سے گریز کرے۔

سُلطان الشُعرا خواجہ اُبوالحسن

امیر خُسرو دہلوی

نام ونسب اور ابتدائی تعلیم

ابوالحسن نام اور امیر خسرو تخلص تھا۔ اصل نام تخلص میں دب گیا چنانچہ امیر خسرو کے نام سے مشہور ہیں۔ والد بزرگ کا نام امیر سیف الدین لاچین اور نانا کا نام عماد الملک ۔ امیر خسرو کے والد بلخ (ترکستان) کے امیر زادوں میں سے تھے۔ مقامی سورش فساد کی وجہ سے ہجرت کر کے سلطان التمش کے دور حکومت میں ہندوستان آ اور موضع پٹیالی ضلع ایٹہ میں آکر مقیم ہو گئے۔

امیر سیف الدین ایٹہ سے دہلی آ گئے۔ خاندانی وجاہت اور غیر معمولی استعد کی بنا پر بہت جلد بادشاہ کے مقربوں میں شامل ہو گئے۔ یہاں ان کی شاد عماد الملک کی صاحبزادی سے ہوئی۔ ان کے بطن سے تین بیٹے پیدا ہوئے ام خسرو سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ امیر خسرو کی ولادت ۶۵۳ھ میں ہوئی۔

جب حضرت امیر خسرو پیدا ہوئے تو آپ کے والد ماجد پیدائش کے فو بعد کپڑے میں لپیٹ کر ایک مجذوب کے پاس لے گئے۔ مجذوب پڑوس میں ر

تھے اور صاحب نعمت تھے۔

مجذوب نے دیکھتے ہی کہا امیر! یہ لڑکا غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہوگا اور بڑا مشہور شاعر خاقانی سے بھی دو قدم آگے ہوگا۔

حضرت امیر خسرو کی تعلیم آپ کے نانا عماد الملک کے پاس ہوئی۔ حضرت عماد الملک بھی حضرت محبوب الٰہی کے مرید اور بے بدل عالم دین تھے۔ نانا کے علاوہ باپ بھائی سب ہی آپ کی تعلیم و تربیت کا خیال رکھتے تھے۔

جب ۹ برس کے ہوتے تو آپ کے والد امیر سیف الدین نے اسّی برس کی عمر میں شہادت پائی۔ اسی لیے تعلیم و تربیت کی ساری ذمّہ داری نانا صاحب کے ذمہ آن پڑی۔ نانا صاحب کی عمر اگرچہ اس وقت ۱۱۳ برس کی تھی لیکن ہونہار نواسے کی تعلیم و تربیت میں مصروف ہو گئے۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں آپ تمام علوم سے فارغ ہو گئے اور آپ کا شمار فضلاء وقت میں ہونے لگا۔ بچپن سے ہی خوب طبیعت حاضر جواب عالی طبع زود فہم اور خوش گلو تھے۔

شعر و شاعری سے فطری لگاؤ تھا خوب شعر کہتے اور لوگوں سے تحسین ستائش وصول کرتے ابتدا میں یہ معمول تھا کہ جو کچھ کہتے اپنے بڑے بھائی کو اصلاح کیلئے دکھاتے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سارا خاندان علم و ادب کا آفتاب تھا۔

حضرت محبوب الٰہیؒ کی خدمت میں

تذکرہ نویسوں کا اس بارے میں اتفاق ہے کہ ابھی امیر خسرو علوم و فنون کی تکمیل کر رہے تھے اور آپ کی عمر مشکل سے آٹھ نو سال کی تھی کہ اپنے بھائی اور دیگر افراد اور خاندان کے ساتھ حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور یکتائے زمانہ مرشد کے دامن میں پناہ لی۔ آپ کے ہمراہ سارا خاندان بیعت سے مشرف ہوا۔

علومِ ظاہری کی تکمیل کے بعد آپ نے ساری توجہات اپنے پیر و مرشد سے اکتسابِ فیض کے لیے مبذول کر دی تھیں۔ حضرت محبوب الٰہی بھی نہایت مہربانی اور شفقت سے پیش آتے۔

امیر خسرو جو کچھ لکھتے حضرت محبوب الٰہی خود ملاحظہ فرماتے اور مناسب اصلاح و ترمیم کا مشورہ بھی دیتے ایک روز آپ نے امیر خسرو سے کہا اصفہانیوں کی طرز پر اشعار لکھو۔ امیر خسرو نہایت لطیف تشبیہات و استعارات و کنایات سے پر ایک غزل لکھ کر لے گئے۔ بہت مسرور ہوئے امیر خسرو نے اپنا دیوان مبتدی و منتہی سب سے پہلے پیر و مرشد کی خدمت میں پیش کیا۔

صاحبِ سیر الاولیاء کا بیان ہے کہ امیر خسرو نے ایک روز حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں ایک شعر پیش کیا۔ حضرت محبوب الٰہی بہت خوش ہوئے فرمایا کیا مانگتے ہو؟

امیر خسرو نے درخواست کی کہ دعا فرمائیں کہ میں شیریں سخن ہو جاؤں حکم ہوا چارپائی کے نیچے شکر کا تشت رکھا ہوا ہے اس میں سے کچھ شکر کھاؤ کچھ اپنے سر پر ڈالو۔ تعمیل کی گئی چند ہی سال میں امیر خسرو کی شیریں سخنی چہار دانگ میں پھیل گئی اور امیر خسرو کو شاعر بے بدل تسلیم کیا گیا۔ اس واقعہ کے بعد امیر خسرو افسوس کرتے کہ میں نے کوئی اور فرمائش کیوں نہیں کی۔

عبادت و ریاضت

حضرت امیر خسرو کو علومِ باطنی سے فطری لگاؤ تھا اسی لیے راہِ سلوک کی منزلیں بھی بڑی تیزی سے طے کرنا شروع کیں۔ اگرچہ بظاہر بادشاہوں اور امراء کے جلیس اور ہم صحبت تھا لیکن اس کے روز و شب عبادت و ریاضت سے معمور رہتے۔

آپ ہر شب تہجد کے وقت قرآنِ کریم کے سات پارہ نہایت خوش الحانی سے تلاوت

کرتے اس کے علاوہ اکثر روزے سے رہتے۔

تذکرہ نویسوں کا بیان ہے کہ چالیس سال تک صائم الدہر رہے۔ ایک بار سلطان المشائخ نے آپ سے دریافت کیا کہ عبادت وشغل کی کیا کیفیت ہے عرض کیا چند روز سے ایک نئی تبدیلی پاتا ہوں جب تہجد کیلئے بیدار ہوتا ہوں تو خود بخود گریہ طاری ہو جاتا ہے۔

محبوب الٰہی نے فرمایا الحمدللہ اب کچھ ظاہر ہونا شروع ہو گیا۔

آخر میں تو عشق الٰہی کی ایسی سوزش ان میں پیدا ہو گئی تھی کہ جب لباس پہنتے تو سینے کے پاس کا کپڑا جل جاتا۔ چنانچہ محبوب الٰہی خود فرماتے ہیں :

"قیامت کے روز اگر مجھ سے کہا جائے گا کہ کیا لایا تو میں عرض کروں گا کہ اس ترک کے سینے کی سوزش لایا ہوں۔"

پیر و مرشد کو اپنے محبوب مرید سے جو تعلق خاطر تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک روز حضرت محبوب الٰہی نے آپ سے ارشاد فرمایا کہ اے ترک میں سب سے تنگ آ گیا ہوں یہاں تک کہ اپنے آپ سے بھی مگر تجھ سے کبھی تنگ نہیں ہوتا۔

ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں درخواست کی اور جرأت کر کے عرض کیا کہ آپ جن نظروں سے امیر خسرو کو دیکھتے ہیں صرف ایک مرتبہ مجھے ان نظروں سے دیکھ لیجئے۔

یہ سن کر اس وقت تو کچھ نہیں فرمایا کچھ دیر کے بعد فرمایا میرے دل میں گزرا کہ اس سے فوراً کہہ دوں کہ تو امیر خسرو جیسی قابلیت تو پیدا کرے۔

امیر خسرو کو بھی اپنے مرشد سے کچھ ایسا والہانہ تعلق تھا کہ اس کی مثال مشکل سے ملے گی۔ امیر خسرو ایک عظیم شاعر ہونے کے علاوہ شاہی دربار سے تعلق کی بنا پر امیر کبیر تھے لیکن اس کے باوجود مرشد کے ادنیٰ خادم بن کر رہتے۔ اپنے مرشد کو غزلیں سناتے جو شعر پسند آ جاتا اس کو بار بار پڑھتے۔ غرضیکہ کبھی خادم بن

کر سامنے آتے کبھی ایک خوش الحان قوال کے لباس میں پیش ہوتے۔ اسی لیے
مرشد کے دل میں بھی عظمت پیدا ہوتی۔

حضرت محبوب الٰہی فرماتے ہیں ؎

خسرو کہ نظم و نثر مثلش کم خاست
ملکیت ملک سخن آں خسرو راست

ایں خسرو ماست ناصر خسرو نیست
زیرا کہ خدا کے نام خسرو ما است

مُرشد سے والہانہ عقیدت کا ایک واقعہ

ایک بار درویش نے محبوب الٰہی کے پاس آکر سوال کیا۔ اتفاق سے اس روز لنگر خانہ میں کوئی چیز نہ تھی۔ محبوب الٰہی نے فرمایا انتظار کرو آج جو کچھ آئے گا۔ وہ سب تمہارا ہے لیکن اتفاق سے اس روز کوئی چیز کہیں سے نہیں آئی۔ فرمایا اچھا کل جو کچھ کہیں سے آئے گا سب تم کو دے دیا جائے گا۔

دوسرا روز بھی اسی طرح خالی گیا کوئی چیز نہیں آئی۔ آخر کار حضرت محبوب الٰہی نے اپنے پاؤں کی جوتیاں دے کر درویش کو رخصت کیا۔ وہ جوتیاں لے کر باہر نکلا امیر خسرو سے ملاقات ہوگئی۔

پیر و مرشد کی خیریت دریافت کی۔ درویش نے کہا خیریت ہے امیر خسرو متفکر کھڑے تھے فوراً بول اٹھے مجھ کو تجھ سے شیخ کی بو آتی ہے شاید ان کی کوئی چیز تیرے پاس ہے۔

درویش نے کہا کہ یہ شیخ کی جوتیاں میرے پاس ہیں جو مجھے عطا کی گئی ہیں۔ امیر خسرو بے تاب ہو گئے درویش سے کہا ان کو فروخت کرتے ہو وہ فوراً راضی ہو گیا۔ آپ نے فوراً پانچ لاکھ روپے جو بادشاہِ وقت سے ایک قصیدہ کے صلہ میں ملے تھے درویش کو دے دیئے اور مرشد کی نعلین سر پر رکھے ہوئے خدمت میں

پہنچے اور عرض کیا حضور اس درویش نے پانچ لاکھ پر ہی اکتفا۔ کیا اگر تمام جان و مال بھی ان کے بدلے طلب کرتا تو میں سب دے کر لے لیتا۔

حضرت محبوبِ الٰہی کی وفات کا امیر خسروؒ کو انتہائی غم

امیر خسرو کو اپنے پیر و مرشد سے بے حد محبت تھی اس کا اندازہ پچھلے واقعات سے کیا جا سکتا ہے اس لیے آپ کی عادت تھی کہ اپنے اوقات کا اکثر و بیشتر حصہ اپنے پیر و مرشد حضرت محبوب الٰہی کے پاس گزارتے تھے لیکن امیر خسرو مرشد کی رحلت کے وقت دہلی سے بہت دور سلطان غیاث الدین تغلق کے ہمراہ بنگال گئے ہوئے تھے۔

محبوب الٰہی کا وصال ہوا تو یکا یک امیر خسرو کے دل پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی اور بادشاہ سے اجازت لے کر دیوانہ وار دوڑ پڑے۔ دہلی پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضرت محبوب الٰہی اپنے محبوبِ حقیقی سے جا ملے۔ یہ سنکر بیتاب ہو گئے اور جو کچھ تھا سب کا سب مرشد کے ایصالِ ثواب کیلئے فقراء و مساکین پہ لٹا دیا سر کے بال کٹوا دیئے اور پاگلوں کی طرح مزار پُرانوار پر آ کر گر پڑے پھر اس سے ٹکرا کر ایک چیخ ماری اور کہا تعجب ہے کہ آفتاب زمین میں چھپ جائے اور خسروؔ زندہ رہے۔ یہ کہہ کر بے ہوش ہو گئے۔ ہوش آیا تو پھر گریہ و زاری کرنے لگے بغرضیکہ ماتمی لباس پہن کر مزارِ اقدس پہ آن بیٹھے اور دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔

پیر و مرشد کے غم میں جان دے دی

حضرت محبوبِ الٰہی کی وفات نے حضرت امیر خسرو کو نیم مردہ کر دیا تھا۔ ترکِ دنیا کر کے روضۂ انوار پہ پڑے رہتے تھے۔ چنانچہ اسی غم و اندوہ میں چھ مہینے بعد ۸ شوال ۷۸۶ ہجری میں عالمِ آخرت کو سدھارے اور اس طرح اپنے پیر و مرشد سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

حضرت محبوب الٰہیؒ نے پیشین گوئی فرمائی تھی اور ساتھ ہی ساتھ وصیت بھی کی تھی "امیر خسرو میرے بعد زندہ نہیں رہیں گے ان کے انتقال کے بعد میرے پہلو میں دفن کرنا وہ میرا رازدان ہے اور میں بغیر اس کے جنت میں قدم نہ رکھوں گا۔ ایک مرتبہ فرمایا تھا اگر شریعت میں اجازت ہوتی تو میں وصیت کرتا کہ امیر خسرو کو میرے ساتھ دفن کرنا تاکہ ہم دونوں یکجا رہیں۔

حضرت محبوب الٰہی کے ارشاد کے مطابق حضرت امیر خسرو کو مزار کے بالکل متصل دفن کیا گیا۔ تقریباً دو صدیوں تک مزار پر کوئی عمارت تعمیر نہیں ہوئی تھی۔ سب سے پہلے مہدی خواجہ نامی ایک امیر نے آپ کا مقبرہ تعمیر کرایا پھر اس کے بعد مزار کی عمارت میں اور بھی اضافہ کیا گیا۔

امیر خسرو بہت بڑے اہل قلم اور بے بدل شاعر تھے۔ مختلف موضوع پر ۹۹ کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں اکثر آج نایاب ہیں۔ آپ کے اشعار کی مجموعی تعداد ۵ لاکھ تھی۔ آپ ہی نے حضرت محبوب الٰہی کے ایما پر سب سے پہلے اردو کی داغ بیل ڈالی۔ اس کے علاوہ درویش کامل اور شیخ طریقت تھے۔ صاحب سیر الاولیاء کا بیان ہے منجملہ آپ کے اصحاب کے سلطان الشعراء برہان الفضلاء امیر خسرو رہ ہیں جو فضیلت اور بزرگی میں متقدین و متاخرین سے سبقت لے گئے تھے۔ باطن صاف رکھتے تھے اگرچہ بظاہر بادشاہوں سے تعلق تھا لیکن صورت سیرت میں اہل تصوف کا طریقہ عیاں تھا۔

آپ کا شمار ان لوگوں میں تھا جو تصوف کے رنگ میں ڈوبے ہوتے تھے حضرت شیخ عبدالحق محدثؒ نے نہایت زوردار الفاظ میں مدح و ستائش کی ہے اور اقلیم شاعری کا تاجدار کہا ہے۔

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ نقشبندی دہلوی ؒ

حضرت خواجہ باقی باللہ افغانستان کے ایک نہایت معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد کا اسم گرامی قاضی عبدالسلام تھا جو اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم و فاضل تھے اور اسی لیے اپنے ملک میں غیر معمولی عظمت اور عزت کے مالک تھے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ ۹۷۱ھ میں کابل میں پیدا ہوئے آپ کی پیدائش اپنے ساتھ ہزاروں سعادتیں اور برکتیں لیے ہوتے تھی۔ چنانچہ آپ کے والد ماجد فرماتے ہیں۔

"میرا فرزندِ ارجمند پیدائشی ولی ہے اس کی ولادت باسعادت میرے اور میرے تمام خاندان کے لیے باعثِ برکت ہے۔"

جب پانچ سال کی عمر ہوئی تو اپنے والدِ محترم کی زیرِ نگرانی ظاہری علوم کے حصول میں مصروف ہو گئے۔

ابتدائی تعلیم سے فراغت پانے کے بعد مزید تعلیم و تربیّت کیلئے حضرت مولانا صادق کے سپرد کیے گئے۔ مولانا موصوف اپنے عہد کے یگانہ روزگار علماء میں سے تھے۔ اس کے علاوہ کمالاتِ باطنی میں بھی فائق تھے چنانچہ حضرت خواجہ

نے علومِ ظاہری کے ساتھ ہی ساتھ علومِ باطنی اور کمالات کا بھی استفادہ کیا۔ حضرت خواجہ کو اپنے استادِ محترم سے حد درجہ عقیدت اور محبت تھی ہر وقت ان کے پاس حاضر رہتے چنانچہ جب مولانا صادق کو ماورالنہر تشریف لے جانے کی ضرورت پیش آئی تو آپ بھی استاد کے ہمراہ کابل سے ماورالنہر تشریف لے گئے۔ ماورالنہر کا سفر آپ کے لیئے بہت مفید رہا نہ یہ کہ وہاں رہ کر اپنے استاد سے تکمیل علوم ظاہری کی بلکہ وہاں رہ کر دیگر جلیل القدر علماء و فضلا سے بخوبی استفادہ کیا تھوڑے عرصہ میں نوعمری کے باوجود حضرت خواجہ کا شمار مقتدر علماء میں ہونے لگا اور آپ کی شہرت دور دور پھیل گئی۔

حضرت کی ہندوستان کیلئے روانگی

علومِ ظاہری سے فارغ ہونے کے بعد حضرت کے دل میں تقرب الی اللہ اور معرفت حق کے لیے بے پایاں تڑپ پیدا ہوئی۔ ماورالنہر کے علاقہ میں جو بھی بزرگ جہاں ملا اس سے فیضِ باطنی حاصل کیا اور خاموشی کے ساتھ راہِ سلوک کی منزلیں طے کرتے رہے چونکہ اس زمانہ میں ہندوستان کو اولیاء اللہ کے معاملہ میں ساری دنیا میں غیر معمولی شہرت و عزت حاصل تھی لہٰذا آپ ماورالنہر سے ہندوستان تشریف لائے۔ یہاں آپ کے بعض دوستوں نے جو بڑے بڑے شاہی عہدوں پر فائز تھے اس بات کی انتہائی کوشش کی کہ آپ کوئی شاہی عہدہ قبول فرمالیں لیکن آپ نے سب کو ٹھکرا دیا اور روحانی رہنماؤں کی تلاش و جستجو کو جاری رکھا۔

ایک زمانہ کا ایک واقعہ خود بیان کرتے ہیں میں ایک روز تصوف کی کتابوں کے مطالعہ میں مصروف تھا کہ یکایک ایسی تجلی دیکھی کہ میرے ہوش و حواس ختم ہو گئے اور میں آپے سے باہر ہو گیا آخر حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رح کی روحانیت نے مجھے خدا کے حکم سے مجھے حوصلہ دیا اور میرے ہوش و حواس واپس آئے اس کے بعد اربابِ معرفت کی تلاش میں سرگرم ہو گیا۔

اس واقعہ کے بعد ذوقِ طلب کا یہ عالم ہوگیا کہ آپ ہندوستان کے جنگل بیابانوں اور قبرستانوں میں بزرگانِ طریقت کو تلاش کرتے پھرا کرتے تھے۔ اثنائِ سفر میں جب لاہور پہنچے تو آپ کی نظرِ انتخاب ایک مجذوب پر پڑی اس مجذوب نے پہلے تو آپ کو بہت تنگ کیا کبھی پتھر مارتا کبھی گالیاں دیتا لیکن خواجہ تھے کہ اس کا پیچھا نہ چھوڑتے آخر کار اس مجذوب نے ایک درویش کی شکل اختیار کر لی اور آپ کو بیحد روحانی فیض حاصل کیا۔

اس کے علاوہ آپ نے متعدد اربابِ طریقت سے فیض حاصل کیا جن میں سے چند حضرات کے اسمائِ گرامی درج ہیں ۱: حضرت خواجہ عبداللہ احرار ۲: امیر عبداللہ بلخی ، ۳: شیخ سمرقندی ۴: حضرت شیخ بابا میوالی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ایک جلیل القدر بزرگ تھے۔

خواجہ ملنگی کی خدمت میں

مندرجہ بالا حضرات سے روحانی فیض حاصل کر کے دوبارہ سمرقند اور ماوراالنہر کے علاقہ میں تشریف لے گئے۔ ایک روز مراقبہ کے عالم میں دیکھا کہ حضرت خواجہ ملنگی سامنے کھڑے ہیں اور فرمارہے ہیں اے فرزند! ہم تمہارے منتظر ہیں ہمارے پاس جلدی آؤ۔ اس اشارہ غیبی کے بعد فوراً حضرت خواجہ موصوف کی خدمت میں حاضر ہوتے۔

اور پھر ان کی ارادت میں داخل ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں مزید قیام کا ارادہ ظاہر کیا لیکن ہدایت کی گئی "تم ہندوستان واپس جاؤ تمہاری ذات سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ خوب پھیلے گا اور وہاں کے رہنے والے تمہارے فیض سے اپنے ظاہر و باطن کو شریعت و طریقت سے آراستہ کریں گے۔" چنانچہ آپ حضرت خواجہ ملنگی سے جدا ہونے کے بعد ہندوستان کیلئے روانہ ہو گئے۔

ہندوستان میں دوبارہ تشریف آوری اور قیام

پیر ومرشد سے جُدا ہوکر ہندوستان کیلئے روانہ ہو گئے۔ آپ نے شروع میں لاہور میں قیام کیا۔ اس کے بعد دہلی میں قیام کا حکم ملا تو لاہور سے دہلی کیلئے روانہ ہو گئے۔

دورانِ سفر میں رحمدلی کی یہ کیفیت تھی کہ جب کوئی کمزور یا بوڑھا دکھائی دیتا تو آپ گھوڑے سے اتر پڑتے اسے گھوڑے پر بٹھا لیتے اور خود پا پیادہ چلتے غرض یہ کہ اسی طرح کافی مدت کے بعد دہلی پہنچے۔ یہاں آکر خلقِ خدا کو مستفید فرما شروع کردیا۔

آپ کم کھاتے کم سوتے کم بولتے تھے اور عشاء کی نماز کے بعد تہجد تک درود شریف پڑھتے بعد نمازِ تہجد کے ایک سو بیس بار سورۃ لیسین پڑھتے اس کے بعد ذکر اسمِ ذات میں مصروف ہوتے۔

جب صبح کا آغاز ہوتا تو عرض کرتے الٰہی کیا ہوا رات جلدی گزر گئی تھوڑی دیر نہ کی کہ عبادت کرتا۔ پھر دوبارہ وضو کر کے دو رکعت تحیۃ الوضو ادا کر کے درمیان سنّت اور فرضوں صبح کے ۴۱ بار سورۃ مزّمل پڑھ کر نمازِ فجر باجماعت ادا کرتے اور اشراق تک وظائف میں مشغول رہتے۔

اشراق کے نوافل کے بعد تلاوتِ قرآن کریم میں دس گیارہ بجے تک مصروف رہتے۔ اس نوافل عبادت سے فارغ ہونے کے بعد مخلوق خدا کی خدمت کرتے اور ان کی حاجتیں پوری کرتے پھر تھوڑی دیر قیلولہ فرما کر نمازِ ظہر ادا کرتے۔ نمازِ ظہر کے بعد عصر تک نوافل میں مشغول رہتے۔

عصر کی نماز سے کچھ پہلے حاضرین سے خطاب فرماتے۔ عصر سے مغرب تک درود شریف پڑھتے۔ مغرب سے عشاء تک طالبانِ خدا کی تربیت فرماتے۔ فیاضی کا یہ عالم تھا کہ ایک شاہی امیر نے جو حضرت خواجہ کا بے حد ہی عقیدتمند

تھا۔ آپ کی خدمت میں بہت سارا روپیہ بھیجا اور عرض کیا کہ اسے مستحقین میں تقسیم فرما دیجئے آپ نے خادم سے فرمایا کہ جو کچھ نقدی ہمارے پاس ہے وہ بھی اس میں ملا لو اور سارا روپیہ غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم کر دو۔

حضرت نے جب سفرِ حجاز کا ارادہ کیا اور اس کی خبر بادشاہ کے وزیر عبدالرحیم خانخاناں کو ہوئی تو اس نے چند لاکھ روپے آپ کی زادِ راہ کیلئے بھیجا اور عاجزی سے کہلا بھیجا کہ مجھے امید ہے کہ حضرت اس حقیر رقم کو قبول فرما کر مجھے ممنون فرمائیں گے۔ جب یہ روپیہ آپ کے پاس پہنچا تو بے حد ناراض ہوئے اور یہ کہتے ہوئے واپس کر دیا کہ ہم فقیروں کے لیے ہرگز مناسب نہیں کہ ہم مخلوقِ خدا کی گاڑھی کمائی کا مال ضائع کر کے حج کو جائیں یہ تو رعایا کا ہی حق ہے۔

حضرت خواجہ پاکیزہ اخلاق کا نمونہ تھے بندگانِ خدا کے ساتھ نہایت اعلیٰ اخلاق سے پیش آتے۔ لوگوں کی دل آزاری سے خود بھی پرہیز کرتے اور دوسروں کو بھی اس پر سختی سے عمل کراتے۔ بعض لوگ جو آپ کو سخت سے سخت بات کہہ دیتے آپ ان پر بھی مسکرا کر خاموش ہو جاتے۔

حضرت خواجہ کی وفات

حضرت خواجہ کی عادت تھی کہ آپ اپنے روحانی انکشافات کو خواب کہہ کر ظاہر فرمایا کرتے تھے چنانچہ ایک روز کہنے لگے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ سلسلۂ نقشبندی کا کوئی بڑا شخص فوت ہو جائے گا لہٰذا اس کے لیے شہر دہلی کے کنارے کوئی جگہ پاک صاف تلاش کرنی چاہیئے۔

اس خواب کے بعد سے آپ نے لوگوں سے ملنا جلنا بند کر دیا اور دنیا سے قطعی نفرت ہو گئی اور ایسی کیفیت طاری ہونے لگی جس سے پتہ چلتا تھا کہ آپ کی وفات قریب ہے۔ ایک روز آپ کے صاحبزادے خواجہ محمد عبداللہ حاضر ہوئے ان کے ہاتھ میں آئینہ تھا فرمایا اس کو دیکھو جب انھوں نے نظر آئینہ پر

ڈالی تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس میں ایک بوڑھے آدمی کی شبیہ ہے جس کی ڈاڑھی کے تمام بال سفید ہو چکے ہیں۔ خواجہ محمد عبداللہ متعجب ہوئے اور ان کا سارا جسم کانپ اٹھا۔ آپ نے تبسم فرمایا اور کہا یہ نورِ الٰہی ہے کہ میری ریش پر نمودار ہوا۔ اس قسم کے واقعات کے بعد ایک روز آپ نے اپنے اصحاب سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ مجھ سے صاف لفظوں میں کہا جا رہا ہے کہ تجھے جس غرض سے لایا گیا تھا وہ پوری ہو گئی۔ اب سفرِ آخرت کی تیاری کرنا چاہیئے۔

الغرض جمادی الآخر ۱۰۱۲ھ کو عصر اور مغرب کے درمیان اللہ اللہ کہتے ہوئے اس دارِ فانی سے دار البقا کی طرف سدھارے۔

انتقال کے بعد ایک صاف ستھرے مقام پر آپ کے لیے قبر تیار کی گئی لیکن جب آپ کی نعشِ مبارک کو لے کر چلے تو لوگوں پر ایسی بدحواسی طاری ہوئی کہ حاملانِ جنازہ نے کسی اور مقام پر لے جا کر جنازہ رکھ دیا۔ جب اس مقام پر جنازہ رکھا گیا تو مریدین میں سے کسی کو یاد آیا کہ یہ وہی مقام ہے جہاں ایک روز حضرت نے وضو فرمایا تھا اور اٹھتے وقت جب آپ نے دیکھا کہ آپ کے دامنِ مبارک پر وہاں کی خاک لگ گئی ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ جگہ ہماری دامن گیر ہوئی ہے یہاں ہی ہمارا مدفن ہوگا۔

چنانچہ اس واقعہ کے یاد آنے کے بعد اسی جگہ قبر کھودی گئی اور حضرت کے جسمِ اقدس کو سپردِ خاک کیا گیا۔

یہ مقام دہلی میں صدر بازار کے قریب قطب روڈ پر واقع ہے۔ شروع میں آپ کا مزار بالکل کچا تھا لیکن بعد میں مزار پختہ بنایا گیا اور اس کے ساتھ ایک مسجد بھی تعمیر کی گئی۔ یہ مزار دہلی میں زیارت گاہِ خلائق ہے۔

حضرت خواجہ کی روحانی اور جسمانی اولاد

حضرت خواجہ کے خلفاء کی ایک طویل فہرست نظر آتی ہے وہ کسی کو بھی حاصل

نہیں ہوئی۔

موصوف کے علاوہ چند اور حضرات کے اسماء گرامی قابلِ ذکر ہیں ۱: شیخ تاج الدین ۲: خواجہ حسام الدین احمد ۳: شیخ اللہ داد رحمہم اللہ تعالیٰ۔

جسمانی اولاد میں حضرت کے دو صاحبزادے تھے۔ بڑے صاحبزادے کا نام خواجہ عبداللہ تھا، چھوٹے صاحبزادے کا نام محمد عبداللہ تھا۔ دونوں صاحبزادے علومِ ظاہری و باطنی سے مالا مال ہوئے اور اپنے والدِ محترم کے نقشِ قدم پر چلے۔

محمد منیر مسعود

امام ربّانی مجدّد الف ثانی

حضرت شیخ احمد سرہندی رح

نام ونسب

شیخ احمد نام اور مجدّد الف ثانی لقب تھا۔ والد ماجد کا نام مخدوم شیخ عبدالا[حد]
تھا۔ آپ کا سلسلۂ نسب ۲۸ واسطوں سے خلیفہ دوم حضرت عمر بن الخطاب ر[ضی]
اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ آپ کے اجداد کبائر میں حضرت سلطان شہاب الدین علی اور حض[رت]
امام نواز رفیع الدین قدس سرہ العزیز اولیاء کاملین میں سے تھے۔

حضرت سلطان شہاب الدین علی لقب فرخ شاہ ہے جو ایک عرصہ تک وا[لی]
کابل رہے سلاطین غزنویہ سے پہلے اور سلطنت غزنویہ کے زوال کے بع[د]
کابل سے کئی بار فوج کثیر کے ساتھ ترویج اسلام کے لیے ہندوستان تشریف لا[ئے]
پھر سلسلۂ چشتیہ میں بیعت کر کے درجہ کمال کو پہنچے اور ایک عالم آپ کے چشمۂ فیض
سے سیراب وکامیاب ہوا۔

سرہند کی بنا حضرت مجدّد کے جدِ ششم امام نواز رفیع الدین رح کے ہاتھوں پڑ[ی]
آپ کابل سے سید جلال الدین بخاری جو مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے لقب

سے مشہور ہیں۔ اس کے بعد ہندوستان تشریف لائے اور سرہند سے پانچ کوس کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے وہاں قیام کیا اس طرح حضرت مجدّد کا خاندان ہندوستان میں فروکش ہوا۔

ولادت باسعادت حضرت مجدّد کی ۹۷۱ھ میں بمقام سرہند ہوئی لفظ خاشع سے آپ کا سالِ ولادت نکالا جاسکتا ہے۔ ایامِ طفولیت کا ایک واقعہ صاحبِ مقامات نے نقل کیا ہے۔

"ایک مشہور بزرگ شاہ کمال کیتھلی سرہند میں مقیم تھا آپ کے والد حضرت مخدوم آپ کو گود میں لے کر شاہ صاحب کے پاس آئے کہ حضرت اس کے لیے التفات فرمایئے اور دعا کیجئے۔ شاہ صاحب نے آپ کو گود میں لیا اور اپنی انگلی آپ کے منہ میں دے دی۔ آپ نے اُسے چوسا۔ شاہ صاحب فرمانے لگے بابا بس کرو اتنا ہی کافی ہے کچھ ہماری اولاد کے لیے بھی چھوڑ دو تم نے تو ہماری ساری نسبت ہی کھینچ لی۔

پھر شاہ صاحب نے حضرت مخدوم سے کہا کہ یہ تمہارا لڑکا بڑا ہی مُبلّغ سنت ہوگا۔ غرضیکہ ابتدا ہی سے آپ سے ایسے آثار ظاہر ہونے لگے تھے جو بتلاتے تھے کہ یہ لڑکا غیر معمولی ہوگا اور ہندوستان اس کے فیض سے سیراب ہوگا۔

حضرت مجدّد کی ابتدائی زندگی اور تعلیم و تربیت

حضرت مجدّد نے سب سے پہلے قرآن کریم حفظ کیا پھر اپنے والد کے پاس علوم ظاہری کی تحصیل کرنے لگے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کا ذہن رسا دقیق مسائل حل کرنے لگا۔

اکثر علوم تو اپنے والد مخدوم حضرت سے حاصل کیے۔ پھر اکتساب علم کے لیے سیالکوٹ پنجاب تشریف لے گئے یہ وہ زمانہ تھا کہ سیالکوٹ علم و فن کا بہت بڑا مرکز بنا ہوا تھا اور ایک محقق عالم مولانا کمال کشمیری کے علم و کمال کا دور دور شہرہ تھا۔

حضرت مجدد نے مولانا کمال کشمیری سے بعض علوم حاصل کیے اور حدیث کی کتابیں شیخ یعقوب کشمیری رح سے پڑھیں جو ان دونوں میں وہیں مقیم تھے۔ عالم ربانی قاضی بلال بدخشانی سے بھی آپ نے حدیث کی بعض کتابیں پڑھیں تھیں غرض ۱۷ سال کی عمر میں آپ نے علوم ظاہری کی تکمیل کی۔

حضرت مجدد سیالکوٹ میں ظاہری علوم کے بعد سیالکوٹ سے آگرہ تشریف لے گئے۔ یہ اکبر کے عہد حکومت کا زمانہ تھا اور مغل دار الحکومت ہونے کی وجہ سے آگرہ علماء وفضلاء کا مرکز بنا ہوا تھا۔ یہاں آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا آپ کی شہرت کی یہاں تک نوبت آپہنچی کہ دربار اکبری کے مشہور ترین ابوالفضل فیضی بھی آپ کے نیاز مندوں کے حلقہ میں شامل ہو گئے اور آپ سے استفادہ کرنے لگے۔

ایک دن آپ فیضی کے مکان پر گئے وہ اپنی مشہور تفسیر بے نقط لکھ رہے تھے آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے اور کہنے لگے کہ آپ خوب موقع پر آئے۔ میں اس وقت بڑی مشکل میں گرفتار ہوں اس مضمون کو غیر مجموعہ حروف میں ادا نہیں کر سکتا بڑی دیر سے دماغ لڑا رہا ہوں مگر حسب دل خواہ عبارت بن نہیں سکی۔ آپ فوراً نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ اس کو مدد دیتے رہے۔ فیضی کی یہ بے نقط تفسیر بعد میں سواطع الالہام کے نام سے مشہور ہوئی۔

حضرت مجدد الف ثانی رح کے والد ماجد حضرت مخدوم کچھ مدت کے بعد بیٹے سے ملنے کے لیے آگرہ آئے اور ان کو لے کر جب سرہند جا رہے تھے تو راستہ میں تھانیسر میں قیام کیا۔

تھانیسر کے دوران قیام وہاں کے رئیس سلطان شیخ حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں اپنی لڑکی کی شادی آپ کے صاحبزادے شیخ احمد سے کر دوں۔ مجھے اس سلسلے میں بشارت ہوئی ہے۔ آپ کے والد ماجد نے اس رشتہ کو منظور کر لیا اور شادی سے فارغ ہو کر حضرت مجدد اپنے

والدِ محترم کے ہمراہ سرہند واپس آ گئے۔

سرہند پہنچ کر حضرت مخدوم نے آپ کی تربیتِ روحانی شروع کی اور حضرت مجدّد نے ان سے بہت سے فوائدِ باطنہ حاصل کیے اور جانشین مقرر ہوئے اور اس کے بعد حضرت مخدوم بیمار ہو گئے اور رحلت فرما گئے باپ کے انتقال کے وقت حضرت کی عمر ۳۷ سال تھی۔ حضرت مخدوم کا انتقال ۱۰۰۷ھ میں ہوا۔

حضرت مجدّد کا حضرت باقی باللہ سے فیضِ باطنی اور تکمیل روحانیت

صاحب برکات احمدیہ لکھتے ہیں کہ حضرت کو طواف بیت اللہ اور زیارت روضۂ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف شب و روز بے چین رکھتا تھا اور ہمیشہ آپ سفرِ حجاز کی طرف راغب رہا کرتے تھے مگر اپنے والد بزرگوار کی سنی کی وجہ سے کہیں جا نہیں سکتے تھے۔

جب حضرت مخدوم کا انتقال ہو گیا (۱۰۰۷ھ میں) تو آپ ۱۰۰۸ھ میں زیارتِ حرمین کے ارادے سے سرہند سے روانہ ہوئے۔ جب آپ دہلی پہنچے تو آپ نے اپنے مخلص دوست مولانا حسن کشمیری کے ہاں قیام کیا۔

مولانا حسن کشمیری ایک صاحبِ باطن بزرگ تھے۔ انھوں نے حضرت خواجہ باقی باللہ کے اوصاف کمالاتِ روحانی حضرت مجدّد سے بیان کیے اور کہا کہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں آپ سے بلند مرتبہ کوئی بزرگ موجود نہیں۔

حضرت مجدّد جو بچپن سے اولیائے کرام کے عاشق تھے ان کے دل میں بھی حضرت خواجہ کی زیارت کا شوق پیدا ہوا اور آپ اپنے محبِّ قدیم مولانا حسن کشمیری کے ہمراہ حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

حضرت خواجہ کمال مہربانی اور شفقت سے پیش آئے اور حضرت مجدّد سے پوچھا کس ارادہ سے دہلی آئے ہو۔ عرض کیا کہ زیارتِ کعبہ کے لیے جانے کے شوق میں حاضر ہوا ہوں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ بڑا مبارک ارادہ ہے لیکن اگر چند روز فقرا کی

صحبت میں رہو تو کچھ حرج نہیں۔

حضرت مجدّد آپ کے فرمانے سے ایک ہفتہ کے ارادہ سے خدمتِ عالی میں رہنے کیلئے ٹھہرے۔ دو ہی دن گزرے تھے کہ آپ کو وہ روحانی لذّت اور کیفیت محسوس ہوئی کہ آپ سب کچھ بھول گئے۔ آپ کا قلبِ مبارک ذکرِ الٰہی سے جاری ہو گیا اور اس کی لذّت و خلافت دل و دماغ پر چھا گئی۔ یا تو حضرت کو خانہ کعبہ ہی کے طواف کا شوق تھا یا راہ میں خود صاحبِ خانہ ہی مل گیا اور یا تو روضہ منورہ کے انوار سے نور و ضیا حاصل کرنے کی تمنّا تھی یا اثنائے سفر ہی میں اقتباس انوار صاحب روضہ منظہرہ نصیب ہو گیا۔

سبحان اللہ! سبحان اللہ! غرض کہ آپ کو وہ نعمت حاصل ہو گئی جس کی برسوں سے آپ کو تلاش تھی اور وہ صاحبِ باطن مل گیا جس کی تلاش میں آپ سرگرداں تھے اس سے آپ حضرت خواجہ کے نیازمندوں میں شامل ہونے کے بعد مسلسل تین ماہ تک آپ سے باطنی رموز اور نکات حاصل فرماتے رہے۔

بالآخر حضرت خواجہ، حضرت مجدّد کے روحانی کمالات سے اس قدر خوش ہوئے کہ آپ نے ان کو خلافت عطا فرمانے کے بعد سرہند روانہ کر دیا۔ دہلی سے سرہند واپس جانے کے بعد حضرت مجدّد درس و تدریس اور روحانی مشاغل میں مصروف ہو گئے لیکن آپ کا دل پیر و مرشد کی حاضری خدمت کے لیے ہر وقت بے چین و مضطرب رہتا۔

چنانچہ آپ چند ہی روز میں حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضرت مجدّد نے جتنے روز دہلی میں قیام کیا حضرت خواجہ ان کو برابر اپنے باطنی فیوض مرحمت فرماتے رہے۔

حضرت کو مرید سے محبّت و عقیدت

حضرت مجدّد یوں تو حضرت خواجہ کے مرید تھے لیکن حضرت خواجہ ان کے ساتھ

دوستوں کا برتاؤ کرتے تھے اور بے حد احترام کے ساتھ پیش آتے تھے بلکہ بعض اوقات تو حضرت مجدّد کو سرِ مجلس بٹھا کر ان کے سامنے مریدوں کی طرح بیٹھ جاتے تھے۔

اس کے ساتھ ہی ساتھ اپنے مریدوں کو ہدایت فرماتے تھے کہ حضرت مجدّد کی موجودگی میں باطنی معاملات میں مجھ سے رجوع کرنے کی ضرورت نہیں حضرت مجدّد سے رجوع کیا جائے۔

ایک روز حضرت خواجہ نے اپنے عزیز مرید کو طلب کیا اور خلوت میں لے جا کر ارشاد فرمایا کہ جب میرے پیر و مرشد (حضرت خواجہ امکنگی) نے مجھے ہندوستان جانے کا حکم کیا تو فرمایا کہ اس سلسلۂ شریفہ کو تم وہاں جا کر جاری کرو۔ میں نے استخارہ کیا، کیا دیکھتا ہوں کہ طوطی شاخ پر بیٹھی ہے اسے دیکھ کر میرے دل میں خیال آیا کہ اگر یہ طوطی اس شاخ سے اڑ کر میرے ہاتھ پر آ بیٹھے تو غالباً میرے اس سفر میں کشائش کا باعث ہو۔

ابھی میں نے یہ خیال ہی کیا تھا کہ وہ طوطی وہاں سے اڑ کر میرے ہاتھ پر آ بیٹھی۔ اور میں نے اس کی چونچ میں پانی ڈالا اور اس نے میرے منہ میں شکر ڈالی صبح کو اس خواب کی کیفیت حضرت امکنگی سے بیان کی تو آپ نے فرمایا کہ وہ طوطی ایک ہندی شخص ہے جو ہندوستان میں تمہارے دامنِ تربیت سے ظہور میں آئے گا اور تم کو اس سے بھی فائدہ پہنچے گا۔ میرا خیال ہے کہ اس خواب کا ماحصل تم ہی ہو۔

دوسری بات حضرت نے یہ فرمائی کہ جب ہم تمہارے شہر سرہند میں پہنچے تو ہم کو یہ بات دکھائی گئی کہ تم قطب کے مرتبہ پہ ہو اور حلیہ بھی بتایا گیا میں نے تلاش کیا لیکن کسی میں قطبیت کے آثار نہ پائے اور نہ اس حلیہ سے مطابقت دیکھی میں نے اپنے دل میں کہا کہ شاید اس شہر سے آئندہ کوئی شخص پیدا ہوگا کہ جس میں اس مرتبہ کی قابلیت ہوگی۔ پہلے دن جب میں نے تم کو دیکھا تو اس حلیہ کا بالکل مطابقت

پایا اور اس قابلیت کے آثار بھی تم میں دیکھے۔ نیز مجھے یہ بھی دکھایا گیا کہ میں نے ایک بڑا چراغ روشن کیا ہے جس کی روشنی آناً فاناً بڑھتی چلی جاتی ہے اور یہ بھی دیکھا کہ بہت سے لوگ اس چراغ سے چراغ روشن کرتے ہیں کہ تم وہی چراغ ہو اللہ کی مخلوق تم سے فیض حاصل کرے گی اور مردہ دل تم سے زندگی حاصل کریں گے۔

چونکہ حضرت خواجہ اپنے عزیز مرید کا مقام پہچان گئے تھے لہذا اگر محبت و عقیدت سے پیش آئیں تو اس پر تعجب نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت خواجہ سے آخری ملاقات

دوسری مرتبہ جب حضرت مجدّد دہلی سے سرہند تشریف لائے تو آپ نے لوگوں کی اصلاح و تربیت کیلئے وسیع لائحہ عمل تیار کیا ایک طرف درس و تدریس کا سلسلہ جاری تھا۔ دوسری طرف اصلاحِ باطن اور تربیتِ روحانی کا دریا موجزن تھا لیکن ابھی آپ کو آتے ہوئے کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا کہ حضرتِ خواجہ باقی باللہ کی جانب سے طلبی شروع ہو گئی۔

آپ کے پے در پے خط حضرت مجدّد کو وصول ہوئے اور آپ فوراً دہلی تشریف لانے کیلئے روانہ ہو گئے۔ جب آپ دہلی کے قریب پہنچے تو حضرت خواجہ مع اپنی جماعت پا پیادہ آپ کے استقبال کیلئے تشریف لائے اور حضرت مجدّد کو بڑی عزت واحترام کے ساتھ قیام گاہ پر لے گئے۔

حضرت خواجہ نے ایک دن دورانِ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارا آخری وقت ہے میرے لڑکے بہت چھوٹے ہیں ان کی خبر گیری رکھنا اور بچوں کو بلا کر حضرت مجدّد کی گود میں دے دیا۔

پیر و مرشد سے آپ کی یہ آخری ملاقات تھی چنانچہ حضرت مجدّد کے سرہند چلے جانے کے بعد حضرت خواجہ رحلت فرما گئے۔ جب حضرت خواجہ باقی باللہ رح کا انتقال ہوا اس وقت حضرت لاہور میں قیام فرما تھے۔ حضرت مجدد اس خبر کو سنتے

ہی دہلی تشریف لائے۔ اور اپنے پیر و مرشد کے مزار پر حاضری دی اور کچھ دن دہلی میں قیام فرمایا۔

آپ کے دہلی میں قیام سے حضرت خواجہ باقی باللہ کی مجلس میں ایک نئی زندگی کی لہر دوڑ گئی اور یہ مجلس جو اپنے میر مجلس کے رحلت کر جانے کی وجہ سے بے رونق ہو گئی تھی دوبارہ پُر رونق ہو گئی چند ہی دن قیام فرمانے کے بعد آپ پھر سرہند تشریف لے گئے۔

حضرت مجددؒ قلعہ گوالیار میں

حضرت مجدد الف ثانی رح کو امیروں سے لے کر غریبوں تک میں ہر دلعزیزی اور مقبولیت حاصل تھی۔ اس نے ظاہر پرست علماء اور بد باطن نام نہاد صوفیاء کو آپ کا شدید مخالف بنا دیا تھا۔

یہ علماء سمجھتے تھے کہ حضرت کے ہوتے ہوئے ان کو قیامت تک کوئی اقتدار حاصل نہیں ہو سکتا اس کے علاوہ اکبر کے عہدِ حکومت میں ارباب شیعہ کا بہت زور ہو گیا تھا۔ جہانگیر کے تخت نشین ہونے کے بعد اس کی بیوی نور جہاں بیگم کی وجہ سے اس فرقہ کو اور بھی ترقی ہوئی۔ اور رقص و بدعات کی رسمیں عام مسلمانوں میں جاری ہونے لگیں۔

حضرت کو جب ان امور کی اطلاع ہوئی تو اس فتنہ کے مقابلہ کے لیے تیار ہو گئے۔ اور فرمایا کہ جب تک میں اپنے نفس پر تکلیف نہ اٹھاؤں گا دین کی تجدید کما حقہٗ نہ ہو گی۔

چنانچہ رودادِ افض میں آپ مکاتب و رسائل تحریر فرمانے لگے اس پر امرا دربار (جو اکثر شیعہ تھے) برافروختہ ہو گئے۔ اسی اثنا میں حضرت مجدد نے ایک عریضہ اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں بھیجا تھا جس میں عروج مقامات کا ذکر سلوک تھا (یہ عریضہ مکتوبات کے دفتر میں اوّل میں درج ہے) اس میں کسی جگہ

حضرت صدیق اکبر رضؓ کے مقام سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ظاہر ہے موقعہ پرست علما
اور امراء دربار کو اچھا موقعہ ہاتھ آیا اور شہنشاہ جہانگیر کے پاس شکایت کی اور اسکو
اس حد تک آمادہ کر لیا کہ وہ آپ کو سخت سزا دے۔

چنانچہ بادشاہ نے حکم دیا کہ حضرت مجدّد کو ہماری خدمت میں پیش کیا جائے
حضرت کو آگرہ لایا گیا بادشاہ نے حضرت مجدد سے پوچھا کہ کیا تم اپنے آپ کو حضرت
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بہتر بتاتے ہو۔

آپ نے فرمایا کہ جس طرح اہلِ سنّت میں علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرت صدیق اکبر
رضی اللہ عنہ سے افضل جاننے والا اہلِ سنّت سے نکل جاتا ہے اسی طرح فرقہ
صوفیا میں اگر کوئی شخص اپنے آپ کو کتّے سے جو کہ مخلوقات میں سب سے پلید
ہے بہتر سمجھے وہ بھی اس فرقہ سے نکل جاتا ہے اور وہ صوفی نہیں ہوتا چہ جائیکہ
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اپنے آپ کو افضل سمجھے اور میرے مکتوب میں جس
عروجِ مقامات کا ذکر ہے اس سے مراد وہ عروج ہے جو صوفیاء کو اپنے پیر و
مرشد کی توجہ سے ہوتا ہے۔ اور یہ عروج صوفیاء کو ایک گھڑی بھر کا ہوتا ہے
جیسا کہ شاہی دربار میں امراء اور مقرب شب و روز حاضر رہتے ہیں لیکن اگر بادشاہ
کسی ادنیٰ سپاہی یا چپڑاسی کو ضرورتاً کسی کام سے یا مصلحت کے لیے اپنے پاس
بلالے اور تھوڑی سی دیر کے لیے اپنے قریب جگہ دے اور پھر اسے اپنی جگہ پر واپس
کر دے تو کیا وہ سپاہی اتنے سے قرب سے امراء اور مقربانِ بادشاہ سے
افضل ہو سکتا ہے؟

ملاحظہ فرمائیں کہ میں نے اپنے مکتوب میں یہ لکھا ہے کہ "بعکس آں مقام خود را
رنگین یافتہ ام" اس کی مثال ایسی ہے کہ اگر کوئی چیز عکسِ آفتاب سے روشن
ہوتی ہو تو اُسے یہ نہیں کہتے کہ وہ آفتاب کے مقام پر پہنچ گیا اور زمین جو کہ ہر روز عکس
آفتاب سے رنگین ہوتی ہے اسے کوئی نہیں کہتا کہ زمین آفتاب کے مرتبہ کو پہنچ گئی۔
غرضیکہ آپ نے اپنے مکتوبات کے رموز پر روشنی ڈالتے ہوئے بادشاہ کو مطمئن کر دیا

بادشاہ کے مطمئن ہونے کے بعد بھی بدباطن حاسد اور جاہ پرست علماء اور شیعہ امراء طرح طرح سے جہانگیر کو حضرت کے خلاف ابھارتے رہے۔ ایک روز موقعہ پاکر بادشاہ سے کہا کہ شیخ احمد کے ہزاروں مرید ہیں اور لشکرِ سلطانی میں بھی ان کے بہت سے مرید ہیں اور معتقد ہیں ایسا نہ ہو کہ شیخ احمد بادشاہ سے بغاوت کر دیں اور تمام اس کا ساتھ دیں لہٰذا اس فتنہ کا بندوبست کرنا چاہیئے۔ شیخ احمد آپ کا بھی باغی ہے اس کو آزمانے کی ترکیب یہ ہے کہ اس کو آپ کے روبرو لایا جائے اور سجدۂ تحیّت کے لیے مجبور کیا جائے۔ اگر وہ سجدہ کرے تو بہتر ہے ورنہ باغی تصوّر کیا جائے۔

بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ آپ نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور صاف صاف فرمایا کہ اللہ کے سوا کسی کو بھی کسی قسم کا سجدہ جائز نہیں آپ کا انکار کرنا تھا کہ حاسدوں اور معاندوں نے ایک شور برپا کر دیا اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے غرضیکہ بادشاہ جہانگیر کے حکم سے آپ کو قلعہ گوالیار میں قید کر دیا گیا۔ آپ نے قلعہ گوالیار میں مقیّد ہونے کے باوجود رشد و ہدایت کا سلسلہ قید خانہ میں بھی جاری رکھا جس کے نتیجہ میں تمام غیر مسلم قیدی مسلمان ہو گئے اور حضرت کے ہاتھ پر بیعت سے مشرف ہوئے۔

حضرت مجدّد رح نے یہ اہتمام کر رکھا تھا کہ کوئی سنّت انبیاء علیہم السلام بھی ہاتھ سے نہ جائے۔ تقدیرِ الٰہی نے آپ کو سنتِ حضرت یوسف علیہ السلام پر عمل کرنے کا موقعہ عطا کیا۔

حضرت کے مقیّد ہو جانے کی وجہ سے اگرچہ افغانستان سے لیکر ہند تک آپ کے لاکھوں معتقدوں میں بادشاہ کے خلاف سخت جوش پیدا ہو گیا تھا لیکن ان کو صبر کی تلقین فرماتے رہے۔

آپ کے مکاتب اس پر شاہد ہیں کہ آپ کو قید خانہ میں ۲ دو سال ہوئے تھے کہ جہانگیر کو پتہ چلا کہ اس نے علماء کے غلط مشورہ پر حضرت کے ساتھ ظلم اور

ناانصافی کی وہ بے حد شرمندہ اور نادم ہوا اور نہایت اعزاز کے ساتھ قلعہ سے ر
اور اپنے بلوانے پر معذرت چاہی، خود بھی مرید ہو گیا۔ اور شہزادہ خرم (شاہجہان) کو
حضرت کا مرید کرایا۔

آپ آٹھ سال تک جہانگیر کے ہمراہ رہے اور اس کی فوج میں اصلاح و تربیت
کا کام کیا جس سے ایک خاموش انقلاب برپا ہو گیا جس کے اثرات کما حقہٗ سلطان عالمگیر
کے عہد حکومت میں ظاہر ہوئے۔

حضرت کے تجدیدی کارنامے

حضرت مجددؒ کے تجدیدی کارنامے تفصیل کے ساتھ لکھنے کیلئے ایک مستقل
تصنیف کی ضرورت ہے اس مختصر تالیف میں اس کی گنجائش کہاں؟ آپ کے کام
صحیح سمجھنے کے لئے چند باتیں قابلِ غور ہیں۔

۱: اکبر کا عہد حکومت ہندوستان کی مسلم تاریخ کا سیاہ باب ہے اس
کے عہد میں اسلام کو بحیثیتِ دین کے مٹایا جا رہا تھا اور اسلام کو ہندو قومیت میں
جذب کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ شعائرِ اسلام کی علی الاعلان توہین کی جاتی
تھی۔

اکبر ایک نئے مذہب کو ہندوستان میں مسلمانوں پر تھوپنے کی کوشش میں
لگا ہوا تھا۔ گاؤکشی قانوناً بند کر دی گئی۔ مساجد کی تعمیر کے لیے اجازت نہ دی جاتی تھی
اکبر بادشاہ خداوند کریم کے ننانوے (۹۹) نام اسمائے حسنیٰ کی بجائے سورج
کے نام پڑھتا تھا جبکہ وہ صبح کو قلعہ اکبرآباد کے جھروکوں سے اپنا درشن کراتا تھا
ہندوؤں کے تہوار مسلمانوں میں روز بروز پھیلتے جا رہے تھے غرضیکہ حضور
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کے مقدس چہرہ کو مسخ کیا جا رہا تھا

۲: اکبر خود جاہل تھا اس لیے وہ اپنی کوئی مستقل رائے نہیں رکھتا تھا۔ پھر اپنی
کی ہندو بیویوں اور ابوالفضل اور فیضی کی صحبتوں نے اس کو اور بھی گمراہ کر دیا

اکبر کے دورِ حکومت کی صحیح تصویر ملّا عبدالقادر بدایونی نے اپنی کتاب منتخب التواریخ میں کھینچی ہے۔

۳ : ابوالفضل اور فیضی اور ان کے والد ملّا ناگوری کی طرف سے بادشاہ کی خدمت میں ایک عرضداشت پیش کی گئی تھی جس کا مضمون یہ تھا کہ (العیاذ باللہ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی مدّت ایک ہزار سال تھی وہ پوری ہو گئی۔ (اس سلسلہ میں متعدد موضوع روایت بھی تحریر کی گئیں تھیں جن سے ثابت کیا گیا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی مدّت ایک ہزار سال ہے۔ آپ کے سال جلوس سے دوسرا ہزارہ شروع ہو گیا لہٰذا آپ اب اُمت کے سربراہ ہیں۔ اس عرضداشت کا متن بھی ملا عبدالقادر بدایونی نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے۔ اسی عرضداشت کے بعد اکبر کو نئے دین کی سوجھی۔

۴ : مذکورہ بالا اسباب کی بنا پر مسلمانوں میں بدعات و شرک پوری طرح پھیل گیا تھا صرف ناموں سے تو پہچانا جا سکتا تھا کہ یہ مسلمان ہے ورنہ مسلمان اپنی وضع اور اعمال سے غیر مسلم سمجھے جاتے تھے۔

۵ : شیعہ مذہب کی بدعات بھی رواجِ عام پانے لگی تھیں اکبر کے بعد جب جہانگیر آیا تو اگرچہ نسبتاً بہتر تھا اور عقیدہ کے لحاظ سے مسلمان تھا لیکن فاسق و فاجر تھا۔ شراب کباب کا دلدادہ تھا اس کی بیگم نورجہاں کی وجہ سے شیعہ امراء کو مملکت میں بہت کچھ دخل ہو گیا تھا انہی شیعہ امراء نے بھی حضرت مجدّد کے گرفتار کرانے میں سازش کی تھی۔

۶ : چند حق پرست علماء کو چھوڑ کر علماء بھی درباری رنگوں میں ڈوبے ہوئے تھے زر پرستی ان کا سب کا بڑا مقصد تھا۔

یہ وہ حالات تھے جن میں حضرت مجدّد نے کام کیا اور اصلاح کی اور آپ اس عظیم مقصد میں کامیاب ہوئے۔ راقم الحروف کی رائے ہے کہ اگر حضرت مجدّد اپنے تجدیدی اور اصلاحی کارناموں سے ہندوستان کے مسلمانوں کی خدمت

نہ فرماتے تو آج ہندوستان کے مسلمانوں کی وہی حالت ہوتی جو چین کے مسلما
کی ہے۔

حضرت مجدّد کی تصانیف

حضرت مجدّد ایک صاحبِ تصنیف بزرگ تھے آپ کی تصانیف سے
زیادہ شہرت آپ کے مکتوبات کو ہوئی۔ ان مکتوبات میں جہاں آپ کو حضرت مجد
کی تعلیمات ملیں گی وہاں ہی تمام علوم ظاہری و باطنی کے رموز و نکات بھی مل
گے۔

پھر زبان و انشاء کے لحاظ سے بھی ان کے سامنے ماند ہے۔ مکتوبا
شریف کے چار دفتر ہیں۔ چاروں دفتروں کی کئی بار چھپائی ہو چکی ہے اردو میں
ترجمہ کیا جا چکا ہے۔ ان کے علاوہ چند تصانیف کے نام یہ ہیں۔

۱ : رسالہ تہلیلیہ
۲ : رسالہ آدابِ مریدین
۳ : رسالہ مبدا و معاد
۴ : اثباتِ نبوّت
۵ : رسالہ مکاشفاتِ غیبیہ
۶ : رسالہ معارف الدنیا
۷ : رسالہ ردِّ شیعہ
۸ : تعلیقاتِ عوارف
۹ : شرح رباعیات خواجہ عبدالباقی رح

حضرت مجدّد کی کرامات

۱ : نقل ہے کہ سادات میں ایک شخص آپ سے ارادت رکھتا تھا اور جب

غوث اعظم دستگیر سیّد عبدالقادر جیلانی رح سے بھی عقیدت رکھتا تھا۔ ایک دن اسے آپ نے کسی خدمت پر معمور کیا چنانچہ اس نے وہ خدمت اچھے طریقہ پر انجام دی۔

عشاء کی نماز کے بعد حضرت مسجد کے صحن میں تشریف فرماتے اور وہ سیّد بھی حاضر تھا۔ آپ نے اس سے کہا کہ تجھے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے عقیدت اور اخلاص ہے کیا تو انھیں دیکھنا چاہتا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ حضرت میں تو مدّت سے اسی آرزو میں ہوں۔

آپ نے فرمایا اچھا قطب تارے کو دیکھ وہ قطب تارے کو دیکھنے لگا۔ اس نے دیکھا کہ یکایک قطب تارہ شق ہوا اور اس میں سے ایک نورانی شخص سیاہ لبادہ میں ظاہر ہوا اور وہاں سے اتر کر مسجد کے صحن میں آیا اور اس سیّد کے پاس آکر کھڑا ہوا حضرت نے فرمایا کہ آپ جناب غوث الاعظم ہیں ان سے نیاز حاصل کر اور اپنی دیرینہ آرزو پوری کر۔

۲ : ایک شخص نے آپ کے کسی مرید سے کہا کہ مجھے تمہارے شیخ سے نہایت رنج پہنچا ہے کیونکہ میں نے سنا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں اگر خواجہ بہاؤالدین زکریا ملتانی نقشبندی بھی زندہ ہوتے تو وہ بھی میری متابعت کرتے مرید یہ سن کر سخت متفکر ہوا کہ یہ بات کسی حد تک صحیح ہے وہ اس بات کی تحقیق چاہتا ہے لیکن اتنی جرأت نہ تھی کہ آپ سے عرض کرے اور اس غم کو دور کرے۔

آخر وہ اسی غم میں دن بدن گھلنے لگا اور بیمار پڑ گیا۔ یہاں تک کہ مرنے کے قریب ہو گیا اور نزاع کا عالم طاری ہو گیا کہ اتنے میں اس نے دیکھا کہ ہوا پر سے ایک تخت نمودار ہوا اس پر ایک بزرگ تشریف فرما ہیں اور آس پاس ایک کثیر جماعت بیٹھی ہوئی ہے۔ انھوں نے آتے ہی قابض ارواح کو روک دیا کہ ابھی اس کی جان نہ نکالو۔ پھر اس بزرگ نے فرمایا کہ اس وقت کے مرنے میں تین آدمی کا فر

مرتے یہ کہہ کر وہ تخت ہوا پر اڑ گیا اور مریض سخت متعجب ہوا کہ یہ بزرگ کون ہ
جنہوں نے اس وقت موت کے پنجہ سے رہائی دلوائی۔ اگر میں انھیں پہچانتا تو کیا ہ
اچھا ہوتا۔

اسی وقت وہ تخت ہوا سے نیچے آگیا اور اس بزرگ نے کہا کہ میں بہاالد
نقشبندی ہوں اور جو تو نے سنا ہے غلط ہے تیرے شیخ نے ایسا نہ
کہاہاں وہ ایسا مرتبہ رکھتا ہے کہ میں اس کی متابعت کروں۔ غرض وہ مریض
اچھا ہو گیا۔ اور آپ کا حد سے زیادہ معتقد ہوا۔ وہ تین آدمی جو حالت کفر
مرجاتے ان میں سے ایک تو یہ مریض ہے دوسرا اسے کہنے والا۔ تیسرا وہ جس سے
نے سنا۔

۳: ایک بزرگ زادہ نے سنا کہ حضرت اپنے آپ کو حضرت صدیق اکبر رضی
عنہ سے افضل جانتے ہیں وہ صاحب حال وقال ہیں تو میرے آباؤ اجد
اطلاع دیں اور ہر ایک کے نام بتائیں اور ان کی بزرگی کے کچھ حالات بھی بیان
تیرے شیر برنج کھلوائیں۔ حضرت مکان میں تشریف لے جا رہے تھے کہ تھوڑ
دور چل کر لوٹ آئے اور دہلیز میں کھڑے ہو گئے اور بزرگ زادے سے مخاط
ہو کر فرمانے لگے کہ مجھے اس شخص کی مسلمانی میں تردد ہے کہ جو اپنے آپ
کافر فرنگی سے بہتر جانے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بہتر جاننا تو در
پھر فرمایا کہ تمہارے باپ دادا کا نام یہ تھا۔ پھر ان میں سے ہر ایک کے کمالات
بیان کرنا شروع کیے اور خادمہ سے فرمایا کہ وہ شیر برنج جو ہم نے علیحدہ ر
چھوڑا ہے لاکر ان صاحب کو دے دو کہ وہ انہی کا حصّہ ہے۔ بزرگ زا
یہ باتیں سن کر آپ کے قدموں میں گر پڑا اور اپنے سابقہ حضرات کا اظہا
اور آپ کا مرید اور پکا معتقد ہو گیا۔ (مقامات امام ربّانی)

۴: حضرت سے ایک شخص نے عرض کیا کہ میرا ایک عزیز سخت بیم
ہے۔ حضرت اس کیلئے دعائے صحت فرمادیں۔ آپ نے کچھ تامّل کے ل

فرمایا یہ بہتر نہیں کہ مرحوم کے لیے دعائے صحت کروں۔ یہ سن کر وہ شخص روتا ہوا کھڑا ہو گیا اور اپنے گاؤں چلا گیا۔ دیکھا کہ واقعی اس کا عزیز مر چکا ہے اور اعزا و اقربا رو پیٹ رہے ہیں۔

حضرت مجدّد کی وفات

حضرت مجدّد الف ثانی کی عمر ۶۴ سال کی تھی کہ آپ پر مرض کا غلبہ ہو گیا اور ۲۹ صفر ۱۰۳۴ھ کو بروز اتوار دنیا سے رحلت فرما گئے۔ آپ شہنشاہِ اکبر کے دورِ حکومت میں پیدا ہوئے اور شہنشاہِ جہانگیر کے دورِ حکومت میں انتقال فرمایا تھا مزارِ مبارک سرہند میں ہے جہاں ہر سال آپ کا یومِ وفات نہایت سادہ طریقہ سے منایا جاتا ہے۔ اور بدعات سے پرہیز کیا جاتا ہے۔

آپ کی دس اولادیں ہوئی جن میں سے تین لڑکیاں اور سات لڑکے ہوئے آپ کے صاحبزادوں میں میاں معصوم نے بڑا نام پایا۔ آپ کے علوم ظاہری اور باطنی کو ایک خاص مقام حاصل تھا۔

حضرت مولانا شہباز محمد بھاگلپوری ؒ

حضرت شہباز کی پیدائش اور ابتدائی زندگی

حضرت شہباز محمد بھاگلپوری کی پیدائش بادشاہان سوزی کے
حکومت میں ۹۵۶ ھ میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم کا اسم گرامی مولانا
شاہ محمد خطاب اور جد امجد کا نام حضرت حاجی خیر الدین تھا۔ آپ کے بزرگوں
اصل وطن بخارا تھا۔ آپ کا سلسلۂ نسب ۲۵ ویں پشت میں حضرت امام
رضی اللہ عنہ سے جا کر ملتا ہے۔ آپ کی پیدائش دیوہ میں ہوئی لیکن کچھ عرصے
آپ کے والد حضرت شاہ محمد خطاب مولانا شہباز کو لے کر شہر بھاگلپور
میں رونق افروز ہوئے۔

حضرت شہباز کی ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم کی زیر نگرانی شروع ہوئی
چونکہ آپ کے والد بڑے عالم اور صاحب سلسلہ بزرگ تھے اس لیے چند
سال کے اندر فرزند ارجمند نے شفیق باپ سے علوم ظاہری و باطنی حاصل کر
کم سنی ہی میں آپ کے علم کی یہ کیفیت تھی کہ بڑے بڑے علما آپ کے سا
مرعوب تھے۔

والد محترم سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے قنوج و دیگر مقامات کا بھی

کیا اور وہاں کے علماء و مشائخ سے استفادہ کیا۔ غرضیکہ بہت کم مدّت میں آپکو علماء و اربابِ معرفت میں بلند ترین رتبہ حاصل ہو گیا۔

آپ کی ولادت

تذکرہ میں تحریر ہے کہ حضرت مولانا شہباز محمدؒ کی ولادت سے قبل حضرت شاہ شرف الدین مخدوم الملک بہاری اور مخدوم جلال الدین پنڈوی میں بھاگلپوری ولادت کے بارے میں جب بحث مباحثہ ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالمِ مراقبہ میں تشریف لاکر حکم دیا تھا کہ بھاگلپور کی ولایت تو شہباز ولی اللہ کے نام پر طے ہو چکی ہے۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ آپ پیدائشی ولی اور آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبتِ مبارکہ حاصل تھی۔

اسی طرح یہ بھی مشہور ہے کہ جب بوعلی شاہ قلندر پانی پتی کا وقت وفات قریب آیا تو اپنے مریدوں کو ہدایت فرمائی کہ میرے انتقال کے بعد میری فاتحہ میں شہباز ہیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا ایک شہباز ہے جس کی پرواز عرش تک ہوگی۔

حضرت بوعلی شاہ قلندر کا زمانہ حضرت شہباز سے ۲۰۰ برس پہلے کا ہے۔

گویا بزرگوں کی زبان پر آپ کی پیدائش کا نام بہت پہلے آچکا تھا اور تقدیرِ الٰہی میں آپ کی پیدائش مقدر ہو چکی تھی۔ حضرت بوعلی شاہ قلندر کی پیشین گوئی حرف بحرف ثابت ہوگئی اور آپ نے آسمانِ ولایت تک پرواز کی۔

حضرت شہباز کے اوصاف اور کارنامے

حضرت امورِ شریعت کے بڑی سختی سے پابند تھے۔ کوئی فعل ایسا نہیں کرتے تھے کہ جس میں شریعت سے انحراف پایا جاتا ہو آپ کی زبان مبارکہ پر صراحی کا لفظ کبھی اس لیے نہیں آیا کہ یہ شراب کے ظرف کی حیثیت سے

مستعمل ہے۔
حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے پیروکار اور آپ کی سنّت مقدسہ کے عاشق اور دلدادہ تھے۔ لباس اور طرز بود و باش میں حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کی پوری پوری نقل اتارتے تھے۔
آپ نے حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کی سنّت پر عمل کرتے ہوئے مختلف اوقات میں کئی نکاح بھی کیے تھے۔ علمی ذوق بھی بے حد تھا چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے کئی سو کتابیں اپنے ہاتھ سے لکھی تھیں۔
آپ مشرقی اور وسطی ہند کے شہنشاہ اور راہِ طریقت کے بادشاہ ہیں۔ بنگال جو زمانہ دراز سے روحانیت کی دولت سے محروم تھا آپ نے اس سرزمین کو اپنی روحانیت سے مالا مال کر دیا اور شمعِ رسالت کی روشنی کو اس طرح پھیلایا کہ ہر قصبہ اور ہر بستی نورِ حقیقت سے جگمگانے لگا۔ آپ کے فیوض آج بھی وسطی ہند اور بہار بنگال میں جاری ہیں اور آپ ان قابلِ فخر بزرگوں میں ہیں جن کا نام قیامت تک باقی رہے گا۔

حضرت شہباز کی کرامت

ایک دن حضرت عصر کی نماز کے لیے وضو کر رہے تھے۔ آپ کے خلفاء اور مریدین بھی حاضر تھے۔
یکایک آپ کا چہرہ سُرخ ہو گیا اور آپ نے پانی کا گھڑا اٹھا کر پھینک دیا۔ خلفاء نے عجیب وغریب واقعہ دیکھا تو وقت اور تاریخ لکھ لی۔ ایک ہفتہ بعد حضرت کا ایک خاص عقیدت مند حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیان کیا کہ میں جنگل سے گزر رہا تھا کہ اچانک ایک خوفناک شیر نے مجھ پر حملہ کر دیا۔ قریب تھا کہ شیر مجھے آدبا لیتے۔
میں نے حضرت کے وسیلہ سے جناب باری میں دعا کی تو اچانک ایک

پانی سے بھرا ہوا گھڑا نمودار ہوا اور شیر کے سر پر پڑا وہ چیختا چلاتا گیدڑ کی طرح بھاگ گیا۔

جب خلفاء نے تاریخ اور وقت کا مقابلہ کیا تو وہی تاریخ اور وقت تھا جب آپ نے گھڑا پھینکا تھا۔ حضرت درس دے رہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ ایک سرکاری افسر نے ایک شخص کو بیگار میں پکڑ رکھا ہے۔ اس کے سر پر گھاس کا انبار ہے اور وہ سرکاری افسر اس کو مارتا ہوا لیے چلا جا رہا ہے۔ حضرت نے اپنے خلفاء سے مخاطب ہو کر پوچھا: "اگر تمہارے ساتھ یہ سلوک کیا جائے تو تم کیا کرو گے؟" خلفاء نے جواب دیا اس افسر کی کیا مجال جو ہم کو کچھ کہہ سکے۔ اگر ہمارے ساتھ کوئی ایسا کرتا تو ہم مار مار کر دماغ درست کر دیتے۔ آپ نے فرمایا جس شخص کو بیگار میں پکڑا گیا ہے اور مار کھا رہا ہے وہ اپنے وقت کا قطب ہے۔ خداوندکریم نے سب کو یہ قدرت بخشی ہے کہ وہ اگر چاہے تو اللہ کے حکم سے ایک لمحہ میں زمین و آسمان کو زیر و زبر کر لے۔

مگر اس میں عمل بھی اس قدر ہے کہ اگر کوئی ایسے مار بھی ڈالے تو اُف نہ کرے۔ جب تک انسان میں تحمل نہیں ہوتا اس کو درجۂ قطبیت حاصل نہیں ہوتا۔

ایک طالب بیعت کی غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اسی وقت ایک بزرگ آئے اور چلے گئے۔ حضرت نے اس طالب سے کہا جانتے ہو یہ کون ہیں؟ یہ حضرت غوث الاعظم ہیں۔ وہ طالب علم یہ سنتے ہی ان بزرگ کے پیچھے دوڑا اور ان سے عرض کی کہ میں تو آپ سے بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ پہلے مولانا شہبانہ سے بیعت کے ارادہ سے آیا تھا میری عرض قبول فرمائیں۔ بزرگ نے فرمایا کہ میں اور شہبانہ ایک ہی ہیں۔ یہ کہہ کر نظروں سے غائب ہو گئے۔

حضرت کے بڑے صاحبزادے مولانا عبدالسلام کی طبیعت کسب و ریاضت کی طرف مائل نہ تھی۔ لوگوں نے ان پر طعن کیا۔ آپ نے مولانا عبدالسلام کو

چالیس دن تک اپنے پاس چلّہ نشین رکھا اور تعلیم فرماتے رہے۔ چالیس دن بعد مولانا عبدالسلام حجرہ سے باہر نکلے تو مردِ کامل تھے۔

ایک طالب علم حضرت سے شفا اور اشارات جو شیخ بوعلی سینا کی تصانیف میں سے ہیں۔ پڑھتا تھا ایک مشکل مقام پر طالب علم حضرت سے بحث کرنے لگا آپ نے فرمایا میں جو کہتا ہوں وہی مصنف کی مراد ہے۔ طالب علم نے کہا مگر میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی۔

اتنے میں ایک اجنبی حضرت کے پاس آکر بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ خیران سے پوچھ لیجئے۔ شاگرد نے اس اجنبی سے پوچھا تو اس نے بھی بتایا جو حضرت بتا رہے تھے۔ طالب علم نے اجنبی سے اس کا نام پوچھا تو اس نے کہا کہ میرا نام بوعلی سینا ہے یہ کہا اور نظروں سے غائب ہو گئے۔

حضرت مولانا شہباز کا وصال

حضرت نے اپنے وصال سے بہت عرصہ قبل اپنے انتقال کے بارے میں پیشین گوئیاں فرمانی شروع کر دی تھیں۔ جوں جوں رحلت کا زمانہ قریب آتا جاتا تھا آپ بے حد مسرور دکھائی دیتے تھے۔ اس لیے کہ آپ اپنے پروردگار کے پاس جانے والے تھے۔

چنانچہ آپ تھوڑی سی علالت کے بعد شاہجہان کے دور حکومت میں بروز جمعرات بتاریخ ۱۶ صفر المظفر ۱۰۵۰ھ کو ۹۵ سال کی عمر میں راہِ ملک بقا ہوئے۔ مزارِ مبارک بھاگلپور میں ہے۔

حضرت شاہ کلیم اللہ شاہجہاں آبادیؒ

حضرت شاہ کلیم اللہ کی پیدائش اور آپ کا خاندان

حضرت شاہ کلیم اللہ ۲۴ جمادی الثانی ۱۰۶۰ھ بمطابق ۱۶۵۰ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا نام حاجی نور اللہ تھا دادا کا نام احمد تھا۔ خلیفہ اوّل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہونے کا شرف آپ کے خاندان کو حاصل تھا۔

شاہ کلیم اللہ شاہ کے دادا احمد معمار عہد شاہجہانی کے مشہور فن تعمیر کے تھے شاہانِ مغلیہ کی طرف سے نادر العصر کا خطاب ملا تھا۔ اقلیدس ہیئت نجوم ریاضی وغیرہ پر کامل عبور رکھتے تھے۔ تاج محل اور لال قلعہ کو انہی نے تعمیر کیا تھا۔

احمد معمار کے سب سے چھوٹے صاحبزادے نور اللہ والد ماجد حضرت شاہ کلیم اللہ بھی ایک باکمال شخص تھے۔ تعمیر کے علاوہ خطاطی میں ماہر فن تھے۔

دہلی کی جامع مسجد کی پیشانی پر جو کتبے ہیں وہ آپ کی ہی باکمال انگلیوں کا کرشمہ ہے

تعلیم و تربیت

حضرت شاہ کلیم اللہ صاحب کی تعلیم و تربیت بہت اعلیٰ پیمانہ پر ہوئی تھی۔

خود انھوں نے ابتدائی زمانہ میں بڑی محنت اور جانفشانی سے اکتساب علم کیا تھا آپ کے اساتذہ میں شیخ برہان الدین المعروف شیخ بہلوی اور شیخ ابوالرضا الہندی کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

تکمیلِ علوم کے بعد شاہ کلیم اللہ کے ساتھ ایک بڑا عجیب وغریب واقعہ پیش آیا اور وہ یک لخت مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کو ایک کھتری لڑکی سے گرویدگی پیدا ہو گئی اور عشق اس درجہ تک پہنچ گیا تھا کہ ایک لمحہ بھی اس کے بغیر چین نہیں پڑتا تھا۔ دہلی میں ایک مجذوب تھے جن کے متعلق یہ عام عقیدہ تھا کہ وہ صرف اس شخص کی نذر قبول کرتے ہیں جن کا کام ہونا ہے۔

شاہ صاحب کچھ شیرینی لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے انھوں نے یہ نذر قبول کر لی۔ دوسرے روز شاہ صاحب اس لڑکی کے پاس گئے اس نے نہایت مہربانی اور محبت سے ان کو پاس بٹھایا اور بڑی محبّت سے پیش آئی۔ لڑکی کے اس ملاطفت سے شاہ صاحب کی طبیعت پھر گئی۔ اور ان کے مذہبی احساس نے عشق حقیقی کی طرف بلایا اب حضرت شاہ صاحب کی طبیعت اس مجذوب کیطرف راغب ہو گئی۔

مجذوب کی صحبت سے ایک جذب کی کیفیت طاری ہو گئی پہلے تو اپنی حالت چھپاتے رہے لیکن پھر ضبط نہ ہو سکا اور بالکل مجبور ہو گئے تو مجذوب نے اپنی حالت بیان کی اور امداد کے طالب ہو گئے۔ مجذوب نے کہا:

"اگر اس قسم کی آگ چاہتے ہو تو میرے پاس یہ ہے لیکن پانی حضرت شیخ یحییٰ مدنی کے پاس ہے وہاں جاؤ" آپ بے اختیار مدینہ کی طرف دوڑ پڑے۔ والدہ حیات تھیں اتنی بھی تاخیر نہیں کی کہ والدہ سے اجازت لے لیں۔

طویل مسافت طے کرتے ہوتے مدینہ منورہ پہنچے

حضرت شیخ یحیٰی کی خدمت میں

حضرت شیخ یحیٰی مدنی اپنے زمانہ کے مشہور صوفیا میں سے تھے۔ آپ ہی نے اورنگ زیب عالمگیرؒ کے لیے پیشین گوئی کی تھی کہ تم تخت پر متمکن ہو گے اور تم سے دین محمدی کو تولیت پہنچے گی۔

مدینہ منورہ پہنچ کر شاہ کلیم اللہ اپنا زیادہ وقت شیخ مدنی کی خدمت میں گزارتے تھے۔ ایک دن شیخ مدنی اپنے کسی شاگرد کو شرح وقایہ پڑھا رہے تھے۔ شاہ کلیم اللہ کے دل میں یہ خیال آیا کہ شیخ تو علوم ظاہری ہی کے ماہر معلوم ہوتے ہیں۔ شیخ صاحب نے اس خطرہ کو محسوس کیا اور وہ کتاب شاہ کلیم اللہ کے ہاتھ میں تھما دی۔

حضرت شاہ کلیم اللہ کا یہ حال ہو گیا کہ کتاب کی عبارت تک سمجھ میں نہ آئی اس خیال سے توبہ کی۔ پھر شیخ کے علومِ ظاہری و باطنی سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ان کے دستِ حق پرست پر بیعت کر لی۔ کچھ عرصہ بعد شاہ صاحب حجاز میں مقیم رہے شیخ مدنی نے ان کو خرقۂ خلافت عطا کیا۔

حضرت شاہ صاحب کی ہندوستان واپسی

حضرت شاہ کلیم اللہ نے دہلی واپس آکر بازار خانم میں اپنا مسکن بنایا اور سلسلہ درس و تدریس شروع کر دیا۔ آپ کی علمی شہرت بہت جلد اکناف ملک میں پھیل گئی۔ اور دور دور سے طلبا تحصیل علم کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے حضرت کو حدیث کے درس میں خاص دلچسپی تھی

حضرت کو اللہ تعالیٰ کیطرف سے توکل اور قناعت کی بے اندازہ دولت ملی تھی۔ آپ عسرت اور تنگی میں دن گزارتے تھے لیکن کسی کے سامنے دستِ سوال دراز کرنا تو کجا امراء و سلاطین اور جاگیریں تک قبول نہیں فرماتے تھے۔

آپ کی ملکیت میں ایک حویلی تھی جس کا ماہوار کرایہ ۲ دو روپے آٹھ آنے تھا۔ حضرت شیخ اس سے گزر اوقات کرتے تھے۔ آٹھ آنے ماہوار پر ایک مکان کرایہ پر لے رکھا تھا اور باقی ۲ دو روپے میں پورے گھر کا خرچ چلاتے تھے۔ بعض مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ قحط یا دیگر غیر معمولی حالات کے باعث اس مختصر آمدنی میں گزر اوقات نہ ہوسکی اور قرضدار ہو گئے۔ لیکن اس کے باوجود حضرت شاہ صاحب نے کسی بادشاہ سے کچھ قبول نہ کیا۔ ان کی خودداری کسی کے آگے دست سوال دراز کرنے کی اجازت نہ دیتی تھی۔ فرخ سیر نے بہت کوشش کی کہ آپ کو خزانہ سے کچھ دے لیکن آپ نے ہر بار انکار ہی کیا۔

حضرت شاہ صاحب کا رُوحانی فیض

آپ نے اس برِاعظم کے مسلمانوں کی مختلف حیثیتوں سے خدمت انجام دی۔

۱ : حضرت شیخ شاہ کلیم اللہ رح ولی کامل اور عالم باعمل ہونے کے علاوہ اپنے زمانہ کے بہت بڑے صاحبِ علم تھے چنانچہ آپ نے بے شمار کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں سے چند کتابوں کے نام تحریر ہیں :

۱ : قرآن القرآن ۲ : عشرۂ کاملہ ۳ : سوادِ السبیل ۴ : کشکول ۵ : مرقع ۶ : تسنیم ۷ : الہاماتِ کلیمی ۸ : رسالہ تشریح الافلاک عالمی محشی بالفارسیہ ۹ : شرح القانون۔ غالب کے ایک خط سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب شعر بھی کہتے تھے لیکن آپ کا عذر میں تباہ ہو گیا۔

۲ : حضرت شاہ صاحب نے رشد و ہدایت کی شمع ایسے زمانہ میں روشن کی تھی جب ہندوستان کے مسلمان ایک نہایت ہی نازک دَور سے گزر رہے تھے۔ سلطنتِ مغلیہ کا آفتاب غروب ہو رہا تھا۔ معاشرہ پر تباہی کے آثار بُری طرح نمودار ہو چکے تھے۔ مذہب کی روح ختم ہو چکی تھی صرف اوہام اور رسوم باقی تھیں۔ اس تاریک دَور میں آپ نے ملت میں زندگی دوڑانے کی کوشش کی۔

۳ : تبلیغی نظام مضبوطی سے قائم کیا اپنے معتقد و خلفاء اور مریدین کو ہندوستان کے مختلف صوبوں میں بھیجا اور مرکز میں رہ کر ان کی ہر طرح نگرانی کی

۴ : حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کے بعد چشتیہ سلسلہ کا مرکزی نظام درہم برہم ہو گیا اور آپ نے نامساعد حالات کے باوجود سلسلہ کی مرکزی حیثیت کو دوبارہ قائم کیا اور اس کام میں پھر ایک بار باقاعدگی پیدا کی۔

حضرت شاہ صاحب کے خلفاء

آپ کے خلفاء کا دائرہ بہت وسیع ہے لیکن ان میں سے یہ خلفاء بہت مشہور ہیں۔ حضرت مولانا نظام الدین اورنگ آبادی، حضرت مولانا محمد ہاشم، حضرت مولانا شاہ جمال الدین جے پوری، حضرت شاہ نالوجن، حضرت مولانا عبدالمجید صاحب وغیرہ۔

حضرت شاہ صاحبؒ کا وصال

جب آپ کی عمر مبارک ۸۱ برس کی ہوئی تو نقرس اور جوڑوں کے درد نے غلبہ کیا اور تھوڑے دن علیل رہنے کے بعد آپ دہلی میں ۲۴ ربیع الاول ۱۱۴۲ھ کو رحلت فرما گئے۔ آپ کے مکان مسکونہ میں دفن کیا گیا۔ آپ کا مزار آج بھی مرجع خلائق ہے۔

حضرت شاہ محمد سلیمان تونسویؒ

پیدائش اور خاندان

حضرت شاہ سلیمان کی ولادت باسعادت ۱۱۸۴ھ بمقام گڑگوجی میں ہوئی۔ آپ کے والد کا وصال آپ کی شیر خواری کے زمانہ میں ہوگیا تھا۔ والدہ نے بچے کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا ان کو اپنے بچے کی اقبال مندی کا یقین ایک خواب سے ہوگیا تھا۔ ولادت سے پہلے انھوں نے خواب دیکھا تھا کہ آفتاب بلندیوں سے اتر کر ان کی گود میں آگیا ہے اور تمام گھر منور ہوگیا ہے اور سینکڑوں آدمی مبارکباد دے رہے ہیں۔

تعلیم و تربیت

جب آپ کی عمر چار سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ نے ملا یوسف جعفر کے پاس قرآن کریم پڑھنے کے لیے بھیجا۔ ان سے نصف قرآن کریم پڑھنے کے بعد اپنے ایک ہم قوم حاجی صاحب سے پڑھنے لگے۔ حاجی صاحب کے ارشاد کے مطابق آپ تونسہ میں میاں حسن علی کے پاس چلے گئے۔ وہاں کی مسجد میں جو تونسہ کے بازار کے

قریب تھی۔ پڑھنا شروع کر دیا۔

میاں حسن علی کے مدرسہ کے طلباء کا دستور تھا کہ وہ یا تو گداگری کر کے یا مزدوری کر کے اپنے لیے خود معاش تلاش کرتے تھے۔ جب حضرت خواجہ اس مدرسہ میں داخل ہوتے تو ان کو بھی معاش کی تلاش کے لیے کہا گیا لیکن ان کو نہ گداگری آتی تھی نہ مزدوری۔

ایک روز گداگری کے لیے نکلے تو ہندو بقال کے گھر پہنچے۔ اس کی عورت روٹی پکا رہی تھی۔ حضرت نے روٹی کا سوال کیا جب اس نے جواب دیا تو آپ نے آگے بڑھ کر روٹی اٹھائی اور چلتے بنے۔

بقال نے جب حضرت کے استاد میاں حسن علی سے اس بات کی شکایت کی تو استاذ نے حکم دیا کہ تم گداگری کے لائق نہیں۔ مزدوری کے لیے جایا کرو۔ دوسرے دن ۲/ آنے یومیہ پر ایک مزدوری پر لگ گئے۔ دن بھر آپ پتھر پر بیٹھے رہے مزدوروں نے مالک سے شکایت کی لیکن مالک نے آپ کو پوری مزدوری دے دی۔

میاں حسن علی کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اب تم میرے گھر سے کھا لیا کرو۔ غرضیکہ آپ عرصہ تک میاں حسن علی کے مدرسہ میں رہے۔ اس کے بعد لانگھہ کوٹ ٹھٹن وغیرہ میں پڑھتے رہے۔ یہاں تک آپ کا شمار لائق ترین علماء میں ہونے لگا۔

بچپن سے ہی آپ پر بزرگوں کی نظر کرم ملتفت تھی اس کا اندازہ ایک واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے جس زمانہ میں آپ میاں حسن علی کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کر رہے تھے ایک دن آپ تونسہ شریف سے بیس کوس جنوب کی طرف ایک موضع سوکڑ میں ایک کتاب خریدنے کے لیے گئے وہاں مولوی نور محمد نارود والا صاحب سے ملاقات ہوئی جو حافظ جمال الدین صاحب مدنی کے خلیفہ اعظم تھے مولوی صاحب نے حضرت شاہ صاحب کی بہت عزت کی اور باوجود پیرانہ سالی

کے پیدل چلے اور شاہ صاحب کو گھوڑے پر سوار کرایا۔

مولوی نور احمد صاحب کے ایک مرید نے یہ دیکھ کر کہا کہ حضرت آپ ضعیف ہونے کے باوجود پیدل چل رہے ہیں اور نوجوان کو گھوڑے پر سوار کر رکھا ہے اس پر مولوی صاحب نے غصّہ کی نظروں سے مرید کو دیکھ کر کہا خاموش رہ بے ادب تم ان کی شان سے واقف نہیں۔

حضرت خواجہ نور محمّد مہاروی کی خدمت میں

جس زمانہ میں آپ کوٹ مٹھن میں مقیم تھے۔ آپ کو حضرت خواجہ نور محمّد مہاروی کے (اوچ) تشریف لانے کی خبر ملی۔ اس زمانہ میں آپ کو امر بالمعروف تلقین کا بڑا خیال تھا۔

شاہ نور محمّد سے سماع پر بحث کرنے اور اس پر روکنے کے ارادہ سے روانہ ہوئے لیکن ان کی خدمت میں پہنچ کر دنیا ہی بدل گئی اور اس قدر متحیر ہوئے کہ فوراً ان کے دستِ حق سے بیعت کی۔

مشہور ہے کہ حضرت خواجہ نور محمّدؒ کے پیر و مرشد مولانا فخر الدینؒ نے ایک دن اپنے مرید و خلیفہ کو ہدایت کی تھی کہ ایک خدا رسیدہ نوجوان جو وقت کا سلیمان ہوگا اسے اپنے مخلصین میں شامل کرو۔ یہ ہمارے اور تمہارے لیے برکت کا باعث ہوگا اور بعض تذکروں میں ہے کہ حضرت شاہ فخر الدین نے ایک شہباز کو مقید کرنے کی بشارت دی تھی اور فرمایا تھا کہ اس سے سلسلۂ چشتیہ نظامیہ کی تبلیغ اشاعت میں چار چاند لگ جائیں گے۔ چنانچہ شاہ نور محمّدؒ اسی شہباز کی تلاش میں ہر سال اوچ اور کوٹ مٹھن آتے تھے۔

حضرت شاہ نور محمّدؒ آپ کو حلقۂ مریدین میں شامل کر کے کس قدر خوش ہوئے اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "ہم کو مبارکباد دو کہ وہ شہباز طریقت جس کے لیے ہم کئی سال سے سرگرداں تھے اب ہمارے دام

میں آگیا ہے۔

دہلی کا سفر

شاہ نور محمد ؒ نے اس نو عمر طالب علم کو مرید کرنے کے بعد حکم دیا کہ اپنے دادا پیر حضرت مولانا فخرالدین کیلئے زیارت کے لیے دہلی جاؤ۔ حضرت شاہ محمد سلیمان نے دہلی کا ارادہ کر لیا۔

اجمیر، جے پور، جودھ پور ہوتے ہوئے دہلی پہنچے۔ شدید گرمی کا زمانہ تھا۔ پھر ریگستانوں کا سفر میلوں تک پانی ندارد نہ کوئی سواری نہ کوئی دوست لیکن سلیمانِ ثانی کمالِ شوق سے قبلہ عالم کا حکم بجالا رہا تھا اور سفر کی تکالیف کی کچھ پروا نہ کرتا تھا۔

عشق و محبت کا متوالہ جب دہلی پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت مولانا فخر الدین ؒ وصال فرما چکے ہیں حضرت کا اس کو بہت رنج ہوا لیکن اس کی مصلحت کو خدا کے سپرد کرتے ہوئے چالیس دن تک دہلی میں مقیم رہے۔ دہلی سے واپسی پر دورانِ سفر بہت سے درویشوں اور خدا رسیدہ بزرگوں سے ملاقات کی اور اس کے بعد اپنے پیر و مرشد قبلہ عالم حضرت نور محمد ؒ کی خدمت میں بہار شریف پہنچے اور عرصہ تک پیر و مرشد سے روحانی فیض حاصل کرتے رہے۔

آپ کی والدہ ماجدہ کو تشویش

جب آپ کی والدہ کو عرصہ تک آپ کی کچھ خبر نہ ملی تو والدہ کو فکر لاحق ہوئی۔ لائق بیٹے کی تلاش میں گڑگوجی سے سوگو تشریف لائیں۔ جب یہاں بھی بیٹے کا پتہ نہ ملا تو اپنے داماد کو تلاش کے لیے آگے بھیجا۔ وہ تلاش کرتے کرتے آخر آپ سے جا ملے اور والدہ کی بے چینی اور تشویش کی داستان سنائی۔ آپ اپنے پیر سے اجازت لے کر والدہ کی خدمت میں پہنچے۔ پیر سے دور ہٹ کر عشق کی آگ اور بھڑک اٹھی اور

مفارقت کی تاب نہ لا سکے۔ ماں کا یہ عالم تھا کہ بیٹے کی جدائی کے تصور سے بھی ان کو تکلیف ہوتی تھی لیکن آپ پیر و مرشد کے فراق میں بے چین ہو گئے۔ والدہ نے آپ کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ کانٹوں کا حصار کیا۔ پہرے دار بٹھائے عشق کے سامنے یہ تمام تدبیریں بے معنی تھیں۔

چشم زدن میں یہ تمام بندشیں ٹوٹ گئیں اور وہ دیوانہ وار پیر کی طرف دوڑ پڑے اس کے بعد آپ کا یہ دستور ہو گیا تھا کہ ایک مہینہ بہار شریف میں قیام کرتے تھے پھر کچھ دنوں کے لیے گھر آجاتے تھے۔

حضرت شاہ صاحب کو اپنے پیر و مرشد سے عشق تھا ان سے جب جدا ہوتے تو پریشان اور بے چین رہتے۔ ذوق شوق کے عالم میں اکثر پیدل ہی چل کر بہار شریف کے لیے روانہ ہو جاتے کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ پیروں سے خون جاری ہو گیا لیکن چلتے رہے اور پیر کے قدموں میں جاکر دم لیا۔

خلافت اور تونسہ میں قیام

۱۵ یا ۱٦ برس کی عمر میں آپ خواجہ بہاری سے بیعت ہوئے تھے۔ شیخ کی صحبت کا فیض چھ سال تک اٹھایا۔ ۲۱-۲۲ سال کی عمر میں پیر و مرشد نے خلافت عطا فرمائی۔

خلافت دینے کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد پیر و مرشد کا انتقال ہو گیا۔ پیر و مرشد نے خلافت دیتے وقت تونسہ میں قیام کی ہدایت کی تھی تونسہ ڈیرہ غازی خاں سے ۳۰ کوس کے فاصلہ پر ایک غیر معروف گاؤں تھا پیر و مرشد نے حکم دیا کہ اپنا وطن چھوڑ کر وہاں آباد ہو جاؤ اور اصلاح و تربیتِ روحانی کا کام جاری رکھو۔

آپ پیر و مرشد کی ہدایت کے بموجب تونسہ روانہ ہو گئے اور سر کنڈوں کی جھونپڑی بنا کر عبادت میں مشغول ہو گئے۔ کچھ دنوں بعد الف خاں رئیس سے

حضرت کی اجازت سے ایک مکان بنوایا۔ نواب بہادر خاں والی ریاست بہار نے چند مرتبہ مسجد کی تعمیر کے لیے چند ہزار روپے آپ کی خدمتِ اقدس میں پیش کیے آپ نے وہ رقم درویشوں میں تقسیم کر دی۔ پھر دو تین سال کے بعد مسجد تعمیر کر دی گئی۔ اس طرح رفتہ رفتہ تونسہ روحانی اور پُر فضا مقام بن گیا اور دور دور سے لوگ آنے لگے۔

حضرت شاہ صاحب کا فیض اور علم و عمل کا کام

آپ کے کارناموں کو مختصراً بیان کیا جاتا ہے۔

۱: آپ نے تونسہ میں سکونت پذیر ہونے کے بعد سب سے پہلے کام اجرائے مدارس کیا اس سے علم کی روشنی پھیلنے اور جہالت دور ہونے میں بہت ہی مدد ملی۔

۲: درس و تدریس آپ نے اپنے خاص شاگردوں اور مریدوں کو سلوک واحسان کا سبق دیتے رہے کتابوں کا۔ اس سے اصلاح و اخلاق و عمل میں بہت مدد ملی۔

۳: تعلیم اخلاق: آپ نے سب سے زیادہ تعلیمِ اخلاق پر زور دیا۔ اپنے مریدوں کو اس کی بہت زیادہ تلقین فرماتے۔

۴: ارکانِ اسلام کا تحفظ: حضرت شاہ صاحب کو ارکانِ اسلام کے تحفظ کا بڑا خیال تھا جس وقت آپ نے اصلاح و تربیت کا کام شروع کیا تھا اس وقت لوگوں میں فسق و فجور بہت بڑھ گیا تھا۔ آپ نے اپنی اصلاح کی کوششوں سے ارکانِ اسلام کا تحفظ فرمایا۔

۵: صوفیا کی اصلاح آپ کے زمانہ کے عام صوفیاء مختلف قسم کی بدعنوانیوں بداعتقادیوں کا شکار تھے اور مختلف قسم کی برائیاں ان میں گھر کر گئی تھیں۔ آپ نے کوشش کی کہ ان میں اطاعتِ حق کا صحیح جذبہ اور دین کا غم پیدا ہو۔

غرضیکہ آپ بڑے برگزیدہ بزرگ تھے۔ آپ کے ارشاد و تلقین سے پنجاب اور افغانستان کے ہزاروں گمراہوں نے ہدایت پائی۔ آپ کے خلفا ملک کے گوشے گوشے میں پھیل گئے۔ اور رشد و ہدایت کے چراغ روشن ہو گئے۔

حضرت نے جس وقت پنجاب میں مسندِ اصلاح و تربیت بچھائی اس وقت سارا صوبہ سکھوں کے تسلط میں تھا۔ سلطنتِ مغلیہ ختم ہو رہی تھی مسلمانوں پر مغلوبیت اور رنج و غم کی گھٹائیں چھا رہی تھیں۔ ان حالات میں آپ شریعت اور سنّت کی تلقین میں برابر سرگرم رہے۔

آپ کی تعلیم و تربیت اور تمام تبلیغ و اصلاح کا محور اخلاقِ محمّدی تھا۔ آپ مسلمانوں کو صحیح طور پر اخلاقِ محمّدی کے نمونہ پر دیکھنا چاہتے تھے۔

حضرت کے متعلّق چند عجیب و غریب واقعات

ایک شخص اپنی بیوی کو حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں لایا اور عرض کیا کہ اس پر جن کا اثر ہے۔ آپ نے جن کو حکم دیا کہ اس عورت کو چھوڑ دے جن نے عرض کیا کہ میرا بیٹا بیمار ہے اس کے لیے تعویذ عنایت فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر بیٹا بیمار ہے تو عورت کو تنگ کرنے سے تمہارا کیا مطلب؟

جن نے عرض کیا کہ لوگ مجھے آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہونے دیتے تھے۔ اس لیے عورت کے ذریعہ حاضر خدمت ہوا ہوں۔ جن نے عورت کو اسی وقت چھوڑ دیا اور وہ تندرست ہو گئی آپ نے جن کے لڑکے کے لیے تعویذ عنایت فرمایا۔

لوگوں نے آپ سے ایک سردار کے ظلم و ستم کی شکایت کی۔ آپ نے سردار کو نصیحت کی کہ خداوند کریم کے قہر و جلال سے ڈرایا اس کے جواب میں وہ سردار

حضرت کے ساتھ بڑی جرأت اور گستاخی سے پیش آیا۔
دوسرے دن سردار کے پیٹ میں شدید درد ہوا اور اس کی حالت یہ ہوگئی کہ وہ کتّے کی طرح بھونکنے لگا۔ اس کے دوست آپ کے پاس آئے۔ آپ نے کوئی توجہ نہیں کی۔ آخر یہ گستاخ اور بے درد سردار تھوڑی دیر میں اسی حالت میں مر گیا۔

نواب صادق محمد خان والئ بہاولپور سردار اسداللہ خاں والئ سانگھڑا کی لڑکی سے شادی کرنے کا بے حد خواہش مند تھا۔ حضرت نے نواب بہاولپور کو اس شادی سے روکا اور فرمایا کہ اس شادی کا نتیجہ یہ ہوگا یا تو تم ختم ہو جاؤ گے یا تمہاری سلطنت چلی جائے گی۔ مگر نواب بہاولپور نہ مانے اور انھوں نے نکاح کر لیا چنانچہ ایک سال کے اندر ہی اندر نواب بہاولپور کا انتقال ہوگیا۔
حضرت خواجہ صاحب ایک مرتبہ اپنے پیرومرشد کے مزار پر فاتحہ خوانی کے بعد سانگھڑا جا رہے تھے۔ راستہ میں دریا طغیانی پر تھا۔ ملتان میں دیوان ساون مل کے کارندے پر بھودیاں نے سب کشتیاں ضبط کر لی تھیں۔ حضرت نے فرمایا ہم کو نہ ستاؤ مگر وہ باز نہ آیا۔
آخر مجبور ہو کر آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق نے فرعون جیسے کافر کو دریائے نیل میں راستہ دے دیا تھا تو کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ ہم جو اس کے حقیر بندے ہیں اور اپنے اس محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے غلام ہیں ہم راستہ نہ پا سکیں گے یہ فرما کر اللہ تعالیٰ کا نام لینے کے بعد دریا کی جانب بڑھے اور پوری جماعت آسانی کے ساتھ دریا سے پار ہوگئی۔

حضرت شاہ صاحب رح کا وصال

ماہ صفر المظفر ۱۲۶۷ھ کا چاند دیکھ کر حضرت نے فرمایا کہ یہ ہمارے سفر کا مہینہ ہے۔ خدا خیر کرے کچھ دن کے بعد زکام کی شکایت ہوئی اور ۷ صفر کو جان جان آفریں

کے سپرد کر دی۔

نواب بہاولپور نے ستّر ہزار روپے کے صرفہ سے سنگ مرمر کا عالی شان مقبرہ تعمیر کرایا۔

آپ نے اپنے خلفاء کی ایک بڑی تعداد چھوڑی جنہوں نے ہندوستان و پاکستان کے کونے کونے میں اشاعت و تبلیغ کا کام کیا اور اپنے پیر ومرشد کے مشن کو زندہ رکھا۔

٭

حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادیؒ

حضرت کی ولادت اور بچپن

حضرت کے خاندان کا وطن قصبہ ملانواں ضلع ہردوئی ہے۔ آپ کے خاندان میں ایک مشہور اور خدا رسیدہ بزرگ شیخ محمد رضوان گزرے ہیں جن کی ولایت نے ایک عالم کو روشن کیا تھا۔ آپ کے والد کا اسم گرامی حضرت شیخ اہل اللہ تھا۔ آپ کی ولادت یکم رمضان المبارک ۱۲۱۳ھ کو ہوئی۔

کہا جاتا ہے کہ چونکہ آپ کی پیدائش رمضان المبارک میں ہوئی تھی اس لیے دن کو دودھ نہیں پیتے تھے گویا آپ نے دنیا میں قدم رکھتے ہی شریعت کا احترام شروع فرمایا تھا۔

آپ کا بچپن بھی دوسرے بچوں سے مختلف تھا کھیل کود میں وقت ضائع کرنے کی بجائے دن بھر اللہ اللہ کرتے رہتے۔ اور بچوں سے کہہ دیا کرتے تھے کہ ہم دنیا میں کھیلنے نہیں آتے ہیں۔

آپ کی باتیں شروع ہی سے پُر معنی اور معقول ہوتیں کہ سننے والے حیران رہ جاتے اور آپ کی باتیں اس قدر پُر کشش ہوتیں کہ محلے کی عورتیں آپ کی باتیں سننے کے لیے جمع ہو جاتیں۔

آپ کی عمر مشکل سے گیارہ سال کی ہوگی کہ دیگر اولیائے کرام کی طرح آپ کے سر

سے بھی والد ماجد کا سایہ اُٹھ گیا اور آپ کی تعلیم و تربیت کی ساری ذمہ داری والدہ ما
کے سر آپڑی۔ چنانچہ آپ کے والد نے جو تھوڑا بہت سرمایہ چھوڑا تھا وہ بھی ختم ہوگیا
اسی زمانہ میں جب خوفناک قحط پڑا تو آپ کی والدہ محترمہ نے گھر کا دروازہ بند کر دیا اور خی
کے پتے جو گھر میں موجود تھے اُبال اُبال کر خود بھی کھاتیں اور فرزند ارجمند کو بھی کھلاتی
رہیں اور کسی کو اپنی مفلوک الحالی کی خبر تک نہ ہونے دی۔ حالانکہ آپ کے رشتہ دارو
میں ایسے مالدار لوگ بھی تھے جن سے مالی امداد لی جا سکتی تھی لیکن اس عصیف خا
نے خدا کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے علاوہ کسی انسان کے سامنے دست دراز کرنا گو
نہیں کیا اور توکل و قناعت کی لاثانی مثال قائم کر دی۔

تعلیم کے لیے سفر

حضرت اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد جس افلاس اور پریشانی میں مبتل
ہو گئے تھے اس کے ہوتے ہوئے تعلیم کا امکان نہیں تھا لیکن آپ نے ہمت نہ ہاری
اور بھوک پیاس سے رہ کر اور فاقہ کر کے برابر تعلیم حاصل کرتے رہے۔ ابتدائی تعلی
اپنے قصبہ میں رہ کر حاصل کی پھر لکھنؤ تشریف لے گئے اور وہاں کافی عرصہ تک چیدہ چید
علماء سے تعلیم حاصل کرتے رہے۔

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ پورے ہندوستان میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث
دہلوی رح کے علم و فضل کا شہرہ تھا اور دور دراز سے لوگ اس پیکرِ علم و عمل ہستی کے
پاس حصولِ تعلیم کے لیے آتے تھے۔

حضرت کی شہرت سن کر آپ بھی دہلی کے لیے روانہ ہو گئے۔ سفر خرچ
پاس نہیں تھا اس لیے پیدل ہی روانہ ہو گئے۔ اور راستہ کی تکالیف اور صعوبتیں
جھیلتے ہوئے منزلِ مقصود کو پہنچ گئے اور حضرت شاہ عبدالعزیز رح کے تلامذہ میں شامل
ہو گئے۔

دو ماہ حضرت شاہ عبدالعزیز رح سے حدیث پڑھتے رہے اس کے بعد

وطن تشریف لے آئے۔ دوبارہ جب دہلی تشریف لے گئے تو چونکہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحلت فرما گئے تھے اس لیے حضرت شاہ محمّد اسحاق رح سے تکمیل کی تکمیلِ علم کے وقت آپ کی عمر ۱۶ یا ۱۷ برس کی تھی لیکن اس کم عمری میں آپ جیّد علماء میں شمار ہوتے تھے۔

حضرت شاہ محمّد آفاق رح سے بیعت

علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد آپ کے وہ باطنی جوہر بھی اُبھرنے شروع ہو گئے جو پیدائش ہی سے آپ کی فطرت میں ودیعت رکھے تھے۔ چنانچہ آپ کو باطنی ترقی کے لیے ایک ایسے مردِ کامل کی ضرورت تھی جو آپ کو سلوک کی منزل طے کرادے آخر وہ مردِ کامل حضرت شاہ محمّد آفاق صاحب اپنے دور کے مشہور بزرگ تھے اور آپ کے روحانی کمالات سے ہزاروں بندگانِ خدا نے روحانیت کا آبِ حیات پیا تھا۔

حضرت شاہ محمّد آفاق نے آپ کو اپنے خاص مریدین میں شامل کر لیا کیونکہ وہ ایک ہی نظر میں پہچان گئے تھے اور سمجھ لیا تھا کہ آپ کے دل میں وہ شعلۂ معرفت پوشیدہ ہے جو ایک روز آفتاب بن کر ایک عالم کو جگمگا دینے والا ہے

گنج مرادآباد میں سکونت

علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ ہو کر اپنے وطن قصبہ ملانواں تشریف لے گئے اور وہاں شادی کر لی تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کی اہلیہ کا انتقال ہو گیا چنانچہ آپ اپنی اہلیہ کے انتقال کے بعد ترکِ وطن کر کے اس قصبہ سے گنج مراد آباد تشریف لے گئے اور وہیں رہنے لگے۔

اپنے وطن کو اس لیے چھوڑا تھا کہ وہ اس زمانہ میں فسق و فجور کا مرکز بنا ہوا تھا لیکن گنج مرادآباد بھی فسق و فجور میں اس سے کم نہ تھا بلکہ یہاں کے باشندوں نے

آپ کو ایذا رسانی پر کمر باندھ لی لیکن حضرت نہایت پامردی اور استقلال
مخالفین کو برداشت کرتے رہے۔ اور اپنے کام میں مصروف رہے۔

حضرت نے جس جگہ قیام فرمایا تھا وہاں ایک ویران سی مسجد تھی جس میں
نہیں ہوتی تھی بلکہ مسجد کے اندر چند تعزیئے رکھے ہوتے تھے حضرت نے مس
صاف کرائی اور نماز باجماعت کا اس میں اہتمام کیا اور تعزیئے اٹھوا کر دوسر
جگہ رکھوا دیئے۔

شہر کے شریر لوگوں نے واجد علی شاہ والی اودھ کے پاس شکایت
کہ انھوں نے تعزیوں کی بے حرمتی کی ہے۔ واجد علی شاہ کے دربار میں آپ کو بل
گیا۔ آپ نے نہایت ہمت کے ساتھ حقیقت واقعہ بیان کیا واجد علی شاہ مطمئن ہوا
آپ کو عزت واحترام کے ساتھ رخصت کیا۔

گنج مراد آباد میں مستقل سکونت اختیار کرنے کے بعد آپ نے وہاں
لوگوں کی اصلاح شروع کی۔ وعظ و تبلیغ اور درس کے ذریعہ لوگوں کی حالت
درست ہونے لگی۔ رفتہ رفتہ آپ کی جانب رجوع خلق اللہ کا یہ عالم ہو گیا کہ گ
مراد آباد جیسے غیر معروف قصبہ میں ہر چہار سمت سے ہزاروں عقیدت مندو
کی آمد شروع ہو گئی اور یہ قصبہ روحانیت کا بڑا مرکز بن گیا لوگ دور دراز سے
آتے اور اصلاح اعمال، درستی اخلاق کا سبق پڑھ کر جاتے۔ آپ آخر عمر تک
خلق خدا کی خدمت کرتے رہے اور کوئی دقیقہ لوگوں کی اصلاح سے فروگذاشت
نہ فرمایا۔

حضرت کی قابل تقلید زندگی

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا سب سے زیادہ پسندیدہ مشغلہ عبادت
و ریاضت تھا۔ اپنا بیشتر وقت عبادت و ریاضت میں صرف فرماتے۔ عبادت
کے انہماک اور مدہوشی کا یہ عالم تھا کہ آپ کو کسی چیز کی خبر نہیں ہوتی تھی۔ پھر یہ وقت

بھی آیا کہ آپ کے رونئیں رونئیں سے ذکر الٰہی کے سوتے جاری ہو جاتے کثرتِ عبادات وریاضت کی وجہ سے آپ کی صحت خراب ہو گئی تھی۔

آپ کا دوسرا پسندیدہ مشغلہ درسِ حدیث و تفسیر تھا آپ فرماتے تھے کہ مجھے اس قدر لذت اور کیفیت محسوس ہوتی ہے کہ بیان نہیں کر سکتا۔ آپ کی زندگی نہایت سادہ اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا نمونہ تھی۔ لباس نہایت معمولی اور غریبانہ پہنتے تھے۔ باجرہ کی روٹی پر اکثر گذر فرماتے آپ کا مکان کچا اور بوسیدہ تھا لوگوں نے بہت چاہا کہ پختہ بنوا دیا جائے لیکن آپ ہمیشہ انکار فرماتے رہے۔

حضرت نہایت ہی سخی اور فیاض طبع تھے۔ جتنے بھی تحفے تحائف آتے وہ سب غریب اور محتاجوں میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ مسافروں اور لاچاروں کا خاص خیال رکھتے تھے اور ان کی ہر طرح سے امداد فرماتے۔ بعض وقت تو قرض لے کر دوسروں کی حاجتیں پوری فرماتے۔ آپ کی دریادلی کا اندازہ اس سے لگائیے کہ ایک مرتبہ سردی کے موسم میں اپنے تمام کپڑے مسافروں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیئے اور خود ایک اچکن میں گزر کرنے لگے۔

ایک عرب نے آپ کی خدمت میں آکر دو سو روپے طلب کیے آپ نے اپنے ایک مرید سے کہا کہ بنئیے سے قرض لے کر ان کو دے دو۔ بنئیے نے ڈیڑھ سو روپے قرض دیئے۔ عرب نے ڈیڑھ سو روپے لینے سے انکار کر دیا تو آپ نے پچاس روپے دوسری جگہ سے قرض منگوا کر دو سو پورے کیے پھر عرب نے کہا کہ ہمارا سامان چوری ہو گیا ہے پھر اس نے کہا کہ ہمیں ٹٹو کرایہ بھی دو آپ نے یہ مطالبہ بھی پورا کر دیا۔ غرض وہ مطالبہ کرتا رہا اور آپ عطا فرماتے رہے۔

ایک شخص نے رات کے وقت حاضر ہو کر کہا کہ میری لڑکی کی شادی ہے میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ آپ نے سرہانے کے نیچے سے تھیلی نکال کر دے دی جس میں پانچ روپے تھے۔

ایک معتقد نے نہایت اہتمام سے آپ کے لیے سونے کی گھڑی بنوائی اور آپکی

خدمت میں پیش کی۔ آپ نے لے کر ایک ہانڈی میں ڈال دی جس میں ردّی کاغذ وغیرہ پڑے رہتے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک صاحب کا گذر ہوا آپ نے ان سے کہا کہ دیکھنا اس میں ڈبیہ پڑی ہے انھوں نے نکال کر کہا حضرت یہ تو قیمتی گھڑی ہے آپ نے فرمایا تمہارے کام کی ہو تو تم لے جاؤ۔

جے پور کے ایک حکیم صاحب آپ کے لیے نہایت قیمتی معجون جس میں جواہرات وغیرہ پڑے ہوتے تھے۔ لاتے اور کہا حضرت آپ بہت کمزور ہو گئے ہیں آپ نے تھوڑی سی معجون چکھی اور بہت تعریف کی اسی وقت مہتر آنکلا اسے دیکھتے ہی حضرت نے ارشاد فرمایا "تو بہت ضعیف ہو گیا ہے لے یہ معجون کھا لیا کر" غرضیکہ ساری معجون اسے دے دی۔

حضرت کی کرامات

حضرت مولانا فضل الرحمٰن رح کی سب سے بڑی کرامت تو یہ تھی کہ آپ اس نازک دَور میں مسلمانوں کی رہنمائی کی جبکہ اسلامی حکومت کا چراغ گل ہو گیا تھا اور مسلمانوں پر یاس اور نا امیدی کے بادل چھائے ہوتے تھے۔ آپ نے انھیں صبر کی تلقین کی اور اپنی پوری زندگی مسلمانوں کی اصلاح کے لیے وقف کر دی۔ بہت سے فاسق و فاجر آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کرنے سے سچے مسلمان ہو گئے اسی طرح بہت سے غیر مسلم آپ کی تبلیغ سے مسلمان ہو گئے اسی طرح اس وقت جبکہ مسلمانوں کی تلواریں زنگ آلود ہو چکی تھیں آپ نے عملی جواب دیا کہ اسلام تلوار سے نہیں بلکہ اس کی حق تعلیمات نے لوگوں کے دلوں میں گھر کیا ہے۔

چند دوسری کرامتیں بھی درج کی جاتی ہیں۔ جذام کے مریض آپ کی دعا سے تندرست ہو گئے تھے جن مریضوں کو کسی کے علاج سے افاقہ نہیں ہوتا تھا ان کو حضرت کے دیئے ہوئے سو لقمے سے اور پھونک دینے سے تندرستی حاصل ہو

جاتی تھی۔ بہت سے لاعلاج مریض حضرت کے پاس آتے اور اللہ کے حکم سے تندرستی کی دولت سے مالامال ہو کر جاتے۔ اگر کسی پر جن یا آسیب وغیرہ کا اثر ہوتا تو فرما دیتے کہ مریض کے کان میں ہمارا اسلام کہہ دینا اس سے فوراً آسیب دور ہو جاتا تھا۔

ایک کنویں پر ہندو نہا رہا تھا اور پانی کی نجس چھینٹیں کنویں میں جا رہی تھیں۔ آپ نے منع فرمایا تو وہ گستاخی سے پیش آیا آپ نے اپنے عصا کو سہارا دے کر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ یکایک کنویں کا پانی جوش کھا کر کنویں سے ابلنے لگا۔ یہ کرامت دیکھ کر لوگوں نے کہنا شروع کیا۔ حضرت اس کی خطا معاف فرما دیں آپ نے آنکھیں کھول دیں۔ پانی بیٹھ گیا اور فرمایا کہ میں نے صرف یہ دعا کی تھی کہ اللہ اس کنویں کو پاک کر دے۔

ایک نوجوان کا خط آیا کہ میں پیدائشی نامرد ہوں۔ والدین نے زبردستی شادی کر دی اب میں زہر کھانے والا ہوں۔ آپ میرے لیے دعا فرمائیں ورنہ میں حشر کے دن اللہ تعالےٰ سے کہوں گا کہ مولانا نے دعا نہ فرما کر مجھے زہر کھانے پر مجبور کیا آپ نے اسے جواب لکھ دیا کہ ہم تمہارے لیے دعا کرتے ہیں ایک ہفتہ کے بعد خط آیا کہ میں بالکل تندرست ہوں۔

ایک مرتبہ آپ نے قصبہ ملانواں کی مسجد میں اپنی خشک مسواک کھڑی کر دی۔ اور دعا کی کہ خداوندا تو اسے سرسبز کر دے چنانچہ یہ مسواک سرسبز ہو گئی اور اس وقت سے مسواک کا درخت اسی مسجد میں موجود ہے۔

ایک مرتبہ آپ دوستوں کے اصرار پر شکار کے لیے تشریف لے گئے اتفاقاً کوئی شکار نہیں ملا جب واپس آ رہے تھے تو چند ہرن دکھائی دیئے۔ آپ نے نشانہ لگانے کی بجائے ہرنوں سے کہا کہ ایک باقی رہ جاؤ اور سب چلے جائیں چنانچہ ایک ہرن رہ گیا جسے پکڑ لیا گیا۔ آپ نے دوستوں سے کہا ہرن نے تمہاری خوشی پوری کر دی تم بھی اس کو چھوڑ دو۔ حضرت کے ارشاد کے مطابق لوگوں نے اسکو

چھوڑ دیا۔

ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ایک دن کی غیر حاضری کی وجہ سے حاکم نے مجھے برخاست کر دیا آپ نے اس کی پیشانی پر کچھ لکھ دیا کہ اسی وقت چلے جاؤ وہ شخص جب اپنے شہر پہنچا تو حاکم کا چپڑاسی دوڑتا ہوا آیا اور کہا کہ حاکم نے بلایا ہے۔

حضرت کا وصال

ماہ ربیع الاوّل کے پہلے ہفتہ میں آپ پر بخار کا ایسا شدید حملہ ہوا جس کے بعد آپ سنبھل نہ سکے۔ دن بدن حالت خراب ہوتی گئی اس حالت میں بھی نماز باجماعت اور ذکرِ الٰہی سے غافل نہ ہوئے۔

۱۵ ربیع الاوّل کو مرض نے اور بھی شدت اختیار کر لی ۲۰ ربیع الاوّل کو خواب سے بیدار ہونے کے بعد آپ نے ایک خاص کیفیت میں فرمایا کہ یہ بہشت ہے کئی بار اس جملہ کی تکرار فرمایا۔ اس کے بعد فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔

دوسرے دن تین بجے اپنے عزیزوں اور مریدوں کو یاد فرمایا اور ان کے حق میں دعا فرمائی۔ آخر بعد نمازِ جمعہ بتاریخ ۲۳ ربیع الاوّل ۱۳۲۳ھ کو اس دنیائے فانی سے سفر فرمایا۔

(اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن)

حضرت حافظ محمّد علی خیرآبادیؒ

حافظ سیّد محمّد علی خیرآبادی رحہ حضرت خواجہ تونسویؒ کے اوّلین خلفا میں سے تھے۔ خیرآباد میں ان کی خانقاہ علم و فضل اور روحانیت کا مرکز اور فیوض و برکات کا سرچشمہ تھی۔ اودھ اور دکن میں اخلاق اور روحانیت کا کام اسی خانقاہ میں بیٹھ کر کیا گیا تھا۔ آپ استقلال و عزم کے پیکر تھے نامساعد حالات سے بالکل متاثر نہ ہوئے۔

آپ کی ابتدائی زندگی

حافظ صاحب کی ولادت باسعادت ۱۱۹۲ھ کو ہوئی۔ آپ کے والد ماجد مولوی شمس الدّین ایک علمی خاندان کے فرد تھے۔ آپ کے بزرگوں کو صوفیاء کرام اور اولیاءِ عظام سے خاص تعلق تھا۔ چنانچہ آپ کے خاندان کے ایک بزرگ حضرت مینا لکھنوی کے خلیفہ تھے اور ان کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ حافظ صاحب کے خاندان کو بڑی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور ایک خاص امتیاز کا مالک تھا۔

بچپن ہی سے حافظ صاحب کی طبیعت عبادت کی طرف راغب تھی رات کے آخری حصّہ میں اٹھ کر یادِ حق میں مشغول ہو جاتے۔ شریعت کی پابندی کا یہ عالم تھا کہ ایک دن وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کسی جگہ جا رہے تھے راستہ میں

بیر کے درخت ملے سب لڑکوں نے ان درختوں سے پھل توڑ کر کھائے۔ حافظ صاحبؒ سے کھانے کیلئے کہا گیا تو فرمایا درخت غیر کی ملکیت ہے میں کیسے کھا سکتا ہوں۔

تعلیم کی ابتدا قرآن کریم سے کی اس کے بعد خیر آباد میں مولانا عبدالولی صاحب سے جو اپنے زمانہ کے مشہور عالم تھے۔ ابتدائی اور متوسط عربی کی کتابیں پڑھیں۔ پھر شاہجہاں پور تشریف لے گئے وہاں کچھ عرصہ تک تحصیل علوم میں مشغول رہے۔ شاہجہاں پور کے بعد دہلی تشریف لے گئے۔ دہلی اس وقت مرکزِ علوم و معرفت بنا تھا۔

شاہ ولی اللہ کے خاندان نے علوم نبوت کی شمع روشن کر رکھی تھی۔ دہلی میں مشکوٰۃ شریف کا حضرت شاہ عبدالقادر سے درس لیا۔ پھر حرمین شریفین حاضر ہوئے۔ وہاں صحیح بخاری شریف اور حدیث کی دیگر کتابیں پڑھیں۔

پیرِ کامل کی تلاش

حافظ صاحبؒ نے ابتدائی زمانہ میں سخت مجاہدات کیے تھے سب سے پہلے وہ سید مشتاق کے مرکز پر چلہ کش ہوئے۔ پھر حضرت شاہ مینا کے مزار متبرک پر ریاضت شاقہ میں مشغول ہو گئے۔ نمازیوں کیلئے پانی بھر کر لاتے اور باقی وقت عبادت میں گزارتے۔ پھر حضرت قطب صاحبؒ کے مزار پہ دہلی گئے اور حسبِ معمول مجاہدوں میں مشغول ہو گئے۔

چند مکانات میں اجرت پہ پانی بھر کر اپنی گزر اوقات کرتے اکثر روزہ رکھتے تمام رات قرآن کریم کی تلاوت میں گزارتے۔ دہلی سے اجمیر شریف پہنچے اور وہاں بارہ سال تک مقیم رہے یہاں سے پاک پتن کا ارادہ کیا۔

پاکپتن میں خواجہ محمد سلیمان تونسوی رح کی عظمت و بزرگی کی شہرت سن کر دل اس طرف متوجہ ہو گیا۔ یہاں آپ کو عقیدت و ارادت کا ایسا مرکز

مل گیا جس نے ان کے مجاہدوں اور ریاضتوں کو صحیح راستہ پر لگا دیا۔ شاہ سلیمان رح کی صحبتوں نے فطرت کی ودیعت کی ہوئی صلاحیتوں کو چمکا کر نور باطن سے آراستہ کر دیا۔

شاہ سلیمان کی خدمت میں

حافظ صاحبؒ شوق و ذوق کے عالم میں پاک پتن سے تونسہ روانہ ہو گئے شاہ محمد سلیمان رح کی خدمت میں پہنچ کر اس قدر متاثر ہوئے کہ اپنی خواہش کا اظہار نہ کر سکے اسی طرح ایک سال گزر گیا۔

ایک دن حافظ صاحبؒ کے دل میں خیال آیا کہ افسوس حضرت شاہ صاحبؒ میرے حال کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ شاہ صاحبؒ کو معلوم ہوا تو فرمایا جس شخص سے مجھے تعلق ہوتا ہے بظاہر میں اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔

یہ سن کر حافظ صاحب کے قلب بے چین کو اطمینان ہوا اس کے بعد حافظ شاہ صاحبؒ کی ہدایات کے مطابق مجاہدے کرتے رہے۔ کچھ دن بعد حضرت شاہ محمد سلیمان نے اپنے سلسلہ میں داخل کر لیا اور خلافت عطا فرمائی۔

حضرت حافظ صاحبؒ کی اصلاحی کوششیں

شاہ محمد سلیمان رح سے بیعت ہونے کے بعد حافظ صاحبؒ کچھ عرصہ تک کسی شخص کو مرید نہیں کیا۔ شیخ کو علم ہوا تو وجہ معلوم کی۔ عرض کیا لوگ نہایت درجہ گناہوں میں مبتلا ہیں اسی وجہ سے سلسلہ میں داخل نہیں کرتا۔ شیخ نے فرمایا تم کو اس سے کام کیا میں نے اجازت دی ہے۔

نیک خواہ بد کچھ ہوں گے مجھ سے ہوں گے۔ شیخ کا یہ حکم سننے کے بعد حافظ صاحبؒ نے بیعت کا سلسلہ شروع کر دیا ادھر پنجاب اور حیدر آباد کے ہزاروں رہنے والوں نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔

حافظ صاحبؒ کی کوشش تھی کہ مسلمان کے معاشرے کا نشوونما اسلامی اصولوں پر ہو۔ آپ ہمیشہ اسلامی آداب اور طرزِ زندگی پر زور دیتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ بُری رسموں کو دور کرنے کی جدوجہد کرنا سب سے اہم کام ہے۔

اپنی پوری زندگی سنّتِ نبویؐ کے زندہ رکھنے کے لیے وقف کر دی تھی اور اہل ہند کی باطل رسومات کو مٹانے کے لیے مستعد اور آمادہ رہتے تھے مندرجہ ذیل چند واقعات سے آپ کو کوششوں کا مرکزی نقطہ سمجھا جا سکتا ہے۔

پہلی بیوی کے انتقال کے بعد آپ کو قصبہ موہان کا سفر پیش آیا۔ حاضرین نے کہا کیا حضرت بی بی صاحبہ کی رسومات ادا نہیں کریں گے۔ فرمایا جہاں ہوں گا۔ وہاں فاتحہ کر دوں گا کیونکہ اس سے غرض ایصالِ ثواب ہے اور وہ ہر جگہ ممکن ہے یہ کیا ضروری ہے کہ اسی جگہ مرحومہ کی فاتحہ کروں۔

ایک دن اچانک صاحبزادے حافظ جمال الدین کو دلہن کے مکان پر لے گئے اور نکاح کے لیے کہا۔ دلہن کے گھر والوں نے بے سروسامانی کا عذر کیا تو فرمایا جو کچھ اللہ اور رسولؐ کا حکم ہے اس کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ چنانچہ شرع کے مطابق نکاح ہو گیا اور ہر قسم کی رسومات سے پرہیز کیا گیا۔

حافظ صاحبؒ کے برادر زادے حافظ تراب علی کی شادی میں کاغذ کے پھول تیار کیے گئے۔ حافظ صاحبؒ کی نظر پڑی تو سخت رنج ہوا اور فرمایا یہ بزرگ زادے ہیں اور ایسے مراسم کرتے ہیں یہ کہہ کر وہاں سے اُٹھ کر چلے آئے۔

ایک مرتبہ حیدرآباد میں حضرت یوسف کے مزار پر حاضری کا اتفاق ہوا تو دیکھا کہ وہاں طوائفوں کا ناچ ہو رہا ہے۔ آپ کو اس قدر غصہ آیا کہ محفل میں پہنچ کر مشائخ کو للکار کر کہا "یہ بال تمہاری داڑھی کے نہیں بلکہ زنا کے تار ہیں۔ اولیاء اللہ کے مزاروں پر ایسا فسق و فجور ہوتا ہے اور تم دیکھتے ہو"۔ آپ اس جملہ کو بار بار دہراتے تھے جس مسلمان نے رسمِ کفر کو رغبت دل سے مشاہدہ کیا اس کے ایمان میں خلل پڑا۔

آپ کے اخلاق

حافظ صاحبؒ اخلاقِ محمدی کا نمونہ تھے۔ انسانی مساوات اور اخوتِ ایمان پر بہت زور دیتے تھے اور اپنے عمل سے اس کو ثابت کرتے تھے۔

جب مجلس میں بلاتے جاتے تو کسی ممتاز جگہ پر نہیں بیٹھتے تھے۔ سفر و حضر میں خادموں کے ساتھ کام میں شریک رہتے تھے۔ اظہار شخصیت سے نفرت تھی بلکہ اس قسم کی تواضع جس سے ترک تجرید کا اظہار ہو پسند نہ کرتے تھے۔

فرماتے تھے کہ ترک کو بھی ترک کر دینا چاہیئے۔

ایک مرتبہ دسترخوان پر بیٹھے تھے نظر پڑی تو دیکھا کہ موچی میاں اسلم کے جوتے سی رہا ہے۔ فرمایا اپنے ہاتھ دھو کر آؤ اور کھانا کھاؤ اور اپنے پاس بٹھا کر کھانا کھلایا۔

جاڑے کے موسم میں ایک جولاہا آپ کے پاس آکر ٹھہرا اس کے پاس جاڑے کا لباس نہ تھا۔ حافظ صاحب نے اس کو اپنے بستر پر سلا دیا۔

اتباعِ سنّت آپ کے اخلاق کا جز تھی۔ اس پر سب سے زیادہ زور دیتے تھے۔ آپ کی مجلسوں میں مسائل شریعت اور سنّت کے علاوہ کوئی ذکر نہیں ہوتا تھا۔

اپنے مریدوں کو سنّتِ نبویؐ پر عمل کرنے کی برابر تاکید کرتے تھے آپ اپنے مریدوں کو بتایا کرتے تھے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی اور محبتِ الٰہی کا دعویٰ بغیر اتباعِ نبوی جھوٹا دعویٰ ہے

حافظ صاحب کی وفات

حافظ صاحبؒ کو آخری عمر میں فالج کا مرض

لاحق ہوگیا۔ رفتہ رفتہ مرض اس قدر بڑھا کہ ہاتھوں اور پاؤں سے بیکار ہو
عبادت میں بھی دقّت ہونے لگی تو فرمایا :

جسم بھاڑے کا ٹٹو تھا آخر اس نے ساتھ نہ دیا

ماہ ذی القعدہ ۱۲۶۶ھ کو وصال فرما گئے اور کھیری میں سپرد خاک
دیئے گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

※

کتبہ ابو نعیم شہزاد چک ۱۲ جنوبی بھلوال ※ ۲۵ فروری ۱۹۹۹ء

اولیائے کرام و صوفیائے عظام کے آٹھ سو سالہ مسلسل مشن کا مکمل خاکہ

تذکرہ

اولیائے پاک و ہند

جس میں اولیائے کرام و صوفیائے عظام کے حالاتِ زندگی نہایت تحقیق و جستجو کے بعد مستند تاریخ کی روشنی میں تحریر کیے گئے ہیں، اور ان قابلِ احترام حضرات کے روحانی کمالات اور علمی و عملی خصوصیات کو اجاگر کیا گیا ہے نیز یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ ان حضرات کے وجودِ گرامایہ نے عالمِ انسانیت اور خصوصاً برِ اعظم پاکستان و ہندوستان کے رہنے والوں کو کیا فیض پہنچایا اور مختلف حیثیتوں سے کیسی اہم و جلیل القدر خدمات انجام دی ہیں۔ اولیائے کرام کے حالات ایک ولی کے قلم سے!

حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی علیہ الرحمۃ

پبلشرز • بک سیلرز
ایکسپورٹرز
ادارہ اسلامیات

دینا ناتھ مینشن، مال روڈ، لاہور
فون: ۷۳۲۴۴۱۲ - فیکس: ۷۳۲۴۷۸۵-۴۲-۹۲

۱۹۰، انار کلی، لاہور پاکستان
فون: ۷۳۵۳۲۵۵ - ۷۲۳۳۹۹۱

موہن روڈ، چوک اردو بازار، کراچی - فون: ۷۷۲۲۴۰۱